بسم الله الرحمن الرحيم

مثل نوره كمشكوة فيها مصباح

سلسلہ مطبوعات "معارف اسلامیہ ٹرسٹ" نمبر۲

مشکوٰۃ النبوّت

۲

تصنیف منیف

حضرت سید شاہ غلام علی قادری خلف اکبر قدوۃ المحققین حضرت سید شاہ موسیٰ قادری قدس سرہٗ

مترجم

ابوالفضل سید محمود قادری (موظف سشن جج)

سن اشاعت ۱۹۸۲ء

قال اللہ تعالیٰ

مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح

جلد دوم

مشکوٰۃ النبوت

:- مشکوٰۃ اوّل تا مشکوٰۃ چہارم :-

:- تصنیف منیف :-

حضرت سید شاہ غلام علی قادری الموسوی خلف اکبر حضرت سید شاہ موسیٰ قادریؒ

:- مترجم :-

ابو الفضل سیّد محمود قادری (سابق سشن جج)

تفصیلات اشاعت

تعداد اشاعت ـــــــــــ (۵۰۰)
سن اشاعت ـــــــــــ سنہ ۱۹۸۲ء م سنہ ۱۴۰۲ھ
کتابت ـــــــــــ ظہور الحق ۔ جناب محمد اکرام الدین صاحب
طباعت ـــــــــــ اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد

قیمت

(۲۰) بیس روپیہ

ملنے کا پتہ :-

ڈیوڑھی حضرت مولوی محمود رح
(175 - 7 - 20 . فتح دروازہ، حیدرآباد (اے پی)
و مشہور تاجرین کتب

فہرست

نشان سلسلہ	عنوان	صفحہ نمبر
۱	سخنہائے گفتنی	الف ب
۲	تبصرہ از مولانا حکیم سید محمد عثمان حسینی	ج، ہ
۳	تبصرہ از مولوی سید محمد مرتضیٰ قادری	ہ ، و

مشکوٰۃ اول

نشان سلسلہ	عنوان	صفحہ نمبر
۱	ذکر شریف حضرت سیدنا علی ابن ابی طالبؓ	۱ تا ۴۱
۲	ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام	۴۲ تا ۵۱
۳	ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام	۵۲ تا ۸۵
۴	ذکر شریف حضرت سیدنا امام زین العابدینؑ	۸۶ تا ۹۰
۵	ذکر شریف حضرت سیدنا امام محمد باقرؑ	۹۰، ۹۱
۶	ذکر شریف حضرت سیدنا امام جعفر الصادقؑ	۹۱ تا ۹۲
۷	ذکر شریف حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظمؑ	۹۳ تا ۹۴
۸	ذکر شریف حضرت سیدنا امام علی موسیٰ رضاؑ	۹۴ تا ۹۵
۹	ذکر شریف حضرت سیدنا امام محمد تقیؑ	۹۵ تا ۹۶
۱۰	ذکر شریف حضرت سیدنا امام علی نقیؑ	۹۷ تا ۹۸
۱۱	ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسن عسکریؑ	۹۸ تا ۹۹
۱۲	ذکر شریف حضرت سیدنا امام محمد مہدیؑ	۹۹ تا ۱۰۳

مشکوٰۃ دوم

نشان سلسلہ	عنوان	صفحہ نمبر
۱	ذکر ش [illegible] نا امام حسن المثنیٰؑ	۱۰۴ تا ۱۰۶
۲	ذکر شریف حضرت سیدنا محمد اکبرؑ	۱۰۶ تا ۱۰۷
۳	ذکر شریف حضرت سیدنا حسن بصریؒ	۱۰۷ تا ۱۰۹
۴	ذکر شریف [illegible] سیدنا کمیل ابن زیادؒ	۱۰۹ تا ۱۱۰
۵	ذکر شریف حضرت سیدنا اویس قرنیؒ	۱۱۱ تا ۱۱۲
۶	ذکر شریف حضرت سیدنا قاسم بن محمدؒ	۱۱۲
۷	ذکر شریف حضرت سیدنا امام ابو حنیفہؒ	۱۱۳ تا ۱۱۶
۸	ذکر شریف حضرت سیدنا مالک دینارؒ	۱۱۶ تا ۱۱۷
۹	ذکر شریف حضرت سیدنا خواجہ محمد واسعؒ	۱۱۸
۱۰	ذکر شریف حضرت سیدنا ابو حازم مکیؒ	۱۱۸ تا ۱۱۹
۱۱	ذکر شریف حضرت سیدنا خواجہ ابو یوسفؒ	۱۱۹
۱۲	ذکر شریف حضرت سیدتنا رابعہ بصریؒ	۱۲۰ تا ۱۲۱

مشکوٰۃ سوم

نشان سلسلہ	عنوان	صفحہ نمبر
۱	ذکر شریف حضرت سیدنا عبداللہ المحضؒ	۱۲۲ تا ۱۲۴
۲	ذکر شریف حضرت سیدنا زید مظلومؒ	۱۲۴ تا ۱۲۵

نشان سلسلہ	عنوان	صفحہ نمبر	نشان سلسلہ	عنوان	صفحہ نمبر
۳	ذکر شریف حضرت سیدنا خواجہ حبیب عجمی رح	۱۲۶	۵	ذکر شریف حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رح	۱۳۷ تا ۱۳۸
۴	ذکر شریف حضرت سیدنا عبدالواحد بن زید رح	۱۲۷	۶	ذکر شریف حضرت سیدنا ابو سفیان ثوری رح	۱۳۸ تا ۱۳۹
۵	ذکر شریف حضرت سیدنا ابو الفتح علی الموصلی رح	۲ ۸	۷	ذکر شریف حضرت سدنا امام شافعی رح	۱۳۹ تا ۱۴۱
۶	ذکر شریف حضرت سیدنا ابو ہاشم صوفی رح	۱۲۹	۸	ذکر شریف حضرت سیدنا امام محمد مالک رح	۱۴۱
	مشکوٰۃ چہارم		۹	ذکر شریف حضرت سیدنا امام احمد حنبل رح	۱۴۲ تا ۱۴۳
			۱۰	ذکر شریف حضرت سیدنا امام ابو یوسف رح	۱۴۳ تا ۱۴۴
۱	ذکر شریف حضرت سیدنا امام موسیٰ الجونی رح	۱۳۰ تا ۱۳۲	۱۱	ذکر شریف حضرت سیدنا امام محمد رح	۱۴۴
۲	ذکر شریف حضرت سیدنا امام محمد رح	۱۳۲ تا ۱۳۴	۱۲	ذکر شریف حضرت سیدنا بشر حافی رح	۱۴۵ تا ۱۴۶
۳	ذکر شریف حضرت سیدنا داؤد بن نصر طائی رح	۱۳۴ تا ۱۳۵	۱۳	ذکر شریف حضرت سیدنا خواجہ عبداللہ بن مبارک رح	۱۴۶ تا ۱۴۷
۴	ذکر شریف حضرت سیدنا ابراہیم بن عبداللہ رح	۱۳۶ تا ۱۳۷	۱۴	ذکر شریف حضرت سیدنا عطیۃ العلام رح	۱۴۷ تا ۱۴۸

سخنہائے گفتنی

جلد اوّل کی کامیاب اشاعت کے بعد اب جلد دوّم پیش خدمت ہے۔ جلد اوّل کی اشاعت کے بعد مولانا حکیم سید محمد عثمان حسینی صاحب معتمد صدر مجلس علمائے دکن اور جناب مولوی سید محمد مرتضیٰ صاحب قادری سابق کمشنر بلدیہ کے تبصرے علی الترتیب روزنامہ رہنمائے دکن و سیاست میں شائع ہوئے جس کے لئے میں ان دونوں حضرات کا تہ دل سے شکر گذار ہوں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی قلمی کتاب حضرت وحید العصر سید وحید بادشاہ قادری رح کے کتب خانے میں تھی جو وراثتاً اُن کے خلف اکبر مولانا سید شاہ عبد اللطیف صاحب قادری الموسوی کے حصے میں آئی۔ مجھے یہ نسخہ مولانائے محترم کے بڑے فرزند عزیزم میاں سید شاہ عبد القدیر حسینی قادری طال اللہ عمرہٗ سے ملا۔ جس کے لئے میں اُن کے لئے خلوص دل سے دست بدعا ہوں۔

جلد دوّم کی طباعت میں کاتب صاحب کی مجبوریوں کے باعث تاخیر ہوئی۔ اس دوران میں جلد سوم بھی منظر عام پر آگئی۔ اسی عرصے میں مولانا سید شاہ حبیب اللہ صاحب قادری رشید بادشاہ امیر جامعہ نظامیہ اور مولانا پیر شاہ محی الدین قادری صاحب عرف مرشد بادشاہ نے پانچ پانچ سو روپیئے کے عطائے پیش کئے جس سے اس جلد کی طباعت میں سہولت ہوئی۔ میں ان دونوں حضرات کا بھی شکر گذار ہوں۔

ترجمے کا کام میری علالت کے باوجود جاری ہے۔ انشاء اللہ یہ جلد اختتام پذیر ہوگا۔ ارادہ ہے کہ اگر زندگی وفا کرے تو حضرت سید شاہ غلام علی قادری الموسوی رح کی دوسری تصانیف کا بھی ترجمہ کیا جائے۔

حضرت علیہ الرحمۃ کی زندگی اور آپ کے علمی کارناموں پر میرے فرزند میاں سید وحید القادری عارف سلمہٗ ایک مبسوط رسالہ سپرد قلم کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ المستعان

یہ بھی جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔

جلد اوّل میں حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات ۳۵؁ھ کی بجائے کاتب نے ۶۵؁ھ لکھ دیا ہے۔ ناظرین صحت فرمالیں۔

ابوالفضل سید محمود قادری
(سابق سشن جج)

(20-7-175)

فتح دروازہ
حیدرآباد
۲۶۵

تبصرہ

(از مولانا حکیم سید محمد عثمان حسینی معتمد صدر مجلس علماء دکن)

علم ایک ایسی قدر ہے جو انسان اور انسان میں فرق کرنے میں معاون ہوتی ہے ایک وہ جو علم سے آراستہ اور دوسرا وہ جو علم سے بے نیاز۔ پہلا عالم دوسرا جاہل۔ پھر عالم اور عالم میں بھی تفریق کی جاسکتی ہے۔ ایک وہ جو سطحی علوم سے آراستہ اور دوسرا وہ جو علوم ظاہری و باطنی پر کمال رکھتا ہو۔ پھر ان علماء میں بھی وہی کامل ہے جو نہ صرف خود علوم کاملہ پر تصرف رکھتا ہو بلکہ اپنے دور کے لوگوں اور آنے والی نسلوں کو اپنے علوم سے بہرہ مند کرتا ہو۔ اور بے شک ان ہی علماء کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ یعنی کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ اس لئے کہ یہ تو تجدید سے وہی کام انجام دیتے ہیں جو انبیاء کا خاصہ تھے۔

خانوادہ موسویہ غوثیہ کے چشم و چراغ حضرت سید غلام علی قادری الموسوی خلف اکبر و جانشین حضرت سید موسیٰ قادری قدس سرہ العزیز کی ذات بابرکات بھی علماء کے اسی زمرے میں شامل تھی جو نہ صرف خود عالم متبحر ہوتے ہیں بلکہ اپنے فیض علم سے ہر وابستہ سلسلہ کو کامل بنا دیتے ہیں۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور کثیر تصانیف کے مصنف تھے۔ آپ کا چھوڑا ہوا علمی اثاثہ آپ کے تبحر علمی کا ثبوت اور آپ کے جامع الکمال ہونے کی دلیل ہے۔ ہر تصنیف بجائے خود ایک شاہکار ہے جس سے فصاحت و بلاغت اور اسرار معرفت کے چشمے ابلتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر کتاب ایک بحر ناپیدا کنار ہے جس کی فلک پیما موجیں اٹھ اٹھ کر اپنی سربلندی کا اظہار کرتی ہیں۔ اور اپنی تہہ میں موجود معرفت و حقیقت کے دُر شہوار ساحل پر جمع کرتی جارہی ہیں

ان تصانیف میں قابل ذکر تصانیف حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ کشف المثنوی (شرح مثنوی مولانا روم) ۲۔ انتخاب الموحدین۔ ۳۔ لوائح فی شرح لوائح۔
۴۔ مسائل صوفیہ۔ ۵۔ مسالک صوفیہ۔ ۶۔ فوائد صوفیہ۔ ۷۔ رسالہ شجریہ۔ ۸۔ خمسہ قادریہ

۹۔ مشاغلِ قادریہ ۔ ۱۰۔ خمسہ طیبہ ۔ ۱۱۔ کفایت الفضائل ۔ ۱۲۔ رسالۂ اوہامیہ ۔ ۱۳۔ فرائض خمسہ
۱۴۔ رسالۂ علم تجوید ۔ ۱۵۔ خلاصہ در علم فقہ ۔ ۱۶۔ دائرۃ الخمس ۔ ۱۷۔ مفتاح الفرائض ۔
۱۸۔ اورادِ غوثیہ ۔ ۱۹۔ مواعظ غوثیہ ۔ ۲۰۔ خوارق غوثیہ ۔ ۲۱۔ عقاید غوثیہ ۔
۲۲۔ دیوان ہندی ۔ ۲۳۔ دیوان فارسی ۔ ۲۴۔ دار الدارین ۔ ۲۵۔ مشکوٰۃ النبوت ۔
۲۶۔ لطائف اللطیف ۔

تاریخ کا یہ المیہ رہا ہے کہ علمائے سلف کی کاوشیں جو مخطوطات کی شکل میں تھیں دست بُردِ زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکیں ۔ اور جو بچ رہیں وہ عربی اور فارسی میں تحریر کی گئیں تھیں جس سے استفادہ ہر کس و ناکس کے لئے ناممکن تھا۔ یہی کچھ حضرت کی تصانیف کے ساتھ بھی ہوا۔ آپ کے علمی اثاثے میں سے کئی ناپید ہوگئیں ۔ اور جو باقی رہیں وہ بہ شکلِ مخطوطات فارسی میں تحریر کی گئی ہیں ۔ تقریباً ایک صدی قبل مولانا برہان الدین صاحبؒ نے آپ کی تصنیف دار الدارین شائع کی تھی لیکن یہ بھی نایاب ہوگئی ۔ پچھلے سال لطائف اللطیف کا ترجمہ شائع کیا گیا تھا جو مولانا ابو الفضل سید محمود قادری (موظف سشن جج) کی محنت شاقہ کا نتیجہ تھا۔ مولانا نے اس وقت اس ارادے کا اظہار کیا تھا کہ مشکوٰۃ النبوت کا بھی ترجمہ شائع کیا جائے گا جو آپ کی دیگر تصانیف کے منجملہ خزینۃ العلم کی حیثیت کی حامل ہے ۔ اکثر و بیشتر مصنفین نے اس سے خوشہ چینی کی ہے ۔ اس میں بے شمار اکابرین اولیاء و صوفیاء کے اذکار ہیں ۔ اصل کتاب (۳۳) مشکوٰۃ پر مشتمل ہے ~~جو~~ حضرت علی امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے ہم عصر اصحاب کے اذکار سے شروع ہو کر حضرت سید شاہ غلام علی قادری الموسوی کے دور کے علمائے عظام و صوفیائے کرام کے اذکار پر ختم ہوتی ہے ۔ زیر نظر کتاب "مشکوٰۃ النبوت" کے ترجمے کی جلد اول ہے ۔ یہ بھی مولانا ابو الفضل سید محمود قادری کی محنت شاقہ کا ثبوت ہے کہ مولانا نے باوجود اپنی علالت کے اس کتاب کے ترجمے اور اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور اس سلسلے کی پہلی کامیابی سے ہمکنار ہوئے ۔ یہ جلد اصل کتاب مشکوٰۃ النبوت کے مقدمہ پر مشتمل ہے ۔ اس کتاب میں جہاں خلافتِ الٰہی کا تذکرہ ہے وہیں خلافت کبریٰ اور خلافت صغریٰ اور ان کے اقسام بھی مرقوم ہیں ۔ مختلف خانوادوں کی تفصیل ' اقطاب ' ابدال ' اغیاث کا ذکر ' صوفیوں کے اقسام اور ان کے مشارب پر بحث کی گئی ہے ۔ اس کے علاوہ حضور خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احوال تفصیلاً مذکور ہیں ۔ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ

اصحاب ائمت، اور اصحاب صفہ پر مجملاً روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسری اور تیسری جلدیں بھی کتابت و طباعت کے مراحل میں ہیں اور عنقریب یہ بھی منظرِ عام پر آجائینگی۔ میں اس علمی خدمات کے لئے مولانا محمود کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ اصحابِ ذوق ان کی اس علمی کاوش کی قدر کریں گے۔ اور اگلی جلدوں کی اشاعت میں اِس جلد کی نکاسی میں شامل ہوکر معاون ہونگے۔

از روزنامہ "رہنمائے دکن" (حیدرآباد اندھرا پردیش)
مورخہ ۱۴/اگست سنہ ۱۹۸۲ء
روز شنبہ

✤ تبصرہ ✤

از مولانا سید محمد مرتضیٰ قادری
سابق کمشنر بلدیہ بیدر

حضرت سید شاہ غلام علی شاہ صاحبؒ کی ذات بابرکات صوفیائے دکن کے اس زمرے سے مخصوص ہے جس نے تشنگانِ علم کو فیضِ علم سے فضل و کمال کا مظہر بنادیا۔ آپ نے عربی اور فارسی میں کثیر تصانیف چھوڑی ہیں۔ ایک ہندی دیوان بھی آپ سے موسوم ہے۔ آپ کی فارسی کتاب مشکوٰۃ النبوت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کا اصل موضوع تصوف ہے۔ اور اس میں پہلے طبقے کے صوفیاء کرام سے خود حضرت ممدوحؒ کے زمانۂ وفات (سنہ ۱۲۵۸ھ) تک کے اکثر صوفیاء کے حالات درج ہیں۔ اس کی تیاری میں حضرت ممدوحؒ نے کم و بیش (۶۸) ماخذوں سے مواد فراہم کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہرچند کہ اس عاصی کو ایسا علم نہیں کہ ایسی عبارت آرائی کرے جو ان بزرگوں کے شایانِ شان ہو۔ اور نہ اس کی صلاحیت ہے کہ ان کے کلام کی کنہ تک پہونچ سکے لیکن ان کی محبت میں بے اختیار ہوکر بحکم مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ اس کام کو انجام دیا ہے۔ زیرِ نظر پہلی جلد مقدمہ کتاب پر مشتمل ہے۔ اس میں سیرۃ النبیؐ کی مجمل لیکن جامع

"تاریخ" اس کے علاوہ بعض صحابۂ کرام کے احوال بھی ہیں۔

دوسری جلد زیر طبع ہے۔ تیسری جلد چھپ چکی ہے۔ اس میں (۱۱۳) صوفیاء کرام کے حالات ہیں۔ مولوی سید محمود قادری لائق مبارک باد ہیں کہ اپنی علالت کے باوجود دکن کے مایۂ ناز صوفی گھرانے کی علمی خدمت کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ ممدوح نہ صرف علم و فضل کے اعتبار سے بلکہ اِس گھرانے کے منفرد فرد ہونے کے باعث اس عظیم کام کے لئے نہایت موزوں تھے۔ خدا کرے ان کی مساعی مشکور ہوں۔ امید ہے کہ محمود صاحب ترجمے کا کام بہر صورت انجام دے لیں گے لیکن طباعت اور اشاعت کا بوجھ اُٹھانے کے کام میں تصوف سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کا تعاون ضروری معلوم ہوتا ہے۔ موصوف کے تخمینہ کے بموجب کم و بیش بیس ہزار روپے کی گنجائش فراہم کرنا ہوگا۔ اِنشاءاللہ جملہ (۷، ۸) جلدوں میں ترجمے کا یہ کام تکمیل پا جائیگا

مولوی سید محمود صاحب کی تصانیف کافی تعداد میں ہیں۔ ابھی ابھی موصوف کا نعتیہ کلام "رفرفِ دوش" بھی طبع اور شائع ہوا ہے۔ یہ فارسی اور اُردو نظموں کا مجموعہ (فردوس) ہے ڈاکٹر سیدہ ثروت ماجدہ ریڈر شعبہ اُردو نے اپنے پیش لفظ میں محمود صاحب کو دکن کے صف اوّل کے نعت گو شعراء میں سرفہرست بتایا ہے۔ اور فردوس کا تعارف صوفی عالم سید محمد اللہ قادری الملتانی نے لکھا ہے۔

تینوں کتابوں کی طباعت بہت اچھی ہے۔ قیمت علی الترتیب بیس روپے، پندرہ روپے اور دس روپے ہے۔ ملنے کا پتہ:۔۔۔

۱۔ سید محمود صاحب قادری، مکان نمبر 20.7.175 فتح دروازہ۔
۲۔ مکتبہ نشاۃ ثانیہ، معظم جاہی مارکٹ۔
۳۔ اسٹوڈنٹس بک ڈپو۔ چار مینار۔
۴۔ اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار۔

(از اخبار روزنامہ سیاست حیدرآباد

(آندھرا پردیش)

(مورخہ ۲۷ ستمبر سنہ ۱۹۸۲ء روز دوشنبہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشکوٰۃ اوّل

احوال امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام و حضرات ائمۂ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین

فضیلت و شرافت

آپ اسد اللہ الغالب، پیشوائے صوفیان اہل صفا، مقتدائے اصحاب وفا، امام المشارق والمغارب کے القاب سے موسوم ہیں۔ آپ حضرت ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ صاحب شواہد النبوۃ کہتے ہیں کہ امیر المومنین بارہ اماموں میں سے پہلے امام ہیں۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "الائمۃ من بعدی اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش" صاحب صواعق محرقہ ابی داؤد، سنن ترمذی و مسلم اور حاکم و بخاری سے مروی ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا" لا یزال امر امتی دائماً حتی یمضی اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش یعنی ہمیشہ میری امت میں خلافت قائم رہے گی۔ تا آنکہ بارہ خلیفہ نہ گذر جائیں۔ اور یہ سب قریش سے ہوں گے۔ ابو داؤد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آنحضرت جب اپنے مکان تشریف لائے تو قریش حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ ان خلفاء کے بعد کیا حالت رہے گی؟

حضور نے فرمایا ثم یکون التعوج یعنی اس کے بعد خلل واقع ہوگا جس سے مراد قتل و فساد اور خروج دجال یاجوج و دابتہ الارض وغیرہ ہے اور دیگر احادیث بھی اس بارے میں متعدد تغیر الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔ طول کلام کے اندیشے سے چھوڑ دی گئیں۔ متعلقہ کتابوں میں انہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ اگرچہ امیرالمومنین شریعت میں خلیفہ اور عشرہ مبشرہ میں بھی چوتھے نمبر پر ہیں۔ لیکن دوسری حقیقت کے اعتبار سے تمام آل عبا اور بارہ اماموں میں آپ پہلے امام ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، کی حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا علی خلیفتی علیکم فی حیاتی ومماتی ومن عصاہ فقد عصانی ومن عصانی فقد عصی اللہ۔

احوالِ ولادت

حضرت امیر المومنین کی ولادت مکہ میں واقعہ فیل کے ۳۰ سال بعد جمعہ کے دن ۱۳ رجب کو ہوئی۔ ولادت سے قبل امیر ابو طالب یمن کے سفر پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں انہوں نے ایک مرد زاہد کو دیکھا جن کے متعلق مشہور تھا کہ ان کی عمر (۲۹۰) سال تھی اور اس زاہد نے ابو طالب کو دیکھا اور ان کی بڑی تعظیم کی اور پہلو میں بٹھا لیا۔ اور پھر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ ابو طالب نے جواب دیا کہ میں قریش کا ایک آدمی ہوں پھر اس نے دریافت کیا کہ قریش کس قبیلہ سے ان کا تعلق ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بنی ہاشم سے میرا تعلق ہے۔ اس کے بعد اس زاہد نے اٹھ کر ابو طالب کے سر اور چہرہ کو بوسہ دیا اور کہا الحمد للہ خدا نے تعالیٰ نے میری دعا قبول کی اور میری حاجت پوری کی اور مجھے موت نہ دی یہاں تک کہ حرم شریف کے ایک مجاور سے مجھے ملا دیا۔ پھر آپ نے نام دریافت کیا تو جواب دیا کہ ابو طالب پھر باپ کا نام پوچھا تو کہا کہ عبد المطلب۔ زاہد نے کہا کہ جیسا کہ میں نے کتب سماوی میں پڑھا ہے: عبد المطلب کے دو پوتے ہوں گے ایک نبی جن کے والد کا نام عبد اللہ ہوگا اور دوسرا ولی جن کے والد کا نام ابو طالب ہوگا۔ اور جب نبی خدا کی عمر تیس سال ہوگی تو وہ ولی خدا پیدا ہوگا۔ اے ابو طالب وہ نبی پیدا ہو چکے ہیں تو ابو طالب نے کہا کہ محمد پیدا ہو چکے ہیں اور ان کی عمر ۲۹ سال

ہو چکی ہے۔ زاہد نے کہا کہ اے ابو طالب تم کو بشارت ہو کہ اس سال تمہارے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوگا جو امام مومنین ہوگا۔ اور کہا اے ابو طالب جب تم مکہ واپس ہو تو اپنے بھتیجے محمد سے کہنا کہ بن رعیب نے بہت بہت سلام عرض کیا ہے۔ اور گواہی دیتا ہے کہ خدا ایک ہے اور آپ محمد اور نبی خدا ہیں۔ یہ بھی کتب سماوی میں ہے کہ محمد پیغمبر ہوں گے۔ اور انہیں پر نبوت ختم ہوگی۔ جس طرح وہ خاتم النبوت ہوں گے اسی طرح تمہارے لڑکے سے ولایت ظاہر ہوگی اور وہ فاتح ولایت ہوگا۔ ابو طالب نے زاہد سے اس کی صداقت بیانی کی دلیل طلب کی اور کہا کہ اس انار کے خشک درخت سے تازہ میوہ ملے تو میں سمجھونگا کہ تم جو کچھ کہتے ہو وہ سچ ہے زاہد نے دعا کی اسی وقت درخت سرسبز ہوگیا اور دو تازہ انار اس پر ظاہر ہوئے زاہد نے ابو طالب کے آگے انار پیش کیا اور انہوں نے اس میں سے کچھ دانے کھائے۔ القصہ ابو طالب شاداں وخنداں زاہد کے پاس سے نکلے اور جب مکہ پہونچے تو امیر المومنین صلب پدری سے رحم مادری میں منتقل ہوئے۔ اور جب حمل کی مدت پوری ہوئی تو فاطمہ بنت اسد فرماتی تھیں کہ میں خانہ کعبہ کے طواف میں تھی کہ ایک خاص اثر مجھ پر ظاہر ہوا اور چوتھے طواف میں آنحضرت علیہ السلام کا گذر میری طرف سے ہوا اور پوچھا تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تمہارا رنگ متغیر ہوگیا ہے میں نے صورت حال عرض کی۔ فرمایا اے فاطمہ طواف پورا کرلو اگر تمہارا درد زیادہ ہو تو خانہ کعبہ کے اندر چلے آؤ کہ اس میں ایک خدا کا راز ہے۔ عباس ابن عبد المطلب کہتے ہیں کہ ایک روز بیت الحرام میں بیٹھا ہوا تھا کہ فاطمہ مسجد میں آئیں حالانکہ وہ حاملہ تھیں اور ۹ مہینے کا حمل ہو چکا تھا اور طواف میں مشغول ہوگئیں۔ یکایک آثار درد ظاہر ہوئے اور باہر جانے کی طاقت نہ رہی کہنے لگیں کہ الہٰی اپنے گھر کے بانی کے وسیلہ سے مجھ پر یہ ولادت آسان کر دے۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی دیوار کھل گئی۔ اور فاطمہ اندر گئیں اور غائب ہوگئیں۔ میں نے چاہا کہ اسے اپنے گھر لے آؤں لیکن یہ نہ ہوسکا۔ چوتھے روز فاطمہ باہر نکلیں تو سعید تھے ہاتھ میں علی کو پکڑی ہوئی تھیں۔ کہتے ہیں کہ امیر المومنین کے پیشتر کسی کو خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہونے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا

الغرض فاطمہ علی کے ساتھ حرم سے باہر آئیں اور امیر المومنین کو گھر لائیں اور جھولے میں رکھ دیں اس کے بعد ابو طالب کو بشارت دی گئی اور وہ جھولے کے پاس آئے تاکہ نومولود کو دیکھیں۔ امیر المومنین نے جھولے سے ہاتھ باہر نکالا اور اپنے باپ کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور ان کے منہ کو نوچا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ماں جب جھولے کے قریب آئیں تو ان کے منہ کو تھوڑا نوچا۔ ابو طالب نے پوچھا کہ اے فاطمہ اس کا تم نے کیا نام رکھا۔ جواب دیا کہ اس کا نام اسد ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا پنجہ شیر کے پنجہ کی طرح ہے جب ولادت کی خبر آنحضرت کو پہونچی تو آپ نے دریافت کیا کہ اسکا کیا نام رکھا گیا ہے عرض کیا گیا کہ باپ نے زید نام رکھا اور ماں نے اسد آنحضرت نے فرمایا کہ اس کا نام علی ہے۔ فاطمہ نے بات سنی اور کہا خدا کی قسم میں نے ہاتف سے سنا کہ اس کا نام علی رکھو۔ لیکن میں نے اس کو مخفی رکھا تھا۔ مقصود بیان یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے گھر تشریف لائے اور جھولے کے قریب گئے تاکہ نومولود کو دیکھیں۔ فاطمہ نے کہا کہ لڑکا بہت دلیر ہے جھولے کے نزدیک نہ جائیے کہ اس کی شیر کی خصلت ہے، باپ کے منہ اور میرے چہرے پر اس نے خراش پیدا کر دی۔ ایسا نہ ہو کہ آپ سے بھی بے ادبی کرے آپ نے فرمایا علی کی ماں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اور جھولے کے سامنے آکر نیچے کو دیکھا۔ امیر المومنین سو رہے تھے۔ جب آنحضرت کے گیسو کی خوشبو امیر المومنین کی ناک میں پہونچی تو بیدار ہوئے۔ اور آنحضرت کے جمال مبارک پر نظر پڑی اور آپ کے روئے مبارک کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ آنحضرت نے ان کو گہوارہ سے باہر نکالا۔ گود میں لے کر بوسہ دیا اور اپنی زبان امیر المومنین کے منہ میں رکھی۔ جس کو وہ چوسنے لگے۔ اس طرح آنحضرت کا لعاب مبارک امیر المومنین نے نوش کیا۔ اس کے بعد آنحضرت نے طشت اور آفتابہ طلب کیا اور امیر المومنین کو طشت میں رکھ کر اپنے ہاتھ سے نہلایا۔ چونکہ سیدھی طرف دھویا نہ گیا تھا۔ امیر المومنین خود بخود دوسری طرف پلٹ گئے۔ بغیر اس کے کہ کوئی شخص ان کو پلٹا لے۔ آنحضرت یہ دیکھ کر رونے لگے فاطمہ نے رونے کی وجہ پوچھی۔ فرمایا کہ ہاں دیکھ رہا ہوں کہ یہ لڑکا جو بغیر کسی کے پلٹائے پہلے روز ہی پلٹ گیا۔ جس طرح میں نے آج اسے دھویا ہے وہ آخری دنیا مجھے دھوئے گا۔ اور میں بھی اس کے سامنے ایسا

ہی کرونگا۔ پھر آپ کپڑے پہنائے اور ماں سے کہا کہ میں نے اس کا نام علی رکھا ہے کہتے ہیں کہ اسی روز سے امیر المومنین آنحضرت کے آغوش میں پرورش پانے لگے۔

لقب بوتراب

جب امیر المومنین ایمان لائے تو آنحضرت نے انکی کنیت بجائے ابو الحسن کے ابو تراب رکھدی۔ صاحب شواہد النبوۃ کہتے ہیں کہ ابو تراب اس لئے کہا جانے لگا کہ ایک دن آنحضرت حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور پوچھا کہ میرے چچا کا بچہ کہاں ہے۔ سیدہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے اور ان کے درمیان کچھ تکرار ہوگئی جس کی وجہ سے وہ غصہ کی حالت میں باہر چلے گئے ہیں۔ آنحضرت نے ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھو وہ کہاں ہیں۔ ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ یا رسول اللہ وہ محراب مسجد میں ہیں۔ آنحضرت اٹھے اور وہاں پہنچے دیکھا کہ علی سو رہے ہیں چادر کندھے سے گر پڑی ہے اور کاندھا خاک آلودہ ہوگیا ہے۔ آنحضرت نے اسے دست مبارک سے صاف کی اور فرمایا قُم یا ابو تراب۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ آنحضرت نے ہجرت کے دوسرے سال امیر کو بوتراب سے منسوب کیا۔

معیت رسول

جیسا کہ گذر چکا ہے کہ ابتداء سے امیر نے آنحضرت کی آغوش میں پرورش پائی اور ساتھ رہے یہاں تک کہ ہجرت کے دوسرے سال حضرت فاطمہ اور امیر کے لئے ایک حجرہ علحدہ مختص کر دیا گیا۔ ایام بعثت سے ہجرت نبوی تک اکثر غزوات اور سریات میں شریک رہے اور آنحضرت کے بعد بھی عہد خلفاء میں ان کے ممد و معاون رہے۔

خلافت

حضرت عثمان رضہ کی شہادت کے بعد ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور گذارش کی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ اب کار خلافت کی بجز آپ کے کسی میں اہلیت نہیں ہے اور خلیفہ کا ہونا ضروری ہے آپ اشارہ فرمائیے تا ہم آپ کی بیعت کریں۔ امیر نے فرمایا کہ دوستو مجھے اس معاملہ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص میری بیعت کرے مجھے چھوڑ دو۔

اور اس کام کے لئے کسی دوسرے کو طلب کرو طلحہؓ و زبیرؓ موجود ہیں اور ان میں اس کام کی اہلیت ہے ممکن ہے کہ وہ خلافت کی خواہش بھی رکھتے ہوں پس لوگ طلحہ کے مکان پر پہونچے اور امیر المومنین کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ امیر نے طلحہؓ سے کہا کہ اے ابو محمد یہ جماعت میرے پاس گئی تھی اور مجھ سے بیعت کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا کہ مجھے اس معاملہ میں دلچسپی نہیں ہے۔ نہ مجھے اس کی احتیاج (ضرورت) ہے۔ تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تم سے بیعت کروں۔ طلحہ نے جواب دیا کہ اے ابو الحسن آپ اس کام کے لئے زیادہ موزوں اور اولیٰ تر ہیں۔ خلافت آپ کا حق ہے۔ امیر نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں خلافت قبول کر لوں تو تمہاری جانب سے مخالفت ظاہر ہوگی۔ طلحہؓ نے کہا حاشا و کلا اے ابو الحسن خدا کی قسم ہرگز میں ایسی کوئی بات نہ کہوں گا۔ اور نہ ایسا کام کروں گا کہ جس سے آپکو ناگواری ہو۔ امیر المومنین نے کہا کہ کیا تم اس بات کا عہد کرتے ہو اور خدا کو گواہ کرتے ہو، طلحہؓ نے کہا میں خدا سے عہد کرتا ہوں امیر نے کہا کہ اچھا اب ہم زبیر کے پاس جائیں گے اور یہی بات ان سے بھی کہیں گے۔ طلحہؓ نے کہا میں فرماں بردار ہوں۔ اور ان کے ساتھ زبیر کے پاس آئے اور امیر نے وہی کلمات جو طلحہ سے کہے تھے زبیرؓ سے کہا زبیرؓ نے بھی وہی جواب دیا جو طلحہؓ نے دیا تھا۔

اس کے بعد امیر المومنین زبیر کے پاس سے باہر آئے اور مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ لوگوں نے آپکو گھیر لیا۔ اور وہی بات متفقہ طور پر کہی کہ ہم خلافت علی علیہ السلام پر راضی ہیں۔ اور بخوشی و رضامندی بلا جبر و اکراہ آپکے مطیع اور فرمانبردار رہیں گے امیر نے کہا کہ آج تو واپس جاؤ اور اس معاملہ میں خوب غور کر لو اور پھر کل آؤ تاکہ اس معاملہ میں تم سے رائے لی جائے۔ کہتے ہیں کہ دوسرے روز لوگ قبل اس کے کہ امیر المومنین مسجد تشریف لائیں۔ جمع ہو گئے۔ امیر منبر پر تشریف لائے اور خدا تعالیٰ کی تعریف کی اور آنحضرت پر درود بھیجا اور کہا کہ اے لوگو آج کام کا آغاز ہو رہا ہے اور خلیفہ کا انتخاب تمہارے ہاتھ میں ہے۔ قبل اس کے کہ زمام اختیار ہاتھ سے جائے اس بارے میں خوب غور کر لو اور جس کسی کو اس کے قابل پاؤ اس کو اختیار دو۔ میں علی ابن ابی طالب تمہارے ساتھ موافقت کروں گا اور جس شخص کو تم

منتخب کروگے میں بھی اس کے انتخاب پر رضامند ہوں گا مسجد کے ہر گوشے سے آواز آئی کہ ہم آج بھی آپ کے ساتھ ہیں جیسے کہ کل تھے۔ ہاتھ بڑھائیے تاہم آپکی بیعت کریں امیرالمومنین نے جب یہ حال دیکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ طلحہ بن عبداللہ کھڑے ہوئے امیرالمومنین کا ہاتھ پکڑا۔ اور بیعت کی۔ طلحہ کا ہاتھ شل تھا اس لئے کہ احد کے جنگ کے دن انکو زخم پہونچا تھا قبیصہ بن جابر نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے پہلا ہات جو آج بیعت کے لئے اٹھا وہ شل ہے۔ خدا کی قسم طلحہ کی بیعت پائیدار نہ ہوگی۔ فی الجملہ جب طلحہ نے بیعت کی تو ان کے بعد زبیر اٹھے اور بیعت کی۔ اس کے بعد تمام مہاجر و انصار نے جو مدینہ میں حاضر تھے بیعت کی اور اس طرح اس روز سے امیرالمومنین کی خلافت قائم ہوگئی۔ امیر نے فرمایا کہ عثمان کو دفن کرو۔ الغرض تین روز کے بعد انہیں لیجا کر بقیع کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد امیرالمومنین نے فرمایا کہ جو کچھ عثمان کے مکان میں بیت المال کی ملک ہو لائی جائے اور باقی مال ورثاء کے لئے چھوڑ دیا جائے بیت المال کی ملک کو مہاجر اور انصار پر تقسیم کر دی گئی ہر شخص کو تین تین دینا ملے۔

آغاز مخالفت

جب حضرت عائشہؓ حج سے واپس ہوئیں اور مدینہ کے قریب پہونچیں تو انہیں عثمانؓ کے قتل اور خلافت امیر کا حال معلوم ہوا کہا کہ خدا کی قسم میں عثمانؓ کے خون کا بدلہ طلب کروں گی اور خاموش نہ رہوں گی۔ اس کے بعد وہ مدینہ نہ آئیں اور وہیں سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئیں آخر میں یہ داستان معاویہؓ نے سنا اور کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ عثمانؓ کا خون بہایا جائے۔ اور ان کے دوست خاموش رہیں۔ اگر میری عمر رہی اور اہل شام میرا ساتھ دیں اور مدد کریں اور جو کچھ ان کے گھروں میں ہو دیں تو میں اقدام کر سکتا ہوں۔ اس خصوص میں انہوں نے ایک قصیدہ کہا جس میں اپنا ارادہ خون کا بدلہ لینا ظاہر کیا۔ وہ قصیدہ مشہور ہو گیا اور مدینہ پہونچا۔ مغیرہ بن شعیب نے جب سنا تو وہ امیرالمومنین کے پاس آئے اور کہا کہ میرا ایک مشورہ ہے اگر امیر قبول کریں تو عرض کروں گا۔ اور کہا کہ امیرالمومنین کو معاویہ پر ہمیشہ نظر رکھنا چاہیے کہ اس وقت شام کی حکومت ان کے ہاتھ میں ہے۔ خلافت کے بارے میں مجھے کسی کا اندیشہ نہیں ہے لیکن معاویہ کی مخالفت

کا اندیشہ ہے اگر شام کی تولیت پر انہیں بتجدید معاہدہ وسند مقرر کر دیا جائے تو وہ خوش ہو کر آپ کی مخالفت میں قدم نہ اٹھائیں گے۔ امیر المومنین نے کہا کہ اے مغیرہ یہ مشورہ تم نے بہت اچھا دیا اور میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ مجھے معاویہ پر نظر رکھنی چاہیے۔ لیکن آنحضرتؐ پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا ہے وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا۔ مجھے معاویہ سے باز پرس کرنے سے منع نہ کرو۔ ان کے ظلم اور اسراف کا حال مجھے معلوم ہو چکا ہے میں نہیں چاہتا کہ ان کو مسلمانوں پر حاکم بناؤں اور کسی علاقہ کی حکومت ان کے سپرد کروں۔ اس کے باوجود میں انہیں ایک مکتوب لکھوں گا۔ اور مسلمانوں نے جو میری متابعت قبول کی ہے اس کی اطلاع دے کر انہیں اپنی اطاعت کی دعوت دونگا۔ اگر انہیں توفیق ہو تو وہ بیعت کریں گے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ اور اگر انکار کریں گے، اور نزاع و مخالفت شروع کریں گے تو میں اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دونگا۔ اور دیکھوں گا کہ کیا صورت پیش آتی ہے

اس کے بعد امیر المومنین کاروبار خلافت میں مشغول ہو گئے۔ اور اپنے اطراف واکناف کے عمال کو اپنا فرمان بھیجا۔ القصہ دوسرے روز طلحہ و زبیر امیر المومنین کے پاس آئے اور کہا کہ عمرہ کے لئے ہم مکہ جانا چاہتے ہیں اگر امیر المومنین اجازت دیں تو ہم روانہ ہوں گے۔ امیر نے کہا کہ تم عمرہ کے لیے مکہ نہیں جا رہے ہو میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں کیا خیال ہے۔ میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا کہ مجھے خلافت سے دلچسپی نہیں ہے اور میں تمہاری بیعت کرنے تیار ہوں۔ لیکن تم نے قبول نہ کیا۔ اور اب دوسرا خیال کر رہے ہو اور کہتے ہو کہ ہم مکہ جاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ تمہارے ضمیر کو اچھی طرح جانتا ہے جہاں چاہتے ہو جاؤ۔ دونوں نے سر نیچے کر لیا اور کچھ نہ کہا اور امیر المومنین کے پاس سے باہر نکلے اور مکہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ القصہ جب مکہ پہونچے تو وہاں عائشہؓ بنی امیہ کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ طلحہ اور زبیر آگئے ہیں تو بہت خوش ہوئیں اور مخالفت امیر کا پختہ ارادہ کر لیا۔

جنگ جمل

بنو امیہ اس معاملہ میں حضرت عائشہؓ کے گرد جمع ہو گئے اور عثمانؓ کے خون کا بدلہ طلب کرنے کی ترغیب دی۔

اس کے بعد باہم مشورہ کیا کہ کس جانب روانہ ہوں۔ زبیر نے کہا کہ شام روانہ ہو لیں گے کہ وہاں فوج اور مال کے علاوہ معاویہ بھی موجود ہیں جو علیؑ سے عداوت رکھتے ہیں۔ اگر وہ ہماری گزارش سن لیں تو ہمارے بہت سے کام آسان ہو جائیں گے۔ ولید بن عقبہ نے کہا کہ شام سے اور معاویہ سے ہمارا کام نہ نکلے گا کیونکہ جب مخالفین نے عثمان رضؓ کا محاصرہ کیا تھا تو انہوں نے معاویہ کو لکھ کر ان سے امداد طلب کی تھی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ دوسری طرف کا ارادہ کرو اس بنا پر شام کی روانگی کا ارادہ ملتوی کر کے بصرہ روانہ ہوئے۔ ام سلمہ مکہ میں تھیں جب وہ اس اقدام سے واقف ہوئیں تو امیر المومنین کو خط لکھ کر تمام حالات ان کے علم میں لائیں۔ امیر المومنین نے محمد بن ابی بکر کو طلب کیا اور کہا کہ تم نے سنا کہ تمہاری بہن عائشہ کا کیا ارادہ ہے۔ پہلے تو وہ خانہ کعبہ سے باہر آئیں اور دوسرے طلحہ اور زبیر کو میری مخالفت پر اکسائیں اور اب ایک جماعت بنا کر میرے خلاف بعزم جنگ بصرہ کی جانب روانہ ہو گئیں۔ محمد بن ابی بکر نے کہا کہ امیر المومنین کے لئے مقابلہ آسان ہے۔ خدائے تعالیٰ چاہے تو آپ کو کامیاب کرے گا۔ اس کے بعد امیر المومنین نے لوگوں کو مسجد میں طلب کرنے کے لئے کہا جب وہ حاضر ہوئے تو فرمایا اے لوگو اطاعت امیر کی پابندی ضروری ہے دین و دنیا کی بھلائی اولوالامر کی اطاعت و فرماں برداری میں مضمر ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ طلحہ و زبیر کو میری خلافت پسند نہ آئی۔ اب ایک جماعت انہوں نے بنائی ہے اور مکہ سے بصرہ کی جانب روانہ ہو چکے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں بھی بصرہ کے لئے نکلوں اور پہلے ان کی افہام و تفہیم کی انتہائی کوشش کروں اگر یہ اطاعت نہ کریں اور جنگ شروع کر دیں تو ان کے ساتھ جنگ کروں۔ حتیٰ یَحْکُمَ اللّٰہُ بَیْنَنَا وَ ھُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ ۝ تمہیں چاہیے کہ تم اس کام کے لئے تیار ہو جائیں اور جنگ کی استعداد پیدا کریں۔ لوگوں نے امیر المومنین سے جب یہ بات سنی تو انہوں نے اس کو قبول کیا۔ عائشہ رضؓ بھی جماعت کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئیں۔ جب حواب کے کنارے پہنچیں تو وہاں کے کتے بھونکنے لگے۔ عائشہ رضؓ نے کسی سے پوچھا کہ یہ کونسی ندی ہے کہا گیا کہ اس کو حواب کہتے ہیں۔ عائشہ رضؓ نے یہاں سے لوٹنے کے لئے کہا۔

لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ عائشہؓ نے کہا کہ میں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میری بیویوں میں سے ایک بیوی خواب کے کنارے پہونچیں گی تو وہاں کے کتے بھونکنا شروع کریں گے.

اے حمیرہ تم وہ عورت نہ بننا۔ اب میں کسی طرح تم سے موافقت نہ کروں گی اور یہیں سے واپس ہو جاؤنگی۔ اس جماعت نے تسکین دی اور ایک جگہ اترے. جب آفتاب نکلا تو عبد اللہ بن زبیر نے ایک تدبیر کی. اور اس مقام کے پچاس لوگوں کو جمع کرکے یہ کہنے پر آمادہ کیا کہ یہ خواب کی ندی نہیں ہے۔ اسلام کی یہ پہلی جماعت تھی جس نے جھوٹی گواہی دی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی گواہی پر اعتماد کرکے پھر روانہ ہوئیں یہاں تک کہ بصرہ کے نزدیک پہونچ گئیں۔ امیر المومنین بھی فوج کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ اور ہر طرف سے لوگ پہونچنے لگے۔ یہاں تک کہ (۱۹) ہزار سوار اور پیادہ جمع ہو گئے۔ جب دونوں جانب سے صف بندی ہوئی تو امیر المومنین نے مصلحتاً ایک مکتوب لکھ کر فریق مقابل کے پاس بھیجا جس میں جنگ سے باز رہنے کی نصیحت کی جب یہ مکتوب پڑھا گیا تو اس کا کوئی جواب تحریر نہیں کیا گیا. عائشہؓ نے جواب دیا کہ میں ان باتوں کو سننا نہیں چاہتی۔ یہ جانتی ہوں کہ دلیل حجت میں علیؑ کے ساتھ بسر نہیں آ سکتی۔ جو لوگ حضرت علیؑ کا مکتوب لے گئے تھے انہوں نے واپس آکر جو کچھ عائشہؓ سے سنا تھا امیر المومنین سے بیان کیا۔ اس کے بعد بھی کئی بار امیر المومنین نے انہیں بھیج کر افہام و تفہیم کی کوشش کی۔ جب اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو سرابان لشکر کو بلایا اور وہ جب حاضر ہوئے تو آپ نے اٹھ کر خطبہ دیا۔ آنحضرت پر درود کے بعد فرمایا کہ میں نے حجت تمام کر دی اور جنگ کی آگ کم کرنے کے لیے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا اور میرے پاس انہوں نے کہلا بھیجا کہ جنگ کے لیئے تیار ہو جاؤ۔ اور میدان میں مقابلہ کرو مگر ان لوگوں نے فراموش کر دیا کہ میں وہی علیؑ ہوں جس نے ان کی صفوں کو توڑ دیا اور ان کے باپ داداؤں کو قتل کیا۔ وہ تلوار جس سے میں نے ان کے سر کاٹے تھے میرے ہاتھ میں موجود ہے۔ اور وہ نیزہ جس سے ان کے دلوں کو

پھیدا اتھا وہ میرے قبضہ میں ہے۔ میرے بازو قوی ہیں اور مجھ سے فتح و ظفر کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ اٹھے اور اپنے لشکر کو درست کیا۔ اور سواروں اور پیادوں کی صف بندی کی۔ اس طرف سے عائشہ رضی اللہ عنہا باہر نکلیں اور وہ ہودج میں بیٹھی ہوئیں تھیں۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرار ہو گئے امیر المومنین باہر آئے اور ان دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو گئے آپ آنحضرت کا کرتہ پہنے ہوئے تھے اور آنحضرت کی چادر کاندھے پر ڈالے ہوئے تھے۔ آپ کے سر پر سیاہ شملہ تھا۔ آپ اس اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ جو جنگ کے موقع پر استعمال ہوتا تھا۔ اور اس کا نام دلدل تھا۔ اور بلند آواز سے پکارا کہ زبیر بن عوام کہاں ہیں سامنے آئیں۔ زبیر سامنے آئے تو امیر نے کہا یا ابا عبد اللہ تم یہ کیا کام کر رہے ہو کس چیز نے تمہیں اس کے لیے آمادہ کیا۔ زبیر نے کہا کہ عثمانؓ کے خون کے بدلہ کی طلبی نے مجھے اس پر آمادہ کیا۔ امیر المومنین نے کہا سبحان اللہ تم اور تمہارے ساتھیوں نے ان کو شہید کیا تم قصاص کس سے طلب کرتے ہو۔ اور یہ جو کہہ رہے ہو کہ عثمان کو تم نے مارا تو ایسے کہنے سے باز رہو جس نے ان کا خون کیا ہے وہ مخاطب کیا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ عثمانؓ کے بچوں کو لازم ہے کہ پہلے میری خلافت کا اقرار اور اطاعت کریں۔ اور پھر اس جماعت کو جس پر یہ اپنے باپ کے خون کا دعویٰ رکھتے ہیں پیش کریں اور پھر شریعت کے احکام کے مطابق عمل ہو گا۔ پھر امیر المومنین نے زبیر سے کہا تم کو عثمانؓ کے خون کا بدلہ طلب کرنے سے کیا سروکار اور ام المومنین کو عثمانؓ سے کیا قرابت ہے۔ جو وہ بدلہ طلب کر رہی ہیں۔ عثمانؓ کا تعلق بنی امیہ سے تھا اور عائشہ کا تعلق بنی تمیم سے ہے۔ اے زبیر میں تجھے قسم دیتا ہوں اس خدا کی کہ جس کے سوا اور خدا نہیں اور تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا کہ تم علی کو دوست رکھتے ہو تو تم نے کہا تھا کہ میں کس طرح دوست نہ رکھوں کہ وہ میرے ماموں کے فرزند ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک دن ایسا ہو گا کہ تم باہر آؤ گے اور ان کی مخالفت کرو گے۔ یقین جانو کہ اس روز تم علی پر ظلم کرنے والے ہوں گے۔ زبیر نے جواب دیا کہ واقعی ایسا

ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا لیکن میں بھول گیا تھا۔ اب مجھے یاد آیا۔ آپ درست فرماتے ہیں اگر یہ بات مجھے یاد ہوتی تو ہرگز آپ کے مقابل باہر نہ نکلتا یہ کہا اور لوٹ گئے اور صفوں سے باہر نکل کر وادی سباخ میں قیام کیا۔

الغرض عائشہ کی فوج نے پے درپے امیر المومنین کے لشکر پر تیر اندازی کی اور لوگوں کو زخمی کیا مجبوراً امیر المومنین نے زرہ پہنا شمشیر حمائل کی عمامہ سر پہ باندھا دُلدُل پر سوار ہوئے اور مصارف میں آئے۔ جنگ عظیم واقع ہوئی جس کی تفصیل دیگر کتابوں سے معلوم کی جا سکتی ہے الغرض دوسرے دن عائشہ کے لشکر کو شکست ہوئی عائشہ جس ہودج میں تھیں عبدالرحمٰن بن صرہ نے وہاں پہونچ کر ایک تلوار کا وار اونٹ کے پاؤں پر لگایا اونٹ کے دونوں پاؤں کٹ گئے اور وہ گر پڑا۔ عمار یاسر دوڑے اور ہودج کی رسیاں تلوار سے کاٹ ڈالیں۔ جس کے بعد ہودج اونٹ پر سے زمین پر گر پڑا اس کے پیچھے امیر المومنین پہونچے تو عائشہ نے آواز دی کہ اے علی جب تمہیں فتح حاصل ہوئی تو اب تم نیک سلوک کرو۔ حضرت علی نے نہایت احترام کے ساتھ حضرت عائشہ کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا بہت دور تک آپ کو چھوڑنے کے لئے گئے۔

کوفہ کو روانگی

جنگ جمل کے بعد امیر المومنین نے بصرہ میں قیام کیا اس کے بعد یاسر و اشتر نخعی اور دوسرے اکابرین نے سوال کیا اب امیر المومنین کا ارادہ کس جانب متوجہ ہونے کا ہے فرمایا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں کوفہ کی جانب جاؤں اور دیکھوں کہ اب حالات مصالح کا کیا تقاضہ ہے اور پھر میں کوئی لائحہ عمل تجویز کروں۔ پس بروز دوشنبہ ۱۲ رجب ۳۶ھ کو آپ بصرہ سے روانہ ہوئے اور جب کوفہ پہونچے تو تمام خواص و عوام نے آپ کا استقبال کیا اور لوازم تہنیت بجا لائے۔ قصر امارت کو آپ کے لیے خالی کر دیا گیا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ مجھے قصر امارت سے کوئی کام نہیں میں رحبہ میں ٹھہر جاؤں گا۔ چنانچہ آپ رحبہ میں اترے اور اہل کوفہ کو تنبیہ

کی اس کے بعد عمال کا انتظام کیا اور شہروں میں ان کا تقرر کیا۔ اہل جزیرہ عثمانؓ کے ہوا خواہ تھے اور معاویہ سے بیعت کر چکے تھے۔ جب امیر المومنین نے اشتر نخعی کو اس علاقہ کی امارت دی تو ضحاک بن قیس نے جو اس وقت وہاں موجود تھا معاویہ کی جانب سے بڑی جنگ کی۔ انجام کار ضحاک کو شکست ہوئی۔ بعد میں معاویہ نے عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید کو اس کی مدد کے لئے بھیجا۔ اشتر نخعی نے اس سے بھی بڑی جنگ کی اور انکو فتح ہوئی۔ اور اس علاقہ کو اپنے قبضہ اقتدار میں لے لیا۔ اس کے بعد امیر المومنین کو مکتوب کے ذریعہ ان تفصیلات کی اطلاع دی۔

معاویہ کی مخالفت

امیر المومنین نے معاویہ کی مخاصمت اور منازعت معلوم کر کے بر سر منبر خطبہ دیا۔ حمد و نعت کے بعد فرمایا کہ معاویہ نے اہل شام کو شک میں ڈال دیا ہے اور ان کے دلوں کو میری متابعت سے پلٹا دیا ہے اور یہ شہرت دیدی ہے کہ عثمان بن عفانؓ کو علی بن ابو طالبؓ نے مار ڈالا اور اس طرح اس قبیح کام کو مجھ سے منسوب کیا۔ دشمنی کی بناء پر ایک فوج کو اشتر نخعی سے جنگ کے لیے روانہ کیا۔ جس کو میں نے جزیرہ کی امارت دی ہے۔ ان لڑائیوں میں جو کچھ گذرا اس وقت ان کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور لشکر شام جمع کر رہے ہیں اور جنگ کا اندیشہ ہے۔ میں نے اس میں صلاح دیکھی ہے کہ ان کو نصیحت کروں اور ملامت کروں۔ ممکن ہے کہ اس کا ان پر اثر ہو۔ تمہاری رائے اس بارے میں کیا ہے۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ امیر المومنین کی رائے درست ہے۔ ہم امیر المومنین کے اس طرح مطیع ہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماں بردار تھے۔

اس کے بعد امیر المومنین منبر سے نیچے اترے دوات قلم منگوا کر معاویہ کے نام ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ ان کو جاننا چاہیئے کہ جس روز مہاجر اور انصار نے مدینے میں میری بیعت کی اگر اس وقت وہ مدینہ سے دور اور شام میں مقیم تھے تب بھی میری بیعت ان پر لازم تھی اس لئے کہ جس جماعت نے ابوبکرؓ، عمرؓ

و عثمانؓ کی بیعت کی تھی اور ان کی خلافت و امامت پر راضی تھے۔ انہوں نے
میری خلافت اور امامت پر اتفاق کیا۔ جب جو لوگ حاضر تھے ان کو مجال اعتراض نہ ہوا
تو جو لوگ غائب تھے ان کو اعتراض کا کیا موقع ہو سکتا ہے۔ اب رہا عثمانؓ کی شہادت
کا معاملہ تو یہ بہت مشکل مسئلہ ہے۔ ان کی شہادت کا واقعہ بیان کرنے والے کا حال
مثل نابینا کے ہے۔ اور سنی سنائی باتیں کہی جا رہی ہیں۔ اگر ایک جماعت ان کو دشمن رکھتی
تھی اور اس نے انہیں مار ڈالا۔ اور جو جماعت ان کو دوست رکھتی تھی ان کی مدد نہیں
کی اور جو لوگ حاضر تھے وہ اس معاملہ میں دروغ بیانی سے منسوب ہیں اور ان کے
قتل کے لیے متہم ہیں تو اس کا تصفیہ باسانی نہیں ہو سکتا۔ فی الجملہ تمام خواص و عوام
نے ان حالات سے باخبر ہونے کے باوجود میری بیعت کی اور میری خلافت پر رضا
مندی دی۔ تو اب جو شخص میری بیعت سے روگردانی کرے تو وہ حق چھپانے
والا ہوا۔ یقیناً وہ اپنی سلامتی چاہ رہا ہے اور تنازع سے بچنا چاہتا ہے۔ اس کے
حالات کی مجھے اطلاع دیجیے کہ آپ کو کیا اندیشہ ہے۔ اور دل میں کیا ارادہ رکھتے ہیں

والسلام۔

اس مکتوب کو بند کر کے حجاج کو امیر المومنین نے دیا۔ اور معاویہ کے پاس
بھیجا۔ حجاج نے معاویہ کے پاس پہونچ کر یہ مکتوب ان کے حوالے کیا۔ اور رسید
حاصل کر لی۔ معاویہ نے خط پڑھا۔ اس کے مضمون سے واقف ہو کر ناپسندیدہ کلمات
کہنا شروع کیے کہ تو بھی اسی جماعت کا ہے جس سے عثمانؓ نے مدد چاہی مگر جنہوں نے
قبول نہ کیا۔ بہرحال معاویہ نے بحالت غضب حجاج کو واپس کروایا اور کہا کہ میں
تمہارے ہاتھ کو کوئی چیز بھیج کر نہ دونگا۔ بلکہ کسی معتمد علیہ شخص کو بعد میں روانہ
کر دونگا۔ جو اس مکتوب کا جواب لائے گا۔ حجاج واپس ہو گئے اور امیر المومنین
سے ساری تفصیل بیان کی اس کے بعد جب ولید بن عقبہ نے یہ خبر پائی کہ امیر المومنین
کا پیامبر معاویہ کے پاس سے جواب کے بغیر واپس ہوا ہے۔ تو خوش ہوا کیوں کہ
امیر المومنین کے ساتھ قدیم سے اسکو دشمنی تھی۔ سازمیں ولید نے معاویہ کو
خط لکھا اور امیر المومنین سے جنگ و جدال کی رغبت دلائی۔ جب معاویہ ولید کے

خط کے مضمون سے واقف ہوئے تو کاغذ کے دو پرت لئے اور انکو ایک دوسرے سے جوڑ دیا۔ پہلے صفحہ پر تسمیہ تحریر کیا اور دوسرے کاغذ کو خالی چھوڑ دیا۔ اور عباس کو جو نامہ نگاری اور حاضر جوابی میں مشہور تھے طلب کیا اور وہ کاغذ کا صفحہ انہیں دیا اور کہا کہ کوفہ جاؤ اور اس کاغذ کو امیرالمومنین تک پہنچا دو۔ عباس کوفہ کی جانب روانہ ہوئے اور امیرالمومنین کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اور جب ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ میں شام سے آیا ہوں۔ معاویہ نے بھیجا ہے اور چرب زبانی کی باتیں کرنا شروع کیا۔ اور بیہودگی کی۔ مہاجر و انصار نے تلوار کھینچ کر اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ ہر چند کہ یہ یاوہ گو ہے لیکن ایلچی ہے۔ اس سے خط طلب کر لو۔ جب اس سے خط چھین لیا گیا تو بجز تسمیہ کے کچھ لکھا ہوا نہ دکھائی دیا۔ امیرالمومنین نے معلوم کر لیا کہ معاویہ کے انداز جنگ کے ہیں اور موافقت و مبایوت کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ فرمایا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل پھر امیرالمومنین نے کوفہ کے لوگوں کو بلایا۔ جو جامع مسجد میں حاضر ہوئے۔ انکو نیک نصیحتیں کیں اور شام کی جانب جانے کی ترغیب دی لوگوں نے کہا کہ کوئی شخص اپنے مال اور جان سے دریغ نہ کریگا اور سب سمجھتے ہیں کہ ان کی جان آپ کی جان سے وابستہ ہے جس وقت آپ کا دل چاہے آپ فرمائیں تاکہ آپ کے دشمنوں کے مقابلہ میں جنگ کے لیئے ہم نکلیں اور آپ پر اپنی جان فدا کریں۔ امیرالمومنین نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے ایک سمجھدار آدمی کی ضرورت ہے "تاکہ معاویہ کے پاس بحیثیت سفیر بھیجوں اور ان کو نصیحت کروں "تاکہ وہ دوستی اور موافقت سے پیش آئیں اور انہیں جو اندیشہ ہے وہ ان کے دل سے دور ہو جائے۔ اور اگر وہ خود گمراہی پر رہنا چاہیں تو ہم جب چاہیں ان سے جنگ کر سکتے ہیں۔ جریر بن عبداللہ اٹھے اور کہا میرے ذمہ یہ کام فرمائیے کیونکہ میرے اور معاویہ کے درمیان دوستی رہی ہے جو بات انہوں نے کہی وہ اس سے نہیں پلٹے اور میری بات کو بے غرضی پر مبنی سمجھے جب ان کے نزدیک پہونچوں گا اور چند سیدھی باتیں ان سے کہوں گا تو امید ہے کہ وہ میری بات مقبول کریں گے۔ امیرالمومنین نے کہا کہ تمہاری استدعا کو میں نے قبول کیا۔

معاویہ کے پاس جاؤ اور میری تحریر انھیں پہونچا دو۔ اور ان سے کہو کہ جماعت کی مخالفت نہ کریں۔ پھر امیر نے معاویہ کے نام مکتوب لکھا جو اس مضمون کا تھا۔ اے معاویہ جاننا چاہیے کہ مہاجر اور انصار کے مشورہ کو جو منزلت حاصل ہے وہ سوائے ان کے کسی اور کے مشورہ کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ امامت اور خلافت کے معاملہ میں یکسوئی کے لیے وہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے مشورہ کیا اور ان کی رائے اس مہم کے انتظام میں ایک شخص پر قرار پائی۔ اور وہ اس کام کے لیے نامزد ہوا۔ پس امام و مقتداء اور مقدم و پیشوا وہی ہوگا اور خدائے تعالیٰ بھی اس کی امامت اور پیشوائی پر راضی رہے گا. جس کو انہوں نے مقرر کیا ہے۔ اگر کوئی شخص راضی نہ ہو تو اسکو راضی کرنا چاہیے۔ اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کرنی چاہیے۔ تم اس مفہوم سے خوب واقف ہو اس لئے اس کی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ پہلے میری بیعت میں دوسرے مسلمانوں کی موافقت کرو اور پھر اس جماعت کو جو عثمان کے خون کے بدلے کے دعویدار ہیں میرے سامنے پیش کرو اور دعویٰ کرو تاکہ میں تمہارا دعویٰ سنوں اور بمطابق احکام الٰہی و رسول اس کا فیصلہ کروں۔ اگر نگاہ عقل سے تم دیکھو گے تو جانو گے کہ کوئی شخص خلافت کا مجھ سے زیادہ اہل نہیں ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس جماعت میں نہیں ہو جو شایان خلافت ہو سکے. میں نے یہ خط لکھ کر نصیحت اور شفقت کی شرط پوری کی ہے اور مجھے امید ہے کہ تم خود کو معرض بلا میں نہ ڈالو گے۔ میں خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم سے مقابلہ کی نوبت نہ لائے اور یہ معاملہ صلح و آشتی سے سلجھ جائے۔ کہتے ہیں کہ جریر بن عبداللہ اس تحریر کے ساتھ شام روانہ ہوئے۔ جب شام پہونچے تو معاویہ کے پاس گئے اور جو مراتب تعلیم و تلقین تھے۔ وہ بجا لائے اور کہا کہ جس طرح دوسروں نے علی سے بیعت کی ہے تم بھی بیعت کر لو اور یہ جو تم کہتے ہو کہ عثمان نے یہ حکومت مجھے دی ہے تو میرے اس بیان کو معتبر جانو کہ کسی مرد کی وفات اس کی معزولی کے مترادف ہے ورنہ دنیا کے معاملات میں تفرقہ پڑ جائے گا۔ اور ایمان کو بھی ضرر پہونچے گا۔ جب معاویہ نے جریر کی یہ بات سنی تو وہ پہلے خاموش ہو گئے پھر کہا کہ تمہارے لوگوں کو

انہوں نے مجھے شام کی امارت سپرد کی اور اس کے بعد معزول نہیں کیا تم نے جو میری اطاعت قبول کی وہ صداقت پر مبنی ہے اب بتاؤ کہ یہ بنا بنایا کام جاری رہے یا نہیں۔ سب نے کہا کہ اے معاویہ تمام عرب جانتے ہیں کہ نہ ہم اہل حکومت تعلیم ہیں نہ اہل قول ہیں۔ ہمارا کردار ہماری گفتار پر فوقیت رکھتا ہے۔ ہماری صداقت اس روز معلوم ہو گا جب کے ہم کو صف جنگ میں شریک کرو گے۔ اور میدان قتال میں حاضر کرو گے۔ اس بات پر معاویہ خوش ہو گئے لیکن مصلحت دیکھی کہ امیر کے نام مکتوب لکھیں۔ دوات قلم کاغذ منگوایا اور مکتوب لکھا جس کا مضمون مفصل کتابوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ جب معاویہ کا خط امیر المومنین کو پہونچا تو آپ نے اس کو پڑھا آپ نے فوری اس کا جواب دیا جس کو پڑھ کر معاویہ غضب میں آگئے۔ اور دوسرا خط سختی کے ساتھ لکھا۔ امیر المومنین نے معاویہ کے نامہ کو پڑھ کر تبسم فرمایا اور اس کا جواب لکھا۔

جنگ صفین

الغرض بعد تبادلہ نامہ جات عمرو عاص نے معاویہ سے کہا کہ یہ خط و کتابت کب تک ہو گی اس کی کوئی انتہا ہونی چاہیئے۔ خدا کی قسم اگر شام کے تمام انشاء پرداز بھی جمع ہو جائیں اور چاہیں کہ کتابت و بلاغت میں علیؑ کے ساتھ برابری کریں تو نہیں کر سکتے عبارت آرائی اور فصاحت انہیں کا حصہ ہے

اگر تمہارا جنگ کا ارادہ ہے تو یہ مقصد نامہ و پیغام سے پورا نہ ہو گا۔ اس پر معاویہ نے منادی کی اور فوج کو طلب کیا۔ جب فوج جمع ہوئی تو امیر المومنین سے جنگ کرنے کے لیئے شام سے جانب صفین روانہ ہوئے۔ چار ہزار اسی سوار اور پیادہ ان کے ہمراہ تھے۔ جب صفین پر پہونچے تو محرم کے کچھ دن گذر چکے تھے۔ جب یہ خبر امیر المومنین کو پہونچی آپ نے بھی منادی فرمائی جب لوگ حاضر ہوئے تو آپ نے منبر پر چڑھ کر ایک بلیغ خطبہ فرمایا اور بعد حمد و نعت فرمایا کہ دوستو جان لو کہ معاویہ اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ صفین میں اتر چکے ہیں اور ہم سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لازم ہے کہ تم بھی مردانگی سے کام لو سب نے کہا کہ اے امیر المومنین

معلوم ہے کہ میں امیر المومنین عمرؓ اور عثمانؓ کا خلیفہ ہوں اب امیر المومنین کو ظلم سے قتل کر دیا گیا۔ اور میں ان کا ولی ہوں خدائے تعالے نے فرمایا کہ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطَانًا۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے تمہارے دل کا اندیشہ قتل عثمانؓ کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ ان کے خون کا بدلہ چاہتے ہو یا نہیں مسجد کے ہر طرف سے لوگوں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ عثمانؓ کے واقعہ کی نسبت ہم خاموش رہیں ہم سب ان کے خون کے بدلے کے طالب ہیں۔ اور جتنی جد و جہد کہ ممکن ہے ان کے خون کا بدلہ لینے میں کریں گے۔ یہ بات جریر کے امیر المومنین کے پاس پہونچنے سے قبل پہونچ گئی۔ لوگوں نے امیر المومنین سے کہا کہ اس معاملہ میں اگر آپ توقف کریں گے تو معاویہ قوت پکڑ لیں گے اور اپنا کام بنا لیں گے۔ جب آپ اس جانب روانگی کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں تو آپ جو کچھ آگے کریں گے وہ بہتر ہی ہوگا۔ امیر المومنین نے جواب دیا کہ اے لوگو تم جو کچھ کہتے ہو وہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن میں ایک معتبر آدمی کو سفارت پر بھیجا ہوں اور کچھ لکھ کر بھیج دیا ہوں تاکہ وہ اسے پہونچا دیں اور میرے نامہ و مکتوب و پیام کا جواب لائیں۔ جب تک وہ واپس نہ آئیں میرا اس طرف رخ کرنا عقلمندی کے مغائر ہوگا۔ سب خاموش ہو گئے اور کسی نے کوئی دوسری بات نہیں کی۔ اور ہر روز وہاں جریر معاویہ کو یہ پیام دیتے تھے اور جنگ و جدال سے باز رہنے کی نصیحت کرتے تھے۔ معاویہ نے ان کو مکر و حیلہ سے روک رکھا۔ تاکہ اس اثناء میں اطراف و اکناف کے علاقوں میں وہ تقویت پیدا کر لیں اسی میں ایک سو بیس روز گذر گئے۔ پھر جریر کو اپنی مجلس میں طلب کیا گیا اور کہا کہ تم حالات سے واقف ہو چکے ہو اور اہل شام کی بات بھی سن چکے ہو تم علیؑ کے پاس جاؤ اور جو کچھ تم نے دیکھا اور سنا ہو اس کو ان سے کہدو۔ جریر لوٹے اور امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شام کے حالات اور معاویہ کا حال جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا تفصیل سے بیان کر دیا۔ جریر کو روانہ کرنے کے بعد معاویہ نے کہا کہ لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے جب سب لوگ حاضر ہوئے تو منبر پر چڑھ کر اس طرح ان سے مخاطب ہوئے کہ تم سب کو معلوم ہے کہ عثمانؓ کو ظلم سے قتل کیا گیا۔ آج میں انکا والی ہوں

آپ نے اپنے حلم کی وجہ سے اس قوم کے مقابلہ کا حکم نہ دیا۔ اب مصلحت اسی میں ہے کہ ہم پیشتر روانہ ہوں اور ان سے مقابلہ کریں۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ منادی کیجائے اور لشکر سے کہا جائے کہ کوچ کرکے موضع نخیلہ میں خیمہ انداز ہو۔ جب لشکر جمع ہوا تو سوار اور پیادہ کو ملا کر جملہ نود ہزار تھے۔ حضرت سید التابعین اویس قرنی امیرالمومنین کی خدمت میں تھے۔ صفین کی جنگ میں سب سے پہلے انہوں نے شہادت پائی غرض وہاں سے منزل بہ منزل بابل کی سرزمین پر پہونچے۔ جب اس موضع سے روانہ ہوئے تو سرزمین کربلا پر لب فرات اترے وہاں کھجور کے چند درخت نظر آئے جن کو دیکھ کر امیرالمومنین کا روئے مبارک متغیر ہوگیا۔ آپ نے برافروختہ ہوکر عبداللہ بن عباس کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ جانتے ہو کہ یہ کونسا مقام ہے عبداللہ نے کہا کہ اے امیرالمومنین مجھے علم نہیں فرمایا کہ اگر تم جانتے کہ یہ کونسا موضع ہے تو جس طرح میں رو رہا ہوں تم بھی روتے اور آپ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے آپ کی ریش مبارک تر ہوگئی۔ اور فرمایا کہ کیا افتاد مجھے آل سفیان سے پڑی)۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کو اپنے نزدیک بلایا۔ اور کہا کہ اے فرزند تمہیں بلاؤں پر صبر کرنا چاہئے۔ کہ تم آل ابوسفیان سے دیکھو گے۔ اس کے بعد آپ نیچے اترے وضو کیا اور چند رکعت نماز پڑھی۔ القصہ امیرالمومنین نے وہاں سے کوچ کیا اور مدائن کے نواح میں پہونچے اور وہاں سے منزل انبار میں اترے اور دو روز وہاں مقام کیا اور تیسرے روز وہاں سے نکل کر رقہ پر اترے۔ وہاں سے چند نامہ جات معاویہ کو لکھے۔ اور انہوں نے کچھ جواب دیا جس کی تفصیل کتابوں سے معلوم کی جاسکتی ہے الغرض آخری مکتوب میں امیرالمومنین نے لکھا تھا کہ اے معاویہ جو کچھ تم نے آخری مکتوب میں لکھا تھا تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو میرے نزدیک شمشیر زنی کی فکر نہیں ہے اس بات پہ مجھے ہنسی آئی کہ تم نے کہاں سے یہ بات سنی اور کہاں دیکھا کہ عبدالمناف کی اولاد تلوار سے ڈری ہو یا جنگ میں دشمن کو پیٹھ دکھائی ہوں۔ عجلت نہ کرو کچھ عرصہ ٹھہرو کہ ہم تم تک پہونچ جائیں اور جس کو تم آنے میں آہستہ سمجھ رہے ہو اور دن گن رہے ہو عنقریب وہ تمہارے نزدیک پہونچ جائیں گے۔ تاکہ ہاشمی شمشیر کہ جس کا پھل ابھی تک تمہارے

بھائی، تمہارے ماموں تمہارے دادا، تمہارے چچا اور تمہارے اسلاف و اشراف کے خون میں غرق ہے وہ تم پر پڑیگا اور اہل دین کے تم عزائم دیکھو گے اور اگر تمہارا ہاتھ اٹھے تو کوئی نقصان نہ ہوگا انا الی ربنا لمنقلبون

جب یہ مکتوب معاویہ کو پہونچا تو وہ مضطرب اور متحیر ہو گئے اور ان کا خواب و آرام جاتا رہا۔ امیر المومنین نے ایک جماعت کو حکم دیا کہ دریائے فرات پر ایک مضبوط پل بنائیں۔ جب انہوں نے پل بنا دیا تو تمام فوج اوپر سے گذر گئی یہ خبر معاویہ کو پہونچی تو انہوں نے سواری کی اور اپنی فوج کو طلب کیا اور جنگ کی ترغیب دی اعیان معاویہ جیسے مروان وغیرہ نے کہا کہ ہم تمہارے لئے جنگ نہیں کرتے ہیں بلکہ اس جنگ میں ہماری دلچسپی محض اس وجہ سے ہے کہ وہ خلیفہ مظلوم ہے۔ معاویہ یہ سن کر خوش ہوئے ابوالاعور نے کہا کہ آپ کو اہل شام کے ایک کثیر لشکر کے ساتھ ابھی نکل جانا چاہیئے۔ اور راستہ ہی میں علی کے لشکر کو پکڑ لینا چاہیئے کہ وہ لشکر کے ساتھ کوفہ تک پہونچ چکے ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ تم ہی اپنی سرکردگی میں فوج لے جاؤ چنانچہ ابوالاعور نے اس فوج کو جو اس کی سرکردگی کے لئے وہ نامزد کیا گیا تھا۔ لیا اور امیر المومنین سے جنگ کے لئے نکلا۔ امیر المومنین نے اشتر نخعی کو بلایا اور کہا کہ جب تک معاویہ کی جانب سے جنگ کی ابتداء نہ ہو تو تم اصرار نہ کرو اور انہیں نصیحت کر دیکے وہ میری اطاعت و بیعت قبول کر لیں لیکن اگر وہ نہ مانیں تو تم بھی جنگ کر سکتے ہو۔ اس خصوص میں جو کچھ حالات پیش آئیں اس کی مجھے خبر دو۔ اشتر نے کہا کہ میں فرماں بردار ہوں اور پھر کثیر لشکر کے ساتھ اس جانب روانہ ہو گئے القصہ ان کے درمیان بالآخر جنگ ہوئی۔ اول روز سے آخر شب تک ایک دوسرے پر حملہ کرتے رہے طلوع صبح کے وقت ابوالاعور کے لشکر پر اشتر نے زبردست حملہ کیا جس کی وہ تاب نہ لا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اشتر فتح و کامرانی کے ساتھ واپس ہوئے امیر المومنین نے اس جگہ سے جہاں وہ تھے آگے روانہ ہو کر معاویہ کے لشکر کے مقابل آئے۔ جب قریب پہونچے تو فرمایا کہ لشکر گاہ بنائی جائے اور وہاں ٹھہر گئے۔ بتاریخ ۱۵ محرم ۳۸ھ معاویہ اپنی فوج کے ساتھ فرات کے کنارے اترے دونوں

فوجوں کے درمیان نہر فرات حائل تھی۔ معاویہ کے سپاہی فرات کے نزدیک تھے انہوں نے امیر المومنین کو لشکر کو پانی لینے سے منع کر دیا جس کی بناء پر پانی کے لیے جنگ عظیم ہوئی انجام کار امیر المومنین کے لشکر کو فتح ہوئی اور انہیں پانی مل گیا۔ امیر المومنین نے منادی کرنے کے لئے فرمایا کہ پانی حلال ہے ہم کسی کو اس کے لینے سے منع نہیں کر سکتے جو چاہے پانی لے۔ تیسرے روز معاویہ نے ایک تدبیر کی اور نہر فرات پر قبضہ کر لیا دوسری بار پانی کے لئے جنگ عظیم ہوئی۔ آخر امیر المومنین کے لشکر کو فتح ہوئی اور انہوں نے فرات پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد امیر المومنین نے سعید بن قیس اور بشیر بن عمر کو بلایا اور کہا کہ لوگوں میں سے چند اشخاص کو تیار کرو اور معاویہ کے پاس جاؤ اور اس نے جو راستہ اختیار کیا ہے اس پر ملامت کر کے حجت تمام کرو اور میری اطاعت کی دعوت دو اور دیکھو کہ اس کا کیا خیال و ارادہ ہے۔ حسب الحکم سعید و بشیر چند لوگوں کو ساتھ لیکر معاویہ کے پاس گئے۔ انہیں نصیحت کی لیکن معاویہ نے وہی باطل گفتگو پیش کی۔ جب یہ نصیحت بے سود ثابت ہوئی تو یہ لوگ اٹھ گئے اور امیر المومنین کی خدمت میں آکر جو کچھ ان کے اور معاویہ کے درمیان گذرا تھا اس کی روداد سنادی۔ امیر المومنین نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے فرمایا اس معاملہ میں اس سے زیادہ راغب ہونا چاہیے جواب میں سب نے کہا کہ جو کچھ ممکن ہوگا اسے ہم بجا لائیں گے۔

القصہ دوسرے روز عبد اللہ ابن عمر معاویہ کے لشکر کے ایک دستے کے ساتھ باہر آیا۔ امیر المومنین نے محمد بن ابی بکر کو اس کے ساتھ جنگ کے لئے ایک بڑی فوج کے ساتھ بھیجا۔ اس روز بڑی سخت جنگ ہوئی۔ ہر دو جانب بہت لوگ مارے گئے۔ دوسرے روز معاویہ کی جانب سے شرجیل نکلا اور امیر المومنین کی جانب سے اشتر نخعی اس کے مقابل ہوئے اس روز صبح سے شام تک جنگ رہی اور جانبین میں کئی لوگ مارے گئے۔ دوسرے روز عمرو عاص بہت بڑا لشکر لے کر نکلے امیر المومنین نے عبد اللہ بن عباس کو مقابلے کے لئے بھیجا۔ اور زبردست جنگ ہوئی۔ الغرض اس طرح ہر روز دونوں فوجوں میں جنگ ہوتی رہی۔ یہ واقعات محرم کے مہینہ میں ہوئے جب محرم کا مہینہ گذر گیا اور صفر کا چاند نظر آیا تو امیر المومنین نے فوج میں منادی کروائی کہ ہم ان دنوں

ہیں اہل شام سے جنگ میں توقف کریں گے اس لئے کہ ماہ محرم میں جنگ کرنا منع ہے دوسرا یہ کہ یہ لوگ اس معاملہ میں پھر سوچ لیں۔ ماہ محرم گذر چکا ہے اور صفر کا آغاز ہو گیا ہے لیکن جماعت اسی طرح جہل و ضلالت میں مبتلا ہے۔ اور جنگ کا مصمم ارادہ کئے ہوئی ہے وَاللّٰہُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ جب اہل لشکر نے یہ منادی سنی تو جان گئے کہ توقف کا سبب یہ تھا اور سب جنگ کے لئے مستعد ہو گئے۔ جب یہ خبر معاویہ نے سنی تو وہ بھی تیار ہو گئے۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آراء ہو گئے اور میدان جنگ میں گھوڑے دوڑانے لگے۔ اور ایک دوسرے پر حملہ شروع ہو گیا۔ یہ جنگ شام کی نماز تک جاری رہی۔ جب رات ہو گئی تو دونوں نے جنگ روک دی۔ دوسرے روز جب آفتاب طلوع ہوا تو پھر صف آرائی کے بعد جنگ شروع ہوئی اور بڑی لڑائی ہوئی۔ دوسرے روز ابوہریرہ، اور ابو دردہ امیر المومنین کے لشکر سے باہر آئے۔ اور معاویہ کے نزدیک جا کر ان سے کہا کہ اے معاویہ کیوں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے ہو۔ اور تمہیں کیسے پسند ہے کہ اتنے مسلمانوں کا خون بہے۔ سچ اگر پوچھو تو علی ابن ابو طالب خلافت کے لئے تم سے زیادہ اولیٰ تر ہیں۔

معاویہ نے کہا کہ میں خود کو علی پر ترجیح نہیں دیتا ہوں تم نے جیسا کہا علی ویسے ہی ہیں لیکن میں ان سے عثمان رضؓ کے قاتلوں کو طلب کرتا ہوں اور وہ اس سے انکار کرتے رہا۔ ہر روز ان کی تعظیم و تکریم میں اضافہ ہوتا ہے اور انہیں میرے سپرد نہیں کیا جا رہا ہے۔ یہی جنگ کا سبب ہے اگر وہ ان قاتلین عثمانؓ کو میرے حوالے کر دیں تو کوئی مخاصمت باقی نہیں رہے گی۔ اور دوسرے مسلمانوں سے بڑھ کر میں ان کی خدمت کروں گا۔

ابوہریرہ، ابو دردہ نے امیر المومنین سے یہ کیفیت بیان کی اور کہا کہ مصلحت اسی میں ہے کہ عثمان کے قاتلوں کو معاویہ کے پاس بھیج دیا جائے۔ تاکہ ان کا غبار خاطر جاتا رہے اور وہ آپ کی خدمت میں آ کر آپ سے بیعت کریں۔ امیر المومنین نے کہا اے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ ایک مکار شخص ہے اس کی بات کا اعتبار نہیں جس روز کہ عثمان کو قتل کیا گیا میں اس مجلس میں موجود تھا لیکن مجھے تحقیق سے نہیں معلوم کہ عثمان کا قاتل کون ہے۔ اگر آپ تحقیق سے جانتے ہیں تو بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ

محمد بن ابی بکر اور ان کی جماعت عثمان کے قتل کا ارادہ رکھتی تھی۔ یہ لوگ عثمان کے مکان میں داخل ہوئے اور عمار یاسر اور اشتر نخعی وغیرہ نے ان کو زخم پہونچایا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ جاؤ ہو سکے تو انہیں معاویہ کے سامنے پیش کر دو۔ ابوہریرہ اور ابو دردہ گئے اور اس جماعت میں سے ایک کو گرفتار کیا۔ اس گرفتاری پر فوج میں فساد پھوٹ پڑا۔ یہاں تک کہ دس ہزار لوگ امیر المومنین کے لشکر کے جمع ہو گئے اور تلواریں کھینچ لیں اور ابو ہریرہ اور ابو دردہ کا رخ کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب تک عثمان نے باقاعدہ حکومت کی اور مسلمانوں کے ساتھ بمطابق کتاب اللہ عمل کیا تو ہم سب ان کے مطیع اور فرمانبردار رہے۔ جب انہوں نے اس سے تجاوز کیا اور مسلمانوں کو بنو امیہ کو ان پر مسلط کر کے رنجیدہ کیا تو ہم نے یہ ٹھان لی کہ مسلمانوں پر ظلم و ستم آئندہ نہیں ہونے دیں گے جب ابو ہریرہؓ اور ابو دردہ نے یہ حال دیکھا تو ان لوگوں سے دست کشی کر لی اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ کام بہت دشوار ہے یہ آسانی سے طئے نہ ہوگا

القصہ دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی اور کئی روز تک یہ ہوتا رہا کہ ہر روز قبیلہ کے لوگ جمع ہوتے اور ایک دوسرے سے جنگ کرتے یہاں تک کہ امیر المومنین نے صف بندی کر کے ان لوگوں کو ایک جگہ ٹھہرا دیا اور بذات خود میدان میں آئے اور بلندی پر ٹھہر کر آواز دی کہ ائے معاویہ معاملہ حد سے زیادہ بڑھ چکا ہے اب تم خود میدان میں اترو تاکہ کچھ دیر ہم دونوں جنگ آزمائی کریں اور دیکھیں کہ کون غالب آتا ہے اور جو غالب ہو اس کو حکومت سپرد کر دیں۔ معاویہ نے چاہا کہ باہر آئیں لیکن ان کے بھائی ابو سفیان نے کہا کہ ہرگز خود کو شیر کے جنگل میں نہ ڈالو جس کی بناء پر وہ رک گئے اور پھر فتح کا ارادہ کیا۔ اس روز بھی بڑی جنگ ہوتی رہی جو شام تک جاری رہی۔ پھر صبح کو جب آفتاب نکلا تو دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اہل شام سے عبد اللہ ابن عمر باہر آئے۔ وہ اپنے باپ کی تلوار حمائل کئے ہوئے تھے۔ میدان میں کھڑے کھڑے ہو کر مبارز طلبی کی، محمد ابن حنیفہ نے اس مبارزت کا ارادہ کیا لیکن امیر المومنین نے انہیں روک دیا اور پلٹ جانے کے لئے کہا۔ محمد بن حنیفہ نے پوچھا کہ ائے امیر المومنین میں کیوں جنگ سے باز آؤں۔ خدا کی قسم اگر اس کا باپ بھی میدان میں آتا اور مبارز طلبی

کرتا تو میں اس کے مقابلہ کے لئے نکلتا۔ امیر المومنین نے فرمایا خاموش رہو عمر کے حق میں سوائے نیک بات کے کچھ نہ کہنا۔ محمد بن حنیفہ واپس ہو گئے۔ پھر عبداللہ ابن عمر باہر نکلے کچھ دیر تک ایک دوسرے پر حملہ کیا آخر کار عبداللہ ابن سوار غالب آئے اور اسکو نیزے سے مار ڈالا

غرض اس روز بڑی لڑائی ہوئی جو صبح سے شام تک جاری رہی۔ کہتے ہیں کہ اس روز امیر المومنین نے اشتر نخعی سے فرمایا کہ تم کوفہ والوں سے جنگ کرو اور عبداللہ ابن عباس سے کہا کہ تم بصرہ کے لڑنے والوں سے جنگ کرو اور خود امیر المومنین حجاز کے لڑنے والوں کی جانب متوجہ ہوئے۔ کوئی ایسی صف باقی نہ رہی جو آپ کے حملے کی تاب لا کر ٹوٹ نہ گئی ہو۔ شامی اس طرح غرق حیرت تھے کہ بات تک نہ کر سکتے تھے۔ جب معاویہ نے دیکھا کہ لشکر برابر مقابلہ نہیں کر سکتے اور ہر روز مارے جا رہے ہیں تو امیر المومنین کے نام اس مضمون کا خط لکھا کہ جنگ بہت طویل ہو چکی ہے اور بہت لوگوں کا خون بہہ چکا ہے اس کے پہلے میں نے آپ سے التماس کیا تھا کہ ولایت شام مجھے دیدی جائے تو اس پر اکتفا کروں گا۔ بشرطیکہ مجھسے آپ بیعت نہ چاہیں۔ اور اپنی خلافت کے بارے میں میری رضا و رغبت نہ طلب کریں۔ آج بھی میں اس بات پر قائم ہوں اگر آپ ان شرائط کے مطابق برائے مہربانی ولایت شام میرے حوالے کر دیں تو یہ جنگ و خصومت باقی نہ رہے گی۔ اور خونریزی رک جائے گی۔ اگر آپ اس شرط کو قبول فرمالیں تو باعث کمال شفقت ہوگا۔ والسلام

امیر المومنین نے جواب میں لکھا کہ تم نے جو لکھا ہے کہ یہ جنگ بہت طول پکڑ چکی ہے اور نیک لوگ مارے جا رہے ہیں تو بات یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ جنگ اور دراز ہوگی اور نوبت یہاں تک پہونچے گی کہ اب تک جو کچھ ہوا ہے اس کے مقابلہ میں اس کی تو کچھ حیثیت نہ رہے گی۔ اور شام کی ولایت کی کہ تم نے بغیر اطاعت و بیعت درخواست کی ہے اس کے پہلے بھی ایسی ہی استدعا کی تھی لیکن وہ قبول نہیں ہوئی۔ اب تم نے ایسا کون سا حق ثابت کیا کہ پھر ایسی استدعا کر رہے ہو اور یہ جو کہا ہے کہ ہم دونوں عبد مناف کے بیٹے ہیں تو یہ بات صحیح ہے لیکن ہرگز امیہ ہاشم کے مانند نہیں ہو سکے۔

اور عبد المطلب کے ساتھ فن حرب میں برابری نہیں کر سکتے۔ ابو سفیان ابو طالب کے مانند نہیں ہو سکتا اگرچہ تم عبد مناف کی اولاد سے ہو۔ والسلام

جب امیر المومنین کا یہ مکتوب معاویہ کو پہونچا تو انہوں نے جان لیا کہ اس طرح خط و کتابت سے مخاصمت ختم نہ ہوگی۔ دوسرے دن عتبہ کی سرکردگی میں فوج اور خود فوج کے درمیان آئے ایک شخص اہل شام سے جن کا نام عمرو عاص تھا معاویہ کے لشکر سے باہر نکلا اور کہا یا ابو الحسین میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں براہ الطاف باہر نکلئے تاکہ میں ایک گذارش کر سکوں۔

امیر المومنین باہر آئے اور گھوڑے کو اس کے اتنا قریب کر دیا کہ دونوں گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں۔ عمرو عاص نے کہا جو فضیلت اور قرابت کہ آپکو رسول خدا سے ہے وہ ظاہر ہے اور سب کو معلوم ہے اس میں کوئی شخص آپکی برابری نہیں کر سکتا۔ میری عرض یہ ہے کہ یہ جنگ اور مسلمانوں کی خونریزی رک جائے۔

امیر المومنین نے فرمایا کہ آگے بولو۔

اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ عراق کی جانب پلٹ جائیں اور ہم شام کی جانب چلے جائیں اور یہ جنگ ترک کر دیں اس وقت تک کہ کسی بات پر آپ کی رائے قائم ہو جائے۔

امیر المومنین نے فرمایا کہ میں اس طرح مبہم بات پر جنگ کو تعطل میں نہیں رکھ سکتا جب اس نے یہ بات امیر المومنین سے سنی تو وہ نا امید ہو کر پلٹ گیا۔ دوسرے روز پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور شدید جنگ ہوئی جسمیں عمار یاسر شہید ہوئے دوسرے دن جب آفتاب طلوع ہوا تو دونوں لشکروں نے علامت کی گھوڑوں پر زین رکھی جب مقابل ہوئے تو امیر المومنین نے آنحضرت کا زرہ سنگوا کر پہنا اور آنحضرت کی شمشیر حمائل کی اور آپ کی دستار سر پہ رکھی اور آپ ہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر دونوں صفوں کے درمیان آئے اور کہا کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں علی ابن ابی طالب کی جان ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قوم نے دین کے حدود کو معطل کر دیا اور حق تلفی میں کوشش کی تو ہرگز میں قدم اس میدان جنگ میں نہیں

رکھتا۔ لیکن کیا کروں کہ ضرورت تھی کہ اس جماعت کو راہ راست پر لایا جائے لیکن معاملہ اس درجہ پہونچ گیا ہے کہ بجز جنگ و محاربت یہ مہم سر نہ ہوگی۔ مہاجر اور انصار نے کہا کہ اے امیر المومنین جو خدمت کہ دشوار تر ہو وہ ہمارے سپرد کیجیے تاہم اس کو بجا لائیں۔ امیر المومنین نے ان کی تحسین کی اور گھوڑے پر نکلے دس ہزار مسلح امیر کے پیچھے گئے۔ یہاں تک کے معاویہ کے لشکر تک پہونچے امیر المومنین نے فرمایا کہ میں حملہ کرونگا اور تم دس ہزار مرد میری موافقت میں حملہ کرو کہ تمہارا حملہ ایک مرد کی مانند ہوگا۔ یہ کہا اور گھوڑا بڑھایا اور لشکر شام پر حملہ کر دیا ان دس ہزار لوگوں نے بھی بموافقت امیر حملہ کر دیا کئی لوگ مخالف سمت کے مارے گئے ان کے گھوڑوں کے ہاتھوں پاؤں کو کاٹ دیا گیا۔ جس کے خون سے میدان سرخ ہو گیا۔ اور معاویہ کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ عمرو عاص نے کہا کہ اے معاویہ موت حق ہے اور زندگی مستعار ہے۔ اگر علی اس لشکر کے ساتھ رہیں اور آواز دیں تو ان کی آواز پر تمام فوج نکل پڑے گی۔ اشتر نخعی نے اپنے چچیرے بھائیوں کے ساتھ ایسا حملہ کیا کہ اہل شام اس کی جنگ سے متحیر ہو گئے۔ فی الجملہ اس جنگ نے اتنی شدت اختیار کی کہ نماز تک فوت ہو گئی۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ ایسے دن میں جنگ سے منہ موڑنا دین کو پیٹ بتانے کے مانند ہے۔ اول شخص جس نے یہ کلام سننے کے بعد حملہ کیا وہ انصار سے تھا اور اس کا نام ہاشم تھا۔ جو لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ القصہ جنگ اس طور پر چل رہی تھی کہ جو ایک مرتبہ حملہ آور ہوئے تو پھر نہ پلٹے۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کھینچے اور مارنے لگے۔ امیر المومنین نے رات کی تاریکی میں اس جماعت پر حملہ کیا اور آپ کے ساتھیوں نے بھی آپ کے ساتھ حملہ کیا۔ جب کبھی امیر المومنین اپنے ہاتھ سے کسی اہل شام کو قتل کرتے تو تکبیر کہتے۔ جب امیر المومنین کے تکبیرات کو گنا گیا تو وہ پانچسو تئیس (۵۲۳) تکبیرات نکلیں۔ ہر تکبیر پر ایک شخص آپ کے دست مبارک سے قتل ہوا۔ الغرض اس طرح رات میں صبح تک جنگ رہی جب آفتاب طلوع ہوا اسی طرح جنگ قائم رہی۔ اگرچہ دونوں طرف سے چھ ہزار تئیس (۶۰۲۳) تھے جو مارے گئے۔

جنگ بندی کی تدبیر

آخر الامر معاویہ نے عمرو عاص سے کہا کہ یا ابا عبداللہ آج وہ وقت ہے کہ ایسی تدبیر کی جائے کہ یہ لوگ اپنی جان سلامت لے جائیں ورنہ لشکر شام سے کوئی بھی باقی نہ رہیگا۔ عمرو نے کہا کہ اس سے اچھی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ آپ یہ اعلان کریں کہ ہر شخص صحائف قران لائے اور نیزوں پر باندھے۔ ان نیزوں کو ہاتھ میں لیکر اونچا کریں اور آواز دیں کہ اے مسلمانو اگر مسلمان ہو تو دیکھو کہ یہ مصاحف ہم نے اپنے نیزوں پر بسبب عاجزی کے باندھا ہے اور ہم اس کی پناہ لیتے ہیں۔ اس پر ایمان رکھتے ہیں ہم تمہارے ساتھ اس کے مطابق عمل کریں گے۔ تم بھی اگر مسلمان ہو تو ہمارے ساتھ قران پر عمل کرو اور مسلمانوں کی خونریزی کی کوشش نہ کرو۔ عمرو نے کہا کہ معاویہ اگر آپ ایسا کریں گے تو شائد یہ جنگ بند ہو جائے گی۔ معاویہ کو یہ رائے پسند آئی۔ اسی وقت انہوں نے ایسا کیا کہتے ہیں کہ ایک مصحف جو حضرت عثمانؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اس کا حجم بڑا تھا اس کو تمام نیزوں سے اونچے نیزے پر باندھا گیا۔ اور امیر المومنین کے سامنے اس نیزہ کو بلند کیا گیا۔ اور کہا کہ یا علیؑ اہل حجاز و عراق کے ساتھ یہ اللہ کی کتاب ہے اس پر ہم اور تم ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان احکام پر جو اس کتاب میں ہیں اس پر ہم راضی ہیں اور آپ کے ساتھ ہم اس پر عمل کریں گے۔ جب قوم نے عمرو عاص کے اس مکر کو دیکھا تو کئی ہزار مردنے آواز علم بلند کی اور الامان کہا۔ امیر المومنین بذاتِ خود حملہ کر رہے تھے اور آپ کے ساتھی بھی ہر طرف سے حملے کر رہے تھے کہتے ہیں کہ اشعث نے امیر المومنین سے کہا کہ جلدی نہ کیجیئے ہماری بات سنیئے جب تک قدرت ہے کوشش کیجئے کہ یہ راہ راست پر آجائیں۔ اب جبکہ وہ کتاب خدا و سنت رسول پر عمل کرنے کا وعدہ کر رہے ہیں تو جنگ مناسب نہیں ہے امیر المومنین نے عین دارو گیر میں کو جواب دیا کہ اے اشعث تم خود جانتے ہو کہ میری غرض سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ یہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔ لیکن یہ لوگ وہ لوگ نہیں ہیں جن پر اعتماد کیا جا سکے۔ انہوں نے قران کو باہر اس لئے نکالا ہے کہ وہ چاہتے ہیں

کہ اس حیلہ سے ہم کو جبکہ آثار فتح ظاہر ہیں مقابلہ سے روکیں۔ تم تھوڑی دیر خاموش رہو اشعث نے کہا کہ یہ ہرگز مناسب نہیں کہ جو جماعت ہم کو کتاب الٰہی کیطرف بلا رہی ہے ہم اس کی اس پیشکش کو قبول نہ کریں۔ الغرض جب معاویہ کے لشکر نے مصاحف کو نیزوں پر باندھا اور اشعث نے اس بارے میں امیرالمومنین کے ساتھ بات چیت کی وہ امیرالمومنین کے لشکر میں پھیل گیا۔ ہر شخص قسم قسم کی باتیں کرنے لگا امیرالمومنین نے جب مختلف قسم کی باتیں سنیں تو فرمایا کہ میں اس واقعہ کے اول و آخر میں یہی بات کہتا رہا اور کہتا ہوں اور انہیں کتاب خدائے تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ پہلے روز سے اس جماعت کے ساتھ میری یہی بات رہی اور اب بھی ہے اور رہے گی۔ مگر فرق یہ ہے کہ میں کل آمر تھا اور آج مامور ہوں۔ کل میں ناہی تھا اور آج منہی ہوں۔ اس بارے میں کوئی بات نہیں کرسکتا۔ میرا کہنا بجز اس کے نہیں ہے کہ تم لوگ جنگ سے تنگ آچکے ہو اور زندگی کو دوست رکھتے ہو، حق تمہارے ہاتھ میں ہے اور میں تم کو اس کام کی تکلیف نہ دونگا جس سے تم کراہیت کرتے ہو۔ میں نے تم سے مصاحف بلند کرنے کی مصلحت اور اس کا راز بیان کر دیا ہے ان لوگوں نے کہا کہ کسی کو بھیجئے اور اشتر کو جنگ سے واپس بلا لیجئے کہ وہ بھی جنگ میں مصروف ہیں۔ کہتے ہیں کہ اشتر فتح کے قریب پہنچ چکے تھے کہ امیرالمومنین نے کہلا بھیجا کہ جنگ سے ہاتھ روکیں اور جلدی واپس آئیں۔ کہ فتنہ پیدا ہو چکا ہے۔ مجبوراً اشتر پلٹے اور خشم آلود بجانب امیرالمومنین روانہ ہوئے۔ اشعث نے کہا اے اشتر ہم کل اس قوم سے خدا کے لئے جنگ کر رہے تھے۔ اور آج خدا کے لیئے ان سے جنگ ترک کر رہے ہیں۔ اشتر نے کہا خدا کے لئے ایسی بات نہ کہو اور خود کو غلط راستے پر نہ ڈالو مجھے ایک ساعت کی مہلت دو کہ فتح کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ اشعث نے کہا کہ تم کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ قصہ مختصر ان دونوں کے درمیان طویل گفتگو ہوئی اور قریب تھا کہ دوسرا فتنہ پیدا ہو امیرالمومنین درمیان میں آئے اور ان کو تسلی دی اور کہا اے اشتر خاموش رہ گفتگو کا محل نہیں۔ اس قوم کا جو مشورہ ہے ہم کو اس پر راضی ہونا چاہیئے۔

تحکیم

اسی دوران میں ابو الاعور نے معاویہ کے نزدیک سے ایک قران اپنے ہاتھ میں لیئے ہوئے امیرالمومنین کے نزدیک آیا۔ اور کہا ہم نے ایسے کام کو سوچا ہے جو ہمارے اور تمہارے دمیان صلاح پر مبنی ہے اگر ہم اس پر چلیں تو موافقت پیدا ہوگی اور خونریزی رک جائے گی۔ مصلحت کا تقاضہ ہے کہ ہم دو حکم مقرر کریں تاکہ ہمارے اور تمہارے درمیان مطابق کتاب اللہ فیصلہ کردیں۔ ایک حکم ہمارا ہوگا اور ایک آپ کا۔ جب ابوالاعور کی یہ بات سنی تو امیرالمومنین کے ہر جانب سے آواز آئی کہ ہم قران کے حکم پر راضی ہو چکے ہیں۔ ابوالاعور نے کہا **الحمد للہ علی ذالک** اور معاویہ کے لشکر سے چلا۔ وہ لوگ بھی خوش ہوئے۔ اور تلواروں کو نیام میں کر لیا۔ اور ہتھیار رکھدیئے۔ اور دو حکم مقرر کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ اس کے بعد اشعب معاویہ کے پاس گیا اور کہا کہ تمہاری استدعا قبول ہوگئی۔ اب تمہاری کیا مراد ہے۔ معاویہ نے کہا کہ مناسب ہے کہ دو حکم مقرر کریں۔ تم ایک مرد کو اپنی جانب سے معین کرو اور ہم ایک کو مقرر کریں گے۔ یہ حکم جو فیصلہ کریں گے ہم اس پر راضی رہیں گے۔ اشعب نے کہا تم نے بہت اچھا سوچا اور واپس ہوا۔ الغرض یہ بات طئے پاگئی کہ دو حکم مقرر کئے جائیں۔ اور ان کو ایک سال کی مہلت دی جائے تاکہ اس عرصہ میں وہ اس کام کے موافق و مخالف پہلو پر غور کریں۔ اہل شام نے کہا کہ ہم اپنی جانب سے عمر و عاص کو مقرر کرتے ہیں۔ اور اشعب وغیرہ نے کہا کہ ہم موسیٰ اشعری کو حکم مقرر کرنے پر راضی ہیں۔ امیرالمومنین نے کہا کہ میں اس معاملہ میں ان سے راضی نہیں ہوں۔ انہیں حکم مقرر نہ کرونگا۔ اگر حکم بنانا ضروری ہی ہو تو میں عبداللہ ابن عباس کو حکم بناؤں گا۔ اس جماعت نے کہا کہ اس معاملہ میں آپ اور عبداللہ ابن عباس ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔ امیرالمومنین نے کہا کہ اگر ان کو حکم بنانے پر راضی نہیں ہوتے تو اشتر کو حکم بناؤں گا۔ اشعب نے کہا یہ فتنہ کی آگ اشتر ہی کی وجہ سے اٹھی ہے۔ بالآخر امیرالمومنین نے کہا کہ تم لوگ سوائے موسیٰ اشعری کے کسی دوسرے پر رضامند نہیں ہو تو اب میں تم ہی پر

اس معاملہ کو چھوڑتا ہوں۔ اور فرمایا کہ اے خدا تو گواہ رہ کہ میں اس بات سے جو یہ لوگ کہتے ہیں اور کر رہے ہیں بیزار ہوں اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر رہا ہوں اس کے بعد دونوں لشکر کے سربراہ دونوں صفوں کے درمیان آکر بیٹھ گئے۔ اور دبیر یعنی منشی کو طلب کیا عبداللہ بن رافع جو امیر المومنینؑ کے دبیر تھے ان سے امیر المومنین نے کہا کہ لکھو کہ قرار داد امیر المومنینؑ و معاویہ کی یہ ہے۔ یہاں تک فرمایا تھا کہ معاویہ نے کہا کہ اگر آپ امیر المومنین ہوتے تو میں کیوں آپ سے جنگ کرتا۔ امیر المومنینؑ نے کہا کہ الفاظ امیر المومنین نکال دیئے جائیں۔ حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مکہ کے مابین جو قرار داد ہوئی تھی اس وقت آنحضرت نے مجھے بلایا اور کہا اے علی لکھو یہ صلح نامہ ہے جو رسول اللہ اور اہل مکہ کے درمیان، میں ابو سفیان نے کہا اے محمد اگر آپ کی رسالت کا ہم اقرار کرتے ہوتے تو آپ سے جنگ نہ کرتے آپ اپنا نام اور اپنے باپ کا نام لکھنے کے لئے فرمائیے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جس طرح چاہتا ہے اسی طرح لکھو تو میں نے اسی طرح لکھا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اس وقت آنحضرت نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے علی ایک دن ہوگا کہ جس طرح میں نے اپنے آباء کا تبادلہ لکھوایا تو اولاد کا تبادلہ لکھے گا۔ جب کہ آنحضرت نے مجھے اس کی خبر دیدی ہے تو اب اے عبداللہ جیسا کہ معاویہ یہ چاہتے ہیں اسی طرح لکھو۔ اس پر دبیر نے لکھا کہ یہ اقرار ہے جو علی ابن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان اور اہل حجاز شام جو علی و معاویہ کے پسندیدہ ہیں کے درمیان ہورہا ہے کہ ان دونوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی کتاب کے احکام کے مطابق جو شروع سے آخر تک اس کتاب میں ہے، علی و معاویہ کے درمیان عبداللہ بن قیس یعنی ابو موسیٰ الاشعری اور عمرو عاص کو حکم مقرر کرتے ہیں۔ اور جو وہ فیصلہ کریں گے اس پر ہم دونوں راضی رہیں گے۔ اور یہ بھی اقرار کیا کہ اہل عراق عراق کی جانب اور اہل شام شام کی جانب چلے جائیں گے۔ فیصلہ کا اعلان دومۃ الجندل میں ہوگا۔ اور علی اور معاویہ کے درمیان فیصلہ کے لئے ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے۔ والسلام۔

اس اقرار نامہ کی ایک کاپی اہل شام کو اور ایک علیؑ کو دیدی گئی عمر بن عباد کلبی جو معاویہ کا دبیر تھا اس نے اس قرار داد کی نقل لکھی اور اہل عراق کو دیا۔ اور اصلی قرار دادوں کے قطعوں پر علیؑ اور معاویہ نے اپنی اپنی مہریں ثبت کیں۔ امیر المومنین نے منادی کرنے کے لئے فرمایا کہ اہل عراق اپنے وطن کی جانب واپس ہوں۔ اور معاویہ نے اہل شام کو ہدایت دی کہ وہ شام کی جانب چلے جائیں۔ احنف بن قیس نے کہا کہ اے امیر المومنین ابوموسیٰ ایک مرد سلیم ہیں میں نہیں جانتا کہ یہ کام ان سے کس طرح طئے پائے گا۔ امیر نے کہا کہ ایسا ہی ہے لیکن تقدیر کا حکم ہے۔ اس کے مطابق ہوتا ہے وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمرِہٖ القصہ لوگ موضع دومۃ الجندل میں جمع ہوئے عمرو عاص اور ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ بڑی تواضع اور عزت سے پیش آتے۔ ہر دو ایک دوسرے کے نزدیک آتے اور کچھ کھاتے اور کچھ دیر باہم ارباب میں گفتگو کرتے۔ ایک دن عمر نے کہا یا ابوموسیٰ علیؑ و معاویہ دوسری بات کہتے ہیں مصلحت اس میں ہے کہ میں معاویہ کو خلافت سے باہر کروں۔ اور تم علی کو خلافت سے علیحدہ کرو اور ہم دونوں عبداللہ بن عمر کو خلافت دیدیں گے کہ وہ مرد عابد و زاہد ہے۔ اور یہی ایک اچھا تصفیہ نظر آتا ہے ابوموسیٰ نے کہا کہ تم پر خدا کی رحمت ہو تم نے بات اچھی طرح سمجھی عمرو نے کہا کہ پھر یہ بات کون سے دن کہیں گے ابوموسیٰ نے کہا دوشنبہ کا روز مبارک ہے اس ہم لوگوں کو طلب کریں جب جمع ہو جائیں تو ہم منبر پر ایک خطبہ دیں اور ہر دو کو خلافت سے معزول کر دیں۔ عمر نے کہا ٹھیک ہے دوسرے روز جب عمرو عاص اور ابوموسیٰ ایک جگہ جمع ہوئے تو لوگوں کو حاضر ہونے کے لئے منادی کر دی گئی۔ لوگوں کا ایک انبوہ اسی روز جمع ہو گیا کہ سنیں یہ دونوں کیا بات کرتے ہیں اور خلافت پر کس کو مقرر کرتے ہیں اس وقت عمر نے کہا اے ابوموسیٰ تم عثمان کے بارے بارے میں کیا کہتے ہو کہ وہ ظالم تھے یا مظلوم ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ وہ مظلوم تھے عمر نے کہا کہ مارنے والوں کے حق میں تم کیا کہتے ہو کہ ان کو قصاص سے قتل کرنا چاہیئے کہ نہیں ابوموسیٰ نے کہا کہ قاتلوں کی طرح ان کو قتل کر دیا جانا چاہیئے۔ عمر نے کہا کہ اس کی

ولایت کس کو ہوگی کہ قاتلین عثمانؓ کو پھر قتل کریں۔ ابو موسیٰؑ نے کہاکہ اولیاء عثمان کو یہ ولایت ہوگی۔ عمرؓ نے کہاکہ تم کو معلوم ہے کہ معاویہ اولیائے عثمانؓ سے ہیں کہ نہیں۔ ابو موسیٰ نے کہا معلوم ہے عمر نے کہاکہ اے لوگ ابو موسیٰ کی اس بات پر تم سب گواہ رہو۔ تین مرتبہ یہ بات کہی پھر ابو موسیٰ اشعری نے کہا اے عمرو عاصؓ اٹھو اور خطبہ دو اور خلافت سے معزول کرو تاکہ میں علی کو بھی خلافت سے علحٰدہ کروں عمر نے کہا سبحان اللہ مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ آپ سے پہلے منبر پر آؤں اور بات کروں۔ خدائے تعالیٰ نے آپکو ایمان و ہجرت میں مجھ پر مقدم کیا ہے۔ آپ اٹھئے اور جو کچھ فرمانا ہے فرمائے۔ اس کے بعد میں بھی جو بات کرنی ہے کرونگا۔

القصہ ابو موسیٰ اٹھے اور خطبہ کہا۔ حمد الٰہی کے بعد کہاکہ لوگو تمہیں معلوم ہے کہ اس جنگ میں جو علیؓ ابن ابی طالب اور معاویہ بن سفیانؓ نے کی کتنے ہزار لوگ مارے گئے۔ اب تمام مسلمانوں کی اصلاح اور میری رائے یہ ہے کہ علیؓ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے علحٰدہ کردیا جائے اور عبداللہ ابن عمر کے ہاتھ میں زمام خلافت دیدی جائے کہ وہ بزرگ آدمی ہیں۔ تم آگاہ ہو جاؤ کہ میں علیؓ ابن ابی طالب کو خلافت سے باہر کرتا ہوں جیساکہ میں اپنی انگوٹھی کو انگلی سے باہر نکالا ہوں۔ اور انگوٹھی کو انگلی سے باہر کھینچا اور وہ خاموش ہو گئے۔ پھر عمرو عاصؓ اٹھے حمد و ثناء کی اس کے بعد آواز دی کہ اے لوگو جان لو کہ ابو موسیٰ اشعری آنحضرت کے صحابی ہیں انہیں جانب یمن بھیجا گیا تھا۔ صاحب ابو بکر صدیقؓ اور عامل عمر فاروق رہے ہیں اس وقت انہوں نے علی ابن ابی طالب کو خلافت سے باہر کر دیا لیکن میں معاویہ کو خلافت میں لاتا ہوں تم لوگ گواہ رہو یہ بات کہی اور بیٹھ گئے۔ ابو موسیٰ نے کہاکہ اے عمیر تونے یہ کیا کلمہ کہا۔ تمہارے اور میرے درمیان ایسی قرارداد نہیں ہوئی تھی عمر نے کہاکہ جو کہنے کی بات تھی کہدی گئی۔ اور لوگ اس پر گواہ ہو گئے۔ الغرض ان دونوں کے درمیان سخت کلامی ہوئی قریب تھاکہ امیرالمومنینؑ اور معاویہ کے لشکریاں ایک دوسرے سے جنگ کریں آخر مصلح درمیان میں آگئے اور معاملہ

رفع دفع کر دیا۔ ابو موسیٰ شرمندگی سے ایک کونے میں بیٹھ گئے اور عمر مجلس سے باہر نکلے اور معاویہ کے حق میں اثبات خلافت کے حق میں تحریر لکھدی۔ جب یہ واقعہ امیر المومنین کی سماعت میں آیا تو فرمایا کہ ابو موسیٰ اس کام کے اہل نہیں ہیں۔ اب اس وقت یہ درست ہوگا کہ ایک سال کی مدت گذر نے سے پہلے ہم جنگ کریں۔ جب یہ میعاد گذر جائے تو پھر برسر جنگ ہوں گے۔ اور دیکھیں گے کہ کیا صورت پیش آتی ہے۔ واللہ غالب علیٰ امرہٖ

واقعات مابعد

فوج کے سربرآوردہ لوگ امیر المومنین کے پاس آئے اور کوفہ کو واپسی کے بارے میں عرض کیا امیر المومنین نے اجازت دیدی اور اہل فوج واپس ہو گئے۔ معاویہ بھی شام کیجانب روانہ ہو گئے امیر المومنین نے جنگ صفین سے واپس ہو کر کوفہ میں قیام فرمایا۔ معاویہ نے اپنے لشکر کو اطراف واکناف میں بھیجا تاکہ لوگوں کو اپنی بیعت کی جانب بلائیں الغرض لشکریوں نے ان لوگوں کو تہدید کے ساتھ معاویہ کی بیعت کی دعوت دی اکثر لوگ اپنی جان اور مال کے اندیشہ سے بیعت کیئے۔ الغرض امیر المومنین کے لشکر کے لوگ بھی متابعت سے اپنا پاؤں باہر کھینچ کر جوق جوق نکلے اور معاویہ سے آملے۔ اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا کہ منادی کی جائے۔ جب لوگ جمع ہوئے تو آپ نے خطبہ دیا اور جنگ کے لئے ترغیب و تحریص دی کسی شخص نے جواب نہ دیا اور امیر کی دعوت قبول نہ کی امیر نے تین دفعہ خطبہ دیا لیکن کسی نے اس کو قبول نہ کیا۔ اس کے بعد امیر منبر سے اترے اور اپنی قیام گاہ واپس ہو گئے۔ بہر حال اسی طرح معاملہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ فرمان حق پہونچا یعنی آپ راہی دار البقاء ہوئے۔ راویان اخبار کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین سریر خلافت پر متمکن ہوئے تو ایک مکتوب حبیب ابن الحبیب کو جو حاکم یمن تھے اس مضمون کا لکھا کہ اے حبیب ہر شخص پر جو کسی مقام کا حاکم مقرر ہو اور وہاں کے لوگوں کے درمیان انصاف نہ کرے تو خدائے تعالیٰ قیامت میں اس کے ہاتھ گردن پر باندھ کر اٹھائے گا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ قیامت کے روز

گرفتاری سے بچو تو چاہیئے کہ تم آج عدل و انصاف کرو۔ یہ بھی فرمایا کہ اے حبیب جب میرا مکتوب تمہیں پہونچے تو ان لوگوں کو جو تمہارے نزدیک ہوں پڑھ کر سنا دو اور جب وہ رضامندی سے تمہاری بیعت کریں تو ان میں سے دس افراد کو جو عقلمند اور فصیح ہوں میرے نزدیک بھیجو۔ کہتے ہیں کہ جب یہ نامہ حبیب کو پہونچا تو انہوں نے بوسہ دیکر آنکھوں پر رکھا۔ اور فرمایا کہ منادی کی جائے۔ اور جب لوگ مسجد میں حاضر ہوئے تو حبیبؓ منبر پر آئے اور خطبہ دیا اور کہا کہ لوگو تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مہاجر اور انصار نے عثمان کو قتل کیا اور امیرالمومنین سے بیعت کی۔ اب تم ان کی بیعت کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ لوگوں نے رونا شروع کیا اور کہا کہ ہم ان کے حکم کے مطیع رہیں گے۔ پس حبیب نے تمام لوگوں سے بیعت لی اور فرمایا کہ امیرالمومنین نے فرمایا کہ تم میں سے دس لوگ جو عاقل اور فصیح ہوں ان کی خدمت میں بھیجے جائیں اور ان میں سے دس افراد کو منتخب کیا ان میں سے ایک عبدالرحمٰن ابن ملجم تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بصرہ کا رہنے والا تھا جو کوفہ میں امیرالمومنین کے لشکر میں آیا۔ غرض ان میں سے ہر ایک امیرالمومنین کے پاس تحفہ لایا اور حضرت علی علیہ السلام نے قبول فرمایا۔ ابن ملجم کے پاس ایک تلوار تھی جو نہایت قیمتی تھی اس نے وہ تلوار پیش کی۔ امیرالمومنین نے منہ پلٹا لیا اور اس کا تحفہ قبول نہ کیا۔ انجام کار وہ تنہائی میں) امیرالمومنین سے ملا اور عرض کیا اے امیرالمومنین کیا بات ہے کہ میرے ساتھیوں سے آپ نے تحفہ قبول کیا اور میرا تحفہ قبول کرنے سے آپ نے ہاتھ روک لیا۔ ایسی تلوار جو تمام عرب میں نہیں ہے آپ نے مجھ سے نہ لی۔ امیر نے فرمایا کہ میں کس طرح تیری تلوار لوں کہ تو مجھے اسی تلوار سے قتل کرے گا۔ جب ابن ملجم نے یہ بات سنی تو زمین پر گر پڑا اور کہا اے امیرالمومنین ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ آپ حکم دیجیئے کہ میرے دونوں ہاتھ کاٹ دئے جائیں یا مجھے قتل کر دیا جائے۔ امیرالمومنین نے کہا کہ میں کس طرح قصاص لے سکتا ہوں جبکہ ابھی کوئی فعل تجھ سے سرزد نہیں ہوا۔ اور فرمایا کہ اس راز پر تو ہی مطلع ہوگا اور تیری رائے اور ارادہ سے دوسرا شخص واقف نہ ہوگا۔ خدا کی قسم تیری

طفولیت میں تربیت کرنے والی ایک یہودی عورت تھی ابن ملجم نے کہا کہ واقعی ایسا ہی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وہ یہودی عورت مجھ سے خفا ہوگئی۔ تیری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے حضرت صالح کی ناقہ کو مار ڈالا۔

شہادت علی

جب امیرالمومنین نہروان [illegible] جنگ سے فارغ ہوئے اور کوفہ کی طرف رخ کیا تو فرمایا کون ہے جو کوفہ جائے اور فتح کی خبر کوفیوں کو پہونچائے۔ ابن ملجم جو ہمیشہ جنگ میں حاضر تھا سامنے آیا اور کہا کہ اے امیرالمومنین اگر آپ فرمائیں تو میں کوفہ والوں کو یہ خبر سنادوں۔ امیرالمومنین نے کہا جاؤ تم اپنا کام کروگے۔ جب کوفہ پہونچا تو بازار اور محلات کی گشت لگائی اور بآواز بلند امیرالمومنین کی فتح کی خبر لوگوں کو سنادی یکایک محلہ میں ایک مکان کے دروازے پر پہونچا جہاں سے [illegible] کی آواز سنی اور اس مکان کے دروازے پر کھڑا ہوگیا۔ اور دل میں کہا کہ گھر والوں کو غنا اور سرور سے منع کرونگا اور آواز دی اور اہل خانہ کو اس سے روکا عورتیں گھر سے باہر نکل آئیں اور ان میں ایک عورت بہت حسین تھی اور جس کا نام قطامہ تھا۔ جب ابن ملجم کی نظر اس پر پڑی تو عشق کا شعلہ اس کے سینے میں بھڑک اٹھا اور قطامہ کے نزدیک آیا اور کہا کہ اے دلآرام تو کون سی قوم اور قبیلہ کی ہے کہا قبیلہ تمیم سے ہوں۔ کہتے ہیں کہ وہ قبیلہ خوارج سے تھا جس کو نہروان کی جنگ میں امیرالمومنین نے قتل کر دیا تھا اسکے ماں باپ اور بارہ قرابت کے لوگ اس میں مارے گئے۔ ملجم نے کہا اے نازنین تو بیوہ ہے یا شوہر والی ہے۔ اس نے کہا میرا شوہر نہیں ہے پھر پوچھا کیا تم مجھ سے رغبت کرنے لگے ہو۔ اس عورت نے کہا میرے ساتھ آؤ تاکہ میں اپنے اولیاء سے مشورہ کرلوں۔ پھر اپنے مکان میں آئی اور خود کو زیور سے آراستہ کیا اور پھر باہر نکلی اور کہا کہ میرے اولیا راضی نہیں ہیں کہ میں تیرے حبالۂ عقد میں آؤں مگر وہ لوگ اتنا بڑا مہر مانگتے ہیں کہ تجھ سے ادا نہ ہو سکے گا۔ عبدالرحمٰن نے کہا وہ کیا مہر ہے بیان کرتا کہ میں غور کروں۔ قطامہ نے کہا کہ میرے تین شرائط ہیں اول تیس ہزار دینار نقد، دوسرے ایسی کنیز جو حسین اور مغنیہ [illegible] جائے تیسرے

علی ابن ابی طالب کو قتل کرے۔ ابن ملجم نے کہا کہ روپیہ اور کنیز کی شرائط میں قبول کرتا ہوں لیکن علی کا قتل ایک مشکل کام ہے کیونکہ وہ مشرق اور مغرب کے مشہور شہسوار اور عرب کے بڑے بڑے بہادروں کو شکست دینے والے ہیں۔ قطامہ نے کہا کہ میں مال اور کنیز سے دستبردار ہوتی ہوں لیکن علی کے قتل سے درگزر نہ کروں گی۔ تاوقتیکہ میں اپنے کنبے کے لوگوں ماں باپ اور بھائیوں کے خون کا بدلہ ان سے نہ لوں۔ اس وقت میری واحد شرط علی کا قتل ہے اگر تمہیں میرے وصل کی آرزو ہے تو اس کام کو قبول کرو وگرنہ سمجھ لو کہ تم مجھے دوسری بار نہ دیکھ سکو گے۔ میں تمہارے ساتھ چند دوسرے لوگوں کو بھی کر دوں گی۔ جو اس کام میں تمہارے مدد و معاون ہوں گے۔ ابن ملجم نے جب یہ بات سنی تو اس کی آتش نفاق شعلہ مارنے لگی۔ اور دل میں کہا اللہ اکبر امیر کی بات درست نکل رہی ہے۔ جو کچھ انہوں نے مجھ سے کہا تھا وہ اب ظاہر ہو رہا ہے گویا میں اس شہر کو صرف امیر کے قتل کے لئے آیا ہوں۔ پھر کہا اے قطامہ میں اس شرط کو قبول کرتا ہوں اور ان کے قتل پر میں نے کمر باندھ لی ہے اگر میں انہیں قتل کر دوں اور اس مہم کو جلد سر کر دوں تو کیا تو راضی ہو جائے گی تو قطامہ نے کہا ہاں۔ میں ایک جماعت کو بھی طلب کروں گی جو اس کام میں تمہاری مدد کریں۔ اب اپنی تلوار میرے نزدیک رکھ تاکہ اس شرط سے تو روگردانی نہ کر سکے اور جلد واپس آئے۔ ابن ملجم نے اپنی تلوار اس کو دی اور امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس مقام پر جہاں امیر فتح نہروان کے بعد واپس ہوئے تھے اہل کوفہ امیر کے استقبال کے لئے نکلے تھے۔ لوگ آپ کو مبارکباد دے رہے تھے امیر نے سواری بڑھائی اور کوفہ کی مسجد کو پہنچے اور سواری سے اتر پڑے مسجد میں قدم رکھا دو رکعت نماز پڑھی آپ کے فرزند و محبان اور اشراف کوفہ پر حاضر تھے۔ امیر المومنین منبر پر آئے اور ایک بلیغ خطبہ دیا اور لوگوں کو عقوبت الٰہی سے ڈرایا پھر نیچے آ گئے۔ منبر سے سیدھے جانب دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام نظر آئے پوچھا کہ اس مہینہ سے اب کتنے دن رہ گئے ہیں۔ سید الشہداء نے کہا کہ سترہ دن امیر المومنین نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ اس

ماہ میں شقی میرے سر کے خون سے اس داڑھی کو رنگین کریں گے۔ جب ابن ملجم نے امیر کی یہ بات سنی تو لرزنے لگا۔ اور کہا خدا سے پناہ چاہتا ہوں اس بات سے جس کی نسبت آپ مجھ پر گمان کرتے ہیں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ حکم دیں کہ میرے ہاتھوں کو کاٹ ڈالے یا مجھے مار ڈالے۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ تو نے ابھی قتل نہیں کیا ہے کہ قصاص کا حکم دیا جائے۔ رسول خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا قاتل قبیلہ مرادؔ سے ہوگا۔ تو اپنی مراد کے لئے ضرب لگائے گا لیکن مراد کو نہیں پہونچے گا۔

القصہ امیر منبر سے اترنے کے بعد امام حسن علیہ السلام کے مکان کو تشریف لے گئے، وہاں افطار کیا اور ایک رات امام حسین علیہ السلام کے مکان میں ٹھہرے اور افطار کیا لیکن تین لقموں سے زیادہ تناول نہیں فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ اے امیر آپ نے کھانا زیادہ نہیں کھایا۔ فرمایا کہ وہ دن قریب پہونچا ہے کہ میں درگاہ خداوندی میں حاضر ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب خدا کا حکم پہونچے تو میں آلودہ نہ رہوں۔

اس شب میں ابن ملجم قطامہ کے گھر کو گیا۔ تمام رات شراب پی کر مست و بیخود پڑا رہا۔ جب صبح کا وقت قریب پہونچا تو قطامہ نے اس کو بیدار کیا اور کہا کہ اٹھ کہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ابن ملجم اٹھا اور زہر آلود تلوار حمائل کی اور شبیب بن آبجہ کے ہمراہ ۱۹؍ رمضان کو متوجہ مسجد امیر المومنین ہوا کہتے ہیں کہ امیر اس رات تمام شب عبادت کرتے رہے اور ہر ساعت صحن میں آتے آسمان کی طرف دیکھتے اور کہتے کہ ہرگز رسول خدا نے غلط نہیں کہا۔ پھر میرے قاتل کو میرے قتل سے کیا چیز روک رہی ہے یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت آگیا اور آپ نے اپنی کمر مضبوط باندھ کر باہر نکلنے کا ارادہ کیا۔ گھر میں جو چند بطخ تھے سامنے آئیں اور فریاد و فغان امیر المومنین سے دامن کو پکڑ لیا گھر کے باہر نکلنے سے روک رہی تھیں۔ زینب و کلثوم دونوں امیر کی صاحبزادیوں نے چاہا کہ ان بطخوں کو ہٹائیں۔ امیر المومنین نے کہا کہ ان سے اپنا ہاتھ روک لو

یہ فراق اور محبت سے مجھے روک رہی ہیں۔ الغرض امیر مسجد کی جانب روانہ ہوئے جب مسجد کے دروازہ پہ پہونچے تو اذان دی لوگوں کو نماز کے لیۓ بلایا اور قدم مسجد میں رکھا۔ نماز کے لیۓ کھڑے ہوئے جب تحیۃ المسجد سے فارغ ہوئے تو آپ نے سونے والوں کو بیدار کیا۔ ابن ملجم اپنے منہ کے بل سو رہا تھا۔ آپ اپنے قدم مبارک سے اس کو ٹھوکر لگائی۔ اور کہا نماز کے لیۓ اٹھ اور پھر اس سے گذر کر محراب کے سامنے آئے اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ ابن ملجم اٹھا اور تلوار نکالی اور امیر المومنین کے اس مقام پہ ضرب لگائی جس پر غزوہ خندق کے دن زخم لگا تھا۔ جب اس زخم کے مقام پر ضرب لگی تو سر مبارک میں شگاف ہو کر بھیجہ باہر نکل آیا۔

امیر المومنین نے آواز دی فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ یعنی خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ ابن ملجم نے جب یہ آواز سنی تو مسجد سے باہر بھاگا اور کوفہ میں شہرت ہو گئی کہ امیر المومنین مارے گئے۔ اہل کوفہ یکبار کی مسجد کی طرف دوڑے ہر دو شہزادہ کونین مضطرب الحال مسجد پہونچے اور اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا کہ محراب کے سامنے پڑے ہوئے ہیں۔ اپنے باپ کے قدموں پر شاہزادے گر پڑے اور کفِ پا کو بوسہ دیا۔ امیر المومنین نے اپنے ہاتھ سے اپنے سر کے خون کو لیکر اپنا داڑھی پر مل لیا اور کہا کہ میں نے اسی حال میں رسول خدا کو دیکھا تھا اور دیکھ رہا ہوں اور اسی حال میں میں اپنے چچا سید الشہداء امیر حمزہ کو دیکھ رہا ہوں اور اسی صورت میں اپنے بھائی جعفر طیار سے مل رہا ہوں۔

امام حسن امام حسین علیہما السلام رو رہے تھے اور واویلا اور وامصیبتاہ کہہ رہے تھے۔ اس کے بعد ایک نے کہا اے امیر المومنین کس نے یہ کام کیا؟ فرمایا صبر کرو کہ اس کا چچازاد بھائی اسکو گھر سے لا رہا ہے کہتے ہیں کہ ابن ملجم مسجد سے بھاگ کر چچازاد بھائی کے گھر گیا تھا۔ اور اپنے ہتھیار جسم سے اتار رہا تھا کہ اس کے چچازاد بھائی نے اس کا گریبان پکڑ کر کشاں کشاں مسجد لے آیا۔ جب اس اثنا میں صبح ہو گئی تو امیر المومنین نے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ لوگوں کے

ساتھ نماز ادا کرو اس کے بعد فرمایا کہ ابن ملجم کو قید خانہ بھیج دو جب تک میں زندہ رہوں جو کچھ میں کھاؤں اس کو وہی دینا۔ اگر میں زندہ رہوں تو جس بات کی میری رائے متقاضی ہوگی اس پر عمل کرونگا۔ اور اگر میں فوت ہو جاؤں تو اس کو ایک ضرب سے زیادہ نہ مارنا کہ اس نے مجھے ایک ہی ضرب لگائی ہے۔ اس کے بعد امیر المومنین کو ایک کملی میں لٹا کر مسجد سے باہر لائے اس وقت صبح صادق ہو چکی تھی۔ جب گھر میں لائے تو گھر سے نالۂ و بکار کی آواز نکلی اور بنی فاطمہ واابتاہ واابتاہ کا نعرہ مارنے لگیں۔

ایک ایک فرزند آتے تھے اور اپنے پدر بزرگوار کے پاؤں پر گرتے اور بوسہ دیتے۔ اور امیر المومنین ایک ایک کو اپنے بغل میں لیتے تھے اور ان کے سر اور منہ پر بوسہ دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ صبر کرو میں آنحضرت علیہ السلام کے نزدیک جا رہا ہوں میں نے ان راتوں میں آنحضرت کو خواب میں دیکھا کہ اپنی آستین مبارک سے میرے منہ سے غبار صاف کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے علیؑ جو کچھ تم پر فرض تھا تم بجا لائے۔ یہ میرا خواب اس پر دلالت کرتا ہے کہ عنقریب میری روح نکلنے والی ہے۔

گھر گھر سے جرّاح آئے لیکن انہوں نے کہا کہ یہ زخم چنگا ہونے والا نہیں ہے۔ جب اہل بیت نے یہ بات سنی تو پھر دوبارہ مکان سے نالۂ و بکار و فریاد کی صدا بلند ہوئی۔

القصہ یہ واقعہ شب جمعہ ۱۹ رمضان کا تھا امیر المومنین نے اتوار کی شب میں ۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ کو وفات پائی۔ اور ان دو دنوں میں وصیت نامہ لکھا اور اہل بیت کو تفویض کیا جب اتوار کی رات آئی تو فرمایا کہ مجھے حجرۂ خاص میں لے چلو اور ام کلثوم سے فرمایا کہ میرے منہ پر چادر اڑھا دو۔ ہر دو شہزادۂ کونین دروازے کے باہر بیٹھے رہے راوی کا بیان ہے کہ جب امیر المومنین کو حجرہ میں لے گئے تو یکایک لا الٰہ الا اللہ کی آواز سنائی دی۔ شہزادوں کو ضبط و تحمل کی تاب نہ رہی۔ دروازہ کھول دیا اور حجرہ میں گئے۔ دیکھا کہ امیر المومنین واصل بحق ہو چکے ہیں۔ امام حسنؑ نے آپ کے

کف پا پر بوسہ دیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی وقت میں نے سنا کہ ہاتف نے کہا کہ باہر چلے جاؤ اور اس بندہ کو خدا کے سپرد کر دو۔ لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب باہر گئے تو گھر کے اندر آواز آئی کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم گزر چکے تھے اب ان کے جانشین بھی شہید ہو گئے۔ اقامت دین اور امت کی ہدایت و حفاظت کون کریگا دوسرے نے کہا جو ان کی سیرت اختیار کرے گا۔ اور ان کی پیروی کرے گا جب آواز رک گئی ہم اندر آئے اور دیکھا کہ امیر المومنین کو غسل دے کر کفن پہنا دیا گیا ہے۔ ہم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے بعد آپ نے جو وصیت فرمائی تھی کہ جب میں دنیا سے گذر جاؤں تو مجھے ایک چٹائی پر رکھ کر باہر لے جا کر ایسی جگہ پہونچا دو جہاں تم کو ایک سفید پتھر نظر آئے جس سے نور چمکتا رہے گا۔ اس کو کھودو وہاں تم کشادگی پاؤ گے۔ مجھے اس جگہ دفن کر دو۔ اس وصیت کے مطابق امیر المومنین کو اس جگہ جس کو اب نجف کہتے ہیں ہم نے دفن کر دیا اور آپ کی قبر کو چھپا کر زمین ہموار کر دی کہ کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ لیکن بجز اہل بیت کی ایک جماعت کے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ امیر المومنین کی قبر کو اس طرح پوشیدہ رہی یہاں تک خلفاء عباسیہ کا زمانہ آیا۔ مامون نے اس جگہ کو زیارت گاہ بنایا اور جب تک زندہ رہا ہر سال زیارت کے لئے آیا کرتا تھا۔ صاحب صواعق کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین نے رحلت پائی تو حسن، حسین، عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم غسل دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور محمد بن حنفیہ پانی ڈال رہے تھے۔ اور آپ کو کفن پہنایا۔ امام حسن نے نماز پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں۔ اور دار الامارت میں یا اس جگہ جہاں اب لوگ زیارت کرتے ہیں یا آپ کے مکان کے مابین دفن کر دیا۔ اور ان کی قبر اس خوف سے ظاہر نہ کیا کہ کہیں خوارج آپ کو قبر سے برآمد نہ کر لیں۔ بعض کہتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام اپنے والد کو وہاں سے مدینہ طیبہ منتقل کیا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب امیر شہید ہوئے تو ان کو ایک اونٹ پر مدینہ شریف لائے تاکہ آنحضرت علیہ السلام کے نزدیک دفن کریں۔ اثنائے راہ میں

اونٹ کہیں غائب ہو گیا معلوم نہ ہوا کہ یہ کس طرف چلا گیا کسی شخص کو اس اونٹ کا پتہ نہ ملا۔ اس بنا پر اہل عراق کہتے ہیں کہ امیر ابر میں ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اونٹ بلاد طیی کی طرف گیا اور وہیں آپ دفن کیئے گئے۔

مختصر یہ کہ امیر المومنین کی ۶۳ سال کی عمر تھی جبکہ آپ نے شربت شہادت نوش کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ۵۸ سال کی عمر تھی اور بعض ۵۷ سال بیان کرتے ہیں یہ بھی روایت ہے کہ جب امیر المومنین کو زخم پہونچا تو آپ نے اپنے فرزندوں کو طلب کیا اور کہا کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم خدائے تعالیٰ کی طاعت اور تقویٰ اختیار کریں اور دنیا طلب نہ کریں۔ اگرچہ دنیا تم کو طلب کرے۔ خدا کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہ کرو۔ کچھ اور باتیں بھی فرمائیں اور اس کے بعد کوئی بات نہ کی بجز لا الہ الا اللہ کے یہاں تک کہ آپ نے رحلت فرمائی۔

کرم اللہ وجہہ صلواۃ اللہ وسلامہ

ذکر شریف

قرۃ العین مصطفیٰ جگر گوشہ مرتضیٰ شاہ اولیا امام الا مام امیر المومنین ابی محمد الحسن المجتبیٰ صلواۃ اللہ وسلامہ علیہا وعلی جدہ وآلہ

ولادت باسعادت

آپ ائمہ آل عبا میں چوتھے اور ائمہ اثنی عشر میں امام دوم اور اعتبارات اربعہ الہیہ میں باصطلاح فیہ چوتھے ہیں۔ صاحب رفیقۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت سنہ ۳ھ میں ہوئی۔ اسماء بنت عمیس کہتی ہیں جب اختر تابندہ امام حسن برج ولادت سے طلوع ہوا اور آنحضرت علیہ السلام کو اطلاع ہوئی تو آپ فوری تشریف لائے اور اسماء سے کہا میرے فرزند کو لاؤ میں شاہزادے کو ایک زرین کپڑے میں لپیٹ کر لائی اور آنحضرت کے گود میں رکھ دی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھے کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی اس کے بعد امیر المومنین سے پوچھا کہ ان کا کیا نام رکھوں۔ امیر نے کہا یا رسول اللہ میں اپنے فرزند کا نام رکھنے میں آپ سے سبقت نہ کروں گا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے بھی اس معاملہ میں سبقت نہیں کی۔ اسی وقت جبرئیل اترے اور کہا یا محمد حق تعالیٰ نے آپکو سلام کہا ہے اور فرماتا ہے کہ علی کی آپ کے ساتھ وہی منزلت ہے جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کی تھی۔ لہٰذا اس بچے کا نام بھی ہارون کے بچے کا نام رکھا جائے۔ آنحضرت نے فرمایا یا اخی ہارون کے فرزند کا کیا نام تھا جبرئیل نے کہا کہ خواجۂ عالم، پہلے فرما چکے ہیں یہ نام عرب نہیں ہے — جبرئیل نے کہا یا محمد لغت عربی میں اس کے معنی ہیں "حسن" لہٰذا "حسن" نام رکھا۔ اور ساتویں روز عقیقہ کیا۔ اور سر کے بال تراشے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ میں دی۔ امام حسن علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سینے سے گردن تک زیادہ مشابہ تھے۔

خلافت

امیر المومنین کے بعد دوسرے روز بتاریخ ۲۲ رمضان ۴۰ھ اپنے پدر بزرگوار کی جگہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور مسجد کوفہ میں منبر پر چڑھ کر بلیغ خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ اے لوگو جو جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے میں مومنوں کو بشارت دینے والے اور منافقوں کو ڈرانے والے پیغمبر کا نواسہ اور علی مرتضیٰ کا فرزند ہوں۔ میری ماں فاطمۃ الزہرا ہیں میرے جدّ نے تمھیں براہ راست دعوت دی اور میرے والد نے تم کو راہ ہدایت کی جانب بلایا میں بھی تم کو دعوت حق دیتا ہوں اس کے بعد عبداللہ ابن عباس اٹھے اور کہا اے لوگو یہ تمہارے رسول کے فرزند اور تمھارے امام و رہبر کے پسر ہیں۔ ان سے بیعت کرو اور ان کی امامت کا اقرار کرو۔ سب نے کہا سمعنا، و اطعنا۔ امام منبر سے اترے اور ایک شخص کو بھیجا کہ ابن ملجم کو قید خانے سے لائے۔ منبر کے سامنے بیٹھے امام حسن علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کی وصیت کے بموجب ایک ضرب شمشیر اس کی گردن پر لگائی جس سے اس کا سر گر پڑا۔ اور لوگ اس کو مسجد سے باہر لے گئے اور ایک بورے میں لپیٹ کر جلا دیا۔ اس کے بعد لوگوں نے جوق در جوق حضرت سے بیعت کی۔ پہلے شخص جنھوں نے قدم اخلاص بیعت میں رکھا سعد ابن عمارہ تھے۔

امیر معاویہ کی مخالفت

جب امیر المومنین کی شہادت کی خبر معاویہ کو پہونچی تو انھوں نے فوج جمع کی۔ اور سلطنت کے اطراف و اکناف میں بھیجا جس نے حملہ کر کے عراق، یمن اور بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ معاویہ نے ان کی تنخواہوں اور عطایا میں اضافہ کیا جس سے لوگ ان کی طرف رجوع اور ان کے موافق ہو گئے۔ اس کے بعد ولایت شام سے کثیر لشکر کے ساتھ بغاوت اختیار کی اور جوق جوق لشکر کے پیچھے پیچھے آئے اور جو کچھ ہاتھ لگا اس کو لوٹ لیا۔ جب شاہزادہ کونین نے اس طرح کا حال دیکھا تو منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ نیک نصیحت کی اور جنگ کی ترغیب دی لیکن کسی شخص نے آمادگی ظاہر نہیں کی۔ دوسرے روز امام برحق نے سوار ہو کر مدائن کا کیا۔ اثنائے راہ میں جراح بن

قیس نے آپ کی ران پر خنجر سے وار کیا جس کا زخم ہڈی تک پہونچ گیا۔ اس کے بعد امام قصر مدائن میں اتر کر علاج میں مشغول ہوئے اور بالآخر شفا پائی جب امام نے دیکھا کہ کوفہ والوں نے آپ کے والد بزرگوار کے ساتھ کس طرح سلوک کیا مجبوراً عبداللہ بن حارث کو بلایا جو معاویہ کا بھانجہ تھا۔ اور فرمایا کہ تم کو معاویہ کے پاس جانا چاہئے۔ میری جانب سے معاویہ سے کہنا کہ اگر تم کو بندگان خدا کی زندگی عزیز ہے تو میں یہ کام تمھارے تفویض کر دونگا۔ اور تمہاری متابعت کروں گا ورنہ تمھارے دل میں جو آئے کرو۔ جس طرح مجھ سے ہو سکے گا میں تم سے مقابلہ کی کوشش کروں گا۔ اور جہاں تک ممکن ہو تم کو ہٹانے کی سعی کروں گا۔ حتیٰ یحکم اللہ بیننا وھو خیر الحاکمین۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن حارث نے معاویہ کے پاس جا کر امام کا پیام من وعن پہونچا دیا۔ معاویہ خوش ہو گئے اور کہا کہ حسن بن علی سے جا کر کہو کہ آپ کا جو مقصد ہو گا میں اس کو قبول کروں گا۔

عبداللہ نے کہا کہ امام حسن علیہ السلام نے چند شرائط کی درخواست کی ہے جن کے قبول کئے جانے پر وہ تمہاری خلافت قبول کرلیں گے۔ پہلی شرط یہ کہ اگر تمھاری ان کے قبل وفات ہو جائے تو پھر خلافت ان کی طرف لوٹ جائے گی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس مدت تک تم خلیفہ رہیں پانچ لاکھ درہم کی امداد بیت المال سے دیا کریں کہ دارالبجر اور فارس کا خراج مجھے ملے۔ معاویہ نے جواب دیا کہ مجھے یہ تمام شرائط قبول ہیں۔ چنانچہ ایک کاغذ پر اپنی مہر ثبت کر دی اور عبداللہ کو دیکر کہا کہ اس پرزہ کاغذ کو حسن بن علی کے پاس لیجاؤ اور کہو کہ اس کاغذ پر چند سطور آپ سے حسب منشاء وشرائط کے مطابق تحریر کر دیں۔ اور آپ سے لوگوں کی ایک جماعت کی اس پر گواہی بھی لے لیں عبداللہ یہ کاغذ لے کر امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاویہ نے جو کچھ کہا تھا اس کو سنا دیا۔ حضرت نے معاویہ کا بیان سنکر فرمایا کہ میں نے یہ جو شرط رکھی تھی کہ معاویہ کی وفات کے بعد خلافت ہماری طرف عود کرے گی تو ہم کو اس کے طالب نہ ہونا چاہیے۔ اگر ہم خلافت کے طالب ہوتے تو آج ان کو نہ دیتے۔ اس لیے کہ خلافت ونیابت رسول خدا تیس سال تک رہے گی اور وہ میرے باپ پر ختم ہو گئی جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخلافة من بعدی ثلثون ثم یصیر ملکا عضوضا یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہے اس کے بعد

ایسا بادشاہ لے گا کہ جس سے بہت کم کوئی شخص سلامت رہے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ خود پایۂ امارت میں لا گھوں اور جہاں تک سالانہ خراج کا تعلق ہے مجھے اس کی بھی آرزو نہیں ہے میں اسکو بھی معاویہ کے لیے چھوڑتا ہوں اور میں اس کی متابعت کرونگا۔ اس کے بعد اپنے دبیر کو بلایا اور فرمایا لکھو کہ صلحنامہ ہے مابین حسن بن علی و معاویہ بن سفیان بایں اقرار کہ خلافت امارت معاویہ کے لیے چھوڑ دی گئی۔ بایں شرط کہ ان کی وفات جب نزدیک آپہونچے تو وہ اسکو کسی کے حوالے نہ کریں۔ بلکہ خلافت کے معاملے کو شوریٰ پر چھوڑ دیں۔ تاکہ اکابر جمع ہوں اور اس شخص کو مقرر کریں جس کا تقرر ان کو مناسب معلوم ہو دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ نیک برتاؤ کیا جائے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اہل بیت امیرالمومنین جہاں بھی ہوں معاویہ سے محفوظ رہیں۔ والسلام

الغرض صلحنامہ لکھا گیا اور اسپر اعیان اصحاب گواہ ہوئے۔ اس اثنا میں معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ کوفہ پہونچے اور قصر امارت میں اتر کر ایک شخص کو بھیجا اور امام حسن علیہ السلام کو بلایا تاکہ وہ ان کی بیعت کریں۔ امام کونین معاویہ کے نزدیک گئے اور ان کی بیعت کی۔ معاویہ نے کہا کہ حسین ابن علی کو بھی بلاؤ تاکہ وہ بھی بیعت کریں امام حسن نے فرمایا کہ اے معاویہ حسین سے دست برداری کرو کہ حسین تمھاری بیعت نہ کریں گے یہاں تک کہ ان کو مار ڈالا جائے اور ان کو مار ڈالا نہیں جاسکتا جب تک انکے اہل بیت کو نہ مار دیا جائے۔ اور یہ ناممکن ہے جب تک کہ ان کی جماعت کو قتل نہ کر دیا جائے اگر تمام لشکر بھی اس کام کے لئے مقرر کیا جائے تب بھی یہ کام پورا نہ ہوگا۔ جب معاویہ نے یہ بات سنی تو امام حسین کو بلانے اور ان سے بیعت لینے کا ارادہ ترک کر دیا۔

امام کی خطابت

دوسرے روز امام حسن علیہ السلام بطور سنت سلام معاویہ کے پاس گئے فوج شام کے امیران عساکر موجود تھے۔ معاویہ نے حضرت کی جانب متوجہ ہو کر کہا یا ابا محمد آپ بڑے جوانمرد ہیں آپ نے وہ کام کیا کہ خاندان نبوت کے کسی شخص نے نہیں کیا۔ اگر آپ قرین مصلحت سمجھیں تو چند کلمے فرمائیں تاکہ تمام ساتھی سنیں اور میرے حق میں آپ نے جو احسان کیا ہے اسکا سے

واقف ہوں۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ آسان ہے کہ ایسا کروں پھر آپ اٹھے اور فرمایا کہ اے لوگو جان لو کہ تقویٰ کے سوا کوئی عقلمندی نہیں ہے اور کوئی حماقت بجز بدکاری کے نہیں ہو سکتی۔ اگر آج تم مشرق و مغرب کے درمیان کسی شخص کو طلب کرو جس کے جد جد المرسلین ہوں تو بجز میرے اور میرے بھائی حسین کے بدیں وصف نہ پاؤ گے۔ اور تم نے جو آج اسلام پایا اور ظلمت کفر سے باہر نکلے تو یہ دولت ہمارے جد کے واسطے سے پائی۔ تم کو معلوم ہے کہ میرے دادا کی خلافت میرے باپ کے بعد میرے حق میں تھی اور اس واقعہ کے بعد جو میرے باپ کے ساتھ پیش آیا سب نے میری بیعت کی لیکن میں نہیں چاہا کہ خلافت پر قائم رہوں اور معاویہ سے جو میرے ساتھ طریق منازعت اختیار کیا ہے جنگ کروں اور جتنا ہو سکے اس بارے میں کوشش کروں اور خلافت معاویہ کے تفویض نہ کروں لیکن اسمیں مسلمانوں کی خونریزی ہوتی۔ میں نے مناسب خیال نہیں کیا کہ مسلمانوں کو محض اس لئے کہ میں مسند خلافت پر رہوں تکلیف پہونچے بعد غور و خوض اور استخارے کے خلافت بدیں شرط معاویہ کے سپرد کر دی کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرے اور طریق عدل اختیار کرے والسلام

اس مصالحت کے بعد امیر معاویہ اپنی فوج کے ساتھ شام کی جانب واپس ہو گئے اور حضرت امام حسن مدینہ لوٹے۔ مختصر یہ کہ حضرت امام حسن نے اس لئے خلافت سے دستبرداری اختیار کی کہ جیسا کہ بخاری شریف میں اس کی وجہ بتائی گئی ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت علیہ السلام کو دیکھا جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بار حسنؓ کی جانب نظر کرتے ہوئے اور ایک بار لوگوں کی طرف نظر کرتے ہوئے فرمایا۔

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہٖ فئتین من المسلمین

یعنی یہ میرا بیٹا سردار قوم ہے امید ہے کہ خدائے تعالیٰ اسکے سبب سے دو عظیم فتنوں کے درمیان جو مسلمانوں میں لڑنے والے ہیں صلح کر دے۔ اسی وجہ سے ایک روز علی بن البشیر ہمدانی نے امام علیہ السلام سے کہا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو والیٔ شام کے ساتھ صلح نہ کرنی

چاہیئے کہا فرمایا خاموش رہو کہ ہم خدا کے خزانوں کی کنجیاں ہیں اور اسرار علم الٰہی ہم جانتے ہیں ان کو غیر نہیں جان سکتا میں نے اس لیئے مصالحت کی کہ اپنے دوستوں کا خون نہ بہے اگر صلح نہ کرتا تو میرے سب چاہنے والے قتل کر دیئے جاتے۔

زہر خورانی

ناقلان اخبار کہتے ہیں کہ جب امام حسن علیہ السلام نے شامیوں کی جانب سے نقض عہد کی بو سونگھی عبداللہ عباس دمشق کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں سے شہر موصل پہونچے۔ وہاں کا رئیس مختار کا چچا تھا جسکو اسعد موصلی کہتے تھے فوراً وہ آپ کی خدمت میں آیا اور آں حضرت کے پاؤں پر گر پڑا۔ امام برحق ایک منافق کے گھر میں جو بظاہر اپنی محبت بتاتا تھا اترے۔

آں حضرت کے اس مکان میں اترنے سے قبل معاویہ نے اسکو مال و متاع دینے کا فریب دیا تھا اس کے پاس زہر ہلاہل بھیجا کہ جب موقع پائے تو اسکو کھانے میں ملا کر حضرت کو دے اور اس نے قبول کر لیا تھا اتفاقاً امام اس کے گھر میں اترے اور اس منافق نے خود کو آپ کی خدمت کیلئے کمر بستہ ظاہر کرتے ہوئے تین بار وہ زہر کھلا دیا ایک مدت کے بعد اس کا نفاق ظاہر ہوا لوگوں نے اجازت طلب کی کہ اس سے اس بارے میں استفسار کریں امام نے فرمایا کہ میں اس عمل کو پسند نہیں کرتا کہ اتنی خدمت کے بعد میری وجہ سے اسکو شرمندگی ہو۔ پھر موصل سے مدینہ منورہ واپس ہوئے اس زمانہ میں مروان مدینہ کا حاکم تھا وہ بھی بظاہر منافق اور باطن میں درپئے ہلاکت تھا کہتے ہیں کہ ایک آدمی کنیز جو دلالہ وقت ہی مدینہ میں مروان کے پاس آئی مروان نے پوچھا کیا تیری حسن بن علی کے مکان میں آمد و رفت ہے اور انکی زوجہ جعدہ بنت اشعث سے موافقت ہے اس نے کہا ہاں۔ مروان نے کہا کہ تجھ سے ایک راز کی بات کرنا چاہتا تھا میرا جواب دل میں رکھنا اگر میرا یہ راز کسی پر تو ظاہر نہ کرے تو میں تجھے تین ہزار دینار دونگا اور پچاس مصری دق تیرے لئے مہیا کر دوں گا اور فی الوقت یہ سو دینار رکھ لے دلالہ نے جب رقم دیکھی اور مصری کپڑوں کا وعدہ سنی تو قسم کھائی کہ میں آپ کا راز فاش نہ کرونگی اور جو مہم آپ میرے تفویض کرینگے میں اس کے لئے دل و جان سے کوشش کرونگی۔ اس کے بعد مروان نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ جعدہ کے دل کو امام حسن سے پھیر دو اور اس سے کہے کہ تیرے حسن و جمال کی شہرت یزید تک پہونچی ہے

اور وہ تیرے اوپر عاشق ہو گیا ہے بس اگر تو یزید کی بیوی ہو جائے تو مصر و شام تیرے تصرف میں رہینگے الغرض دلالہ جعدہ کے مکان میں آئی اور اثنائے گفتگو میں کسی طریقے سے یہ بتائی وہ جو عورتوں کا فریب اور مکر ہے اسکو اپنے مطلب کے اتمام کرنے میں کام میں لائی۔ جعدہ یزید کی دوستی کا جام پی لی اور امام برحق کی صحبت کا حق بھول گئی دلالہ نے جب دیکھا کہ جعدہ اس کے دام مکر میں گرفتار ہو چکی ہے تو وہاں سے باہر آئی اور مروان سے صورت حال بیان کی مروان نے دوسری دفعہ یہ کہکر روانہ کیا کہ جب تک حسن بن علی زندہ ہیں یہ مہم کامیاب نہ ہو گی جعدہ نے کہا کہ مجھے انکے ہلاک کرنے کا طریقہ معلوم نہیں ہے القصہ مروان نے تھوڑا زہر اس کے پاس بھیجا کہ انہیں انکی بیوی کی مدد سے دیا جائے جعدہ نے اس زہر کو پانی میں ملاکر امام کو پلا دیا امام اس زہر کے استعمال سے بیمار ہو گئے تمام رات قے کرتے رہے جب صبح ہوئی تو آنحضرت علیہ السلام کی مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور شفا پائی اس روز سے وہ گھر میں کوئی چیز نہ کھاتے تھے غرض چند روز کے بعد پھر انہوں نے زہر دیا امام پھر آنحضرت کے روضہ مبارک پہونچے اور صحت یاب ہو گئے اسکے بعد آپ موصل تشریف لائے اور وہاں ایک نابینا نے دشمنوں کے ورغلانے پر آپ کے تلوے کو زہر آلود بھالے سے زخمی کر دیا جس کا قصہ مطول کتابوں میں مذکور ہے۔ بہت سختیوں کے بعد شاہزادہ پھر مدینہ طیبہ واپس ہوئے اور اسی طرح تکلیف میں مبتلا تھے مگر وہ دلالہ قدرے پسا ہوا الماس اور درج جواہر مروان کے پاس سے لائی جعدہ کے آتش عشق کو تیز کیا اور کہا کہ تھوڑا سا الماس اگر پانی میں امام کو پلا دے گی تو ہمیشہ کے لئے انکے دغدغہ سے نجات پائے گی اسماء نے جب درج جواہر دیکھے اور محبت آمیز کلمات سنیں تو اپنے کام لیا اور وارفتہ و فریفتہ ہو گئی اور اپنی تدابیر میں اور زیادہ مشغول ہو گئی ہر چند اس نے سعی کی کہ امام خود پیئے مکان میں آئیں فرصت نہیں ملی لیکن شاہ زادہ کونین پر روز و شب نگرانی تھی۔ اور اس موقع کا انتظار تھا کہ امام کے پاس جب کوئی آمد و رفت نہ رہے اور امام تنہا ہوں یہاں تک کہ امام جمعہ کی شب اٹھائیس ماہ صفر میں تھوڑا پسا ہوا الماس لیکر انتظار میں رہی اور اپنے دل میں کہا کہ اگر کوئی شخص مجھے دیکھ لے تو کہونگی کہ مجھے اس سے زائد امام کی جدائی کی تاب نہیں ہے اور بار مفارقت برداشت نہ کر کے انکی خدمت میں آئی ہوں اور اگر ایسا ہو کہ کوئی نہ دیکھے تو فہو المراد اپنا کام کرلوں گی پس بلائے منتظر آئی اور اس وقت لرزاں و ترساں ہوئی جب

دیکھا کہ امام برحق تکیہ پر سر رکھ کر سو رہے ہیں اور آپ کی بیٹیاں اور بہنیں اور خدمت گار کے اطراف سو رہے ہیں۔ پس اسماء بنت جعدہ آہستہ آئی اور تلاش کیا تو دیکھا کہ پانی منبر کے اوپر آنحضرت کے سرہانے رکھا ہوا ہے اور اس کے منہ کو بند کر کے مہر لگا دی گئی ہے اس نے تھوڑی سی الماس کی بکنی لیکر اس کپڑے کے اوپر جس سے کوزے کا منہ باندھا گیا تھا چھڑکا اور انگلی سے اسکو ملا دیا جس سے سفوف کوزے میں اتر گیا۔ اور مہر کو کوئی نقصان نہ پہونچا اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ منبر سے نیچے آئی اور اپنے مقام کو چلی گئی کسی نے اسے نہ دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد امام دو جہاں نیند سے بیدار ہوئے اور اپنی بہن کو آواز دی اور کہا کہ زینب کے ساتھ اٹھو کہ میں نے ابھی خواب میں جد بزرگوار کو دیکھا ہے تھوڑا پانی لے آؤ تاکہ میں وضو کر لوں اور خود ہاتھ لانبا کر کے پانی کا کوزہ پکڑا اور اس کی مہر دیکھی جو حسب حال تھی ایک گھونٹ پانی پیا اور فرمایا کہ آہ کیا پانی تھا کہ حلق سے میری ناف تک اس نے چھلنی کر دیا اور پھر کسی شخص کو بھیجکر امام حسین علیہ السلام کو بلوایا جب وہ تشریف لائے تو ان سے بغلگیر ہو کر کہا کہ بھائی درد دل کہنے میں مصروف رہو کہ اب ہمارا دیدار قیامت میں ہوگا ابھی جد بزرگوار اور والد اور والدہ کو خواب میں دیکھا کہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں اور بہشت میں پھرا رہے ہیں اور اسکی سیر کرا رہے ہیں میرے دادا فرما رہے تھے کہ خوش ہو کہ دشمنوں کے ہاتھ سے تم نے نجات پائی کل تم ہمارے ساتھ رہو گے جب سے میں نے جد بزرگوار سے یہ بات سنی ہے انکی ملاقات کی آرزو مجھ پر غالب ہے میں ابھی بیدار ہوا اور اس کوزہ سے پانی پیا جس نے حلق سے ناف تک پارہ پارہ کر دیا۔ امام حسین کوزہ اٹھائے تاکہ دیکھیں کہ اسمیں کیسا پانی ہے پہلے امام برحق نے ہاتھ لانبا کر کے اس کوزے کو چھین لیا اور زمین پر پٹک دیا جب پانی زمین پر گرا تو وہ جگہ کھولنے لگی اور شگاف پڑ گئے اسوقت آنحضرت کو درد جگر لاحق ہوا اور تڑپنے لگے یہاں تک کہ آفتاب نکلتے نکلتے پے در پے قے ہونے لگے جسمیں جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر نکلتے تھے ایک روایت کی بموجب ستر اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو ستر جگر کے ٹکڑے نکلے۔ امام مسموم نے حاضرین سے پوچھا کہ میرے چہرے کا رنگ کیسا ہے تو حاضرین نے کہا کہ سبزی مائل ہے امام نے کہا کہ یہ زہر خورانی کا اثر ہے

امام ثانی آگے بڑھے اور اپنے بھائی سے لپٹ گئے دونوں حضرات رونے لگے کہتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو چھ بار زہر دیا گیا لیکن کارگر نہیں ہوا۔ ساتویں بار جب زہر دیا گیا تو آپ کا جگر پارہ پارہ ہوگیا۔

امام کا حلم

امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام سے پوچھا کہ آپ پر کس نے یہ ظلم کیا مجھے اسکی اطلاع دیں تاکہ اگر آپ کا کام ختم ہو جائے تو میں دشمن کو اس کے کیفر کردار کو پہونچاؤں۔ فرمایا میرے باپ امیر المومنین علی مرتضیٰ چغل خور نہ تھے۔ میری ماں فاطمۃ الزہرا نے چغلی نہیں کی نہ میرے نانا سید المرسلین محمد مصطفےٰ نے غمازی کی۔ اگر زہر دینے والا وہی شخص ہے جس پر میرا گمان ہے تو حق تعالے اسکی سزا دہی کیلئے کافی ہے میں اسکو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ شخص نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے ایک بے گناہ مارا جائے۔ میرا تم پر جو حق ہے اسکا تمہیں واسطہ اور خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اس بارے میں بات نہ کرو۔

پہلوئے رسول میں تدفین کی خواہش

یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس کے قبل بی بی عائشہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کرنے کی اجازت طلب کی تھی اور انہوں نے میری یہ استدعا قبول کی تھی۔ میری وفات کے بعد پھر ان سے اس سوال کا اعادہ کرو میرا گمان ہے کہ لوگ تم کو منع کرینگے۔ اگر وہ منع کریں تو اصرار مت کرو۔ کہتے ہیں کہ جب امام نے وفات پائی تو امام حسین رضی اللہ عنہ عائشہ صدیقہ کے پاس گئے اور جگہ کے لئے درخواست کی حضرت عائشہ نے اجازت دی اور کہا کہ ہاں جنازہ لاؤ۔

مروان کی مخالفت

لیکن مروان نے اپنے حکم سے منع کر دیا۔ امام ثانی ان لوگوں کے ساتھ جو آپ موید تھے مسلح ہو گئے۔ فساد عظیم برپا ہوا چنانچہ ایک روایت کے مطابق دس تیر اور ایک روایت کے مطابق تین تیر جنازہ مبارک پر پڑے آخر الامر نعش مبارک کو جنت البقیع کو انکے جدہ مبارکہ فاطمہ بنت اسد کے پہلو میں دفن کیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ لڑائی چھڑ گئی ابوہریرہ درمیان میں آگئے اور بمصلحت وقت بقیع میں والدہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

شہادت

المقصود جب انتیسویں صفر کی رات ہوئی تو حضرت کا حال متغیر ہو گیا۔ آنکھیں بند کرلیں جب دو گھڑی رات گذری تو آپ نے چشم مبارک کھول دی اور کہا کہ بھائی میں اپنے فرزندوں کو آپ کے اور خدا سپرد کرتا ہوں اور کلمۂ شہادت پڑھنے لگے روح مبارک دار البقا کی جانب متوجہ ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون اس کے بعد بھائیوں اور چاہنے والوں نے آپ کی تجہیز و تکفین کے انتظام کے لئے ٹھہر گئے جیسا کہ گذر چکا ہے عمر شریف ۴۷ سال تھی جب ۵۰ھ میں آپ نے ابدی خوابگاہ میں آرام فرمایا۔

اسما بنت مجدہ کا انجام

اس کے بعد مروان نے اسماء بنت مجدہ کو شام بھیجدیا تاکہ راز فاش نہ ہونے پائے اور سویا ہوا فتنہ نہ جاگے جب اسماء بنت مجدہ دمشق پہونچی تو اس وقت تک امام کی وفات کی خبر پہونچ چکی تھی اور خود اعیان شام کے ساتھ سیاہ لباس پہن کر سولہ روز تک تعزیت منایا اس کے بعد اسماء بنت مجدہ کو طلب کیا اور کیفیت پوچھی اس نے جو کچھ کہا تھا ابتداء سے پسا ہوا الماس کھلانے تک پورا واقعہ سنایا۔ معاویہ نے کہا کہ خدا کی تجھ پر لعنت ہو تجھے خدا سے شرم نہ آئی تو خود کو دوزخ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد کہا کہ اسکو لکڑی سے مارا جائے اور اتنا مارا گیا کہ وہ مرکر زمین پر گر گئی۔ تین روز کے بعد اس کی بوسیدہ نعش کو دریا میں ڈال دیا گیا۔

امام کی اولاد

امام حسن علیہ السلام کو دس فرزند تھے جنمیں منجملہ حسن بن الحسن اور قاسم بن الحسن کے حبالۂ عقد میں امام حسین علیہ السلام نے اپنی لڑکیاں دیں یعنی حسن مثنیٰ کو بعد رحلت امام حسن کے فاطمہ صغریٰ سے منسوب کیا اور قاسم بن الحسن کا حادثہ کربلا میں فاطمہ کبریٰ سے عقد کیا ان دونوں عقد کی تفصیل کتب مطولہ سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

✣

ذکر شریف

قرۃ العین سیدہ، راحت جان مرتضیٰ، وارث علم مصطفیٰ، امام الائمۃ امیرالمومنین عبداللہ الحسین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ جدہ وابیہ وامہ واخیہ

ولادت

آپ پنجم آل عبا اور ائمہ اثنا عشر میں تیسرے امام تھے۔

صاحب روضۃ الشہداء کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت مدینہ میں بروز سہ شنبہ ۴ر شعبان سنہ ۴ھ کو ہوئی۔ آپ کی مدت حمل ۶ ماہ تھی۔ چھ ماہ میں کوئی بچہ پیدا ہو کر زندہ نہیں رہتا۔ جیسا کہ امام مظلوم اور یحییٰ بن ذکریا علیہ السلام زندہ رہے حضرت امام حسین علیہ السلام سے آپ سات ماہ بیس روز کے چھوٹے تھے۔ المقصود جب آپ پیدا ہوئے اور اس ولادت کی خوشخبری سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو خواجہ کائنات خود تشریف لائے۔ اسماء نے شاہزادۂ کونین امام حسین کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر آنحضرت علیہ السلام کی گود میں دیا۔ رسول اکرم نے سیدنا علی بن ابی طالب سے پوچھا کہ کیا نام رکھے۔ امیرالمومنین نے کہا کہ بچوں کے نام رکھنے کے بارے میں آپ سے سبقت نہیں کر سکتا آنحضرت نے فرمایا میں بھی بغیر امر حق سبقت نہیں کرتا۔ چنانچہ بمناسبت حال جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ہارون کے دوسرے فرزند کے نام کے مطابق نام رکھئے آنحضرت نے پوچھا کہ ان کا کیا نام تھا۔ جبرئیل نے کہا کہ ان کا نام شبیر تھا۔ جس کے معنی بزبان عرب حسین ہے۔ چنانچہ آپ کا نام حسین رکھا گیا۔ اور ساتویں روز عقیقہ فرمایا جیسا کہ آپ کے بھائی کا کیا تھا۔ سر کے بال منڈوانے کے بعد اس کے ہم وزن چاندی صدقہ میں دی گئی۔

شبیہ رسول

آپ سینہ سے قدم تک آنحضرت علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ جیسا کہ امام حسن گردن سے سینے تک آنحضرت کے مشابہ تھے۔

شہادت کی پیشین گوئی

حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ جبرئیل ملائکہ کی ایک جماعت کے ہمراہ آنحضرت کے پاس آئے اور تھوڑی مٹی تربت شاہزادہ کونین امام حسین کی لاکر آنحضرت کے ہاتھ میں دی۔ آنحضرت اس خاک کو سونگھے اور رونے لگے اور فرمایا لا تبارک فی قاتل ولدی پھر اس مٹھی بھر خاک کو آپ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جو آپ کی حرم محترمہ تھیں دیا۔ اور حسین کے قتل کی کیفیت سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ اس مٹی کو دیکھتے رہو جب وہ تازہ ہو جائے تو سمجھو کہ حسین کی شہادت قریب ہے۔

نوبت دیگر جبکہ امام حسین کی عمر تین یا پانچ سال کی تھی جبرئیل دحیہ کلبی کی صورت میں آنحضرت کی خدمت میں آئے اور اس بارے میں اطلاع دی اس کی بڑی تفصیل ہے جو کتاب مقولہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

یزید کی بیعت اور خلافت کے منصوبے

القصہ راویان اخبار کہتے ہیں کہ جب امام برحق امیر المومنین امام حسن علیہ السلام کی وفات کی خبر عالم میں پھیل گئی عمرو عاص نے معاویہ کے پاس آکر کہا کہ اے معاویہ اب بہ منازعت خلافت تمہارے اور تمہارے فرزند کے لئے مسلم ہو گئی۔ اب مصلحت اس میں ہے کہ اپنے اہل سے کسی کو ولی عہد کرو جب لوگ رضامند ہو جائیں گے اور اس کے بعد جس کو تم نامزد کرو گے وہ اس کی بیعت کریں گے اور ابد الاباد پر خلافت تمہارے خاندان میں رہے گی۔ معاویہ نے کہا ٹھیک کہتے ہو اور پھر عمال اور ماتحتوں کو لکھا کہ میرا ارادہ ہے کہ یزید کو اپنا ولیعہد مقرر کروں۔ یہ خبر اطراف و اکناف میں پھیل گئی۔ مروان بن الحکم نے جواب میں لکھا کہ اس کام میں عجلت نہ کرو۔ تاکہ میں اہل مدینہ سے اس بارے میں مشورہ کر لوں۔ معاویہ نے حسب مشورہ توقف کیا۔ اور سات سال تک اسی فکر میں رہے۔ اور اس سات سال کی مدت میں لوگوں کو یزید کی بیعت کی ترغیب و تحریص دیتے

رہے اور ہر شخص کے ساتھ اس کے درجے اور منصب کے مطابق رعایتیں کیں۔ جب ۵۵ھ شروع ہوا تو تمام شہروں اور ملکوں کے سربرآوردہ اشخاص اور اعیان کو لکھا اور ان کو اپنے پاس بلایا۔ چنانچہ کوفہ، بصرہ، مصر اور مدینہ کے معارف اور اعیان معاویہ کے پاس آئے۔ اور ان سے معاویہ نے یزید کی بیعت کے بارے میں مشورہ کیا۔ ہر شخص نے یزید کی خلافت پر اتفاق کیا۔ ضحاک بن قیس نے جو شام کا کوتوال تھا کہا کہ یزید کو اپنا ولی عہد بناؤ اور ہم کو اس کی بیعت کا حکم دو۔ اس کے بعد ان تمام نے یزید کی خلافت پر بیعت کی۔ اس کے بعد معاویہ نے مروان کو مکتوب لکھا کہ مدینہ میں یزید کی بیعت کے لیے لوگوں کو راغب کیا جائے۔ جب یہ خط پہونچا تو مروان نے اہل مدینہ کو جمع کیا اور خود منبر پر چڑھ کر یزید کی تعریف کی اور اس کی خلافت کا ذکر کیا۔ مگر اہل مدینہ نے قبول نہیں کیا۔ مجبوراً مروان نے معاویہ کو ذریعہ جوابی مکتوب اس صورتِ حال سے مطلع کیا۔ جب یہ جواب ملا تو معاویہ نے خود حج کا ارادہ کیا اور روانہ ہوئے جب مدینہ کے نزدیک پہونچے تو جملہ لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ شاہزادہ کونین امام حسین علیہ السلام عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر بھی استقبال کے لیئے باہر آئے۔

معاویہ نے انھیں دیکھا تو منہ سکیڑ لیا۔ جب مدینہ میں معاویہ داخل ہو کر ٹھہرے تو لوگ بہ رسم سنت اسلام ملنے گئے۔ اور یہ بزرگ بھی گئے جب ان کے مکان پر پہونچے اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو اجازت نہیں دی گئی۔ رنجیدہ ہو کر یہ لوگ مدینہ سے باہر نکلے اور مکہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ معاویہ نے مسجد میں آکر منبر پر خطبہ دیا۔

حمد و نعت کے بعد بتدریج یزید کا ذکر شروع کیا اور اس کے علم و فضل کی نسبت کچھ بیان کیا۔ اس کے بعد امام حسین، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر کا ذکر کیا کہ اگر ان چاروں کو اپنی سلامتی درکار ہے تو انھیں یزید کی بیعت کرنی چاہیے۔ ورنہ میں ان کے ساتھ جو مجھے مناسب معلوم ہوگا کروں گا۔ اس کے بعد منبر سے اتر کر اپنی قیام گاہ واپس ہو گئے۔ جب یہ بات عائشہ رضی اللہ عنہا کی سماعت میں آئی تو وہ بحالت غیظ و غضب معاویہ کے پاس آئیں۔ دونوں کے درمیان بہت طویل گفتگو رہی

آخر الامر معاویہ نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کیا ہے اور اکثر سربرآوردہ

لوگوں نے اس کی بیعت کر کے اس کی خلافت پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ لیکن یہ چار اصحاب رضامند نہیں ہیں کیا آپ قرین مصلحت سمجھتی ہیں کہ میں ان لوگوں کی بیعت کو جو انھوں نے یزید سے کی ہے توڑ ڈالوں عائشہؓ نے کہا کہ مجھے اس میں مصلحت نظر نہیں آتی۔ اور نہ کچھ اس بارے میں کہتی ہوں لیکن ان چاروں اشخاص کو نہ ستاؤ ورنہ شرمندگی ہوگی۔ پس معاویہ نے ان چاروں کو طلب کیا۔ کہا گیا کہ یہ چاروں مکہ کی جانب روانہ ہو چکے ہیں۔ جس سے معاویہ نہایت متفکر ہوئے اس کے بعد عبداللہ عباس کو بلایا اور وہ جب حاضر ہوئے تو ان کی بڑی تعظیم کی اور کہا کہ ہم سب عبد المناف کی اولاد ہیں۔ ایک ہی چھاتی سے دودھ پیا ہے ہمارے درمیان اس سبب سے مخاصمت پیدا ہوئی کہ یہ معاملہ اس کے قبل قبیلہ تمیم اور عدی میں تھا۔ تم اس پر رضامند ہوئے تھے میں نے اس معاملہ کو روکا تھا کہ تم سے کسی دوستی کی امید نظر نہیں آرہی ہے۔ علی الحضر حسین بن علی جو اپنی رضامندی نہیں دے رہے ہیں اگر وہ اس معاملہ پر غور کریں تو مناسب ہوگا۔

معاویہ عبداللہ ابن عباس کو اپنے ہمراہ مکہ لے گئے جب نزدیک پہونچے تو وہاں کے لوگوں نے استقبال کیا۔ سید مظلوم، عبدالرحمٰن ابن ابی بکر، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر نے پیش قدمی کی۔ معاویہ نے جب انہیں دیکھا ان کی بہت تعظیم و توقیر کی۔ اور ان سے نہایت خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے بات کی۔ جب تک کہ میں معاویہ کا قیام رہا یزید اور اس کی بیعت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد امام حسین علیہ السلام کو بلوایا۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ کی بہت تعظیم کی اور پھر کہا کہ میں ایک گذارش کرنا چاہتا ہوں، مجھے امید ہے کہ آپ رد نہ فرمائیں گے۔ وہ یہ ہے کہ میں نے اعیان و معارف سے یزید کے لیئے بیعت لی ہے اور خلافت کے لئے اس سے بہتر کسی کو نہیں سمجھتا ہوں، لیکن امام حسین علیہ السلام نے یہ بات رد کر دی۔ جب عبدالرحمٰن سے بھی یہ بات کہی گئی تو انہوں نے بھی رد کر دیا۔ اور صاف جواب دیا۔ پس معاویہ نے چاہا کہ مکہ سے واپس ہو جائیں حکم دیا کہ خانہ کعبہ کے نزدیک منبر رکھا جائے اور کسی کے ذریعہ چاروں کو طلب کیا۔ جب نہیں آئے تو بہت برہمی ظاہر کی اور کہا یزید تمہارا بھائی ہے تمھارے چچا کا بیٹا ہے میرا

دل یہ چاہتا ہے کہ اس کی خلافت برائے نام رکھوں اور اپنے ہاتھوں میں کام رکھ کر جو چاہوں کروں۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا اے معاویہ اگر تم چاہو تو تین باتوں سے کوئی کرو جسطرح آنحضرت علیہ السلام نے کسی کا تعین نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آپ واصل بہ حق ہوں گے۔ اس کے بعد صحابہ نے غور کر کے خلافت ابوبکر صدیق کو دی تم بھی اسی طرح کرو۔ معاویہ نے کہا کہ میں ایسا نہیں کرسکتا۔ کیونکہ تمھارے درمیان مجھے کوئی شخص ابوبکرؓ کے مانند نظر نہیں آرہا ہے۔ اور تمہارے اختلاف سے میں محفوظ نہیں ہوں۔ عبداللہ نے کہا کہ جب تم اس طرح کرنا نہیں چاہتے ہو تو ایسا کرو جیسا ابوبکر صدیق نے کیا تھا۔ اگرچہ ان کے قرابت دار تھے ان کی اولاد تھی اور یہ سب خلافت کے اہل تھے۔ مگر کسی کو خلافت نہیں دی۔ قریش کے ایک شخص کو انھوں نے منتخب کیا اور خلافت اس کے حوالے کی۔ معاویہ نے کہا کہ ایسا بھی نہ کرونگا عبداللہ نے کہا کہ تم کو اگر یہ رائے موافق نظر نہ آئے تو وہ طریق کار اختیار کیا تھا کہ اکابر صحابہ کو مقرر کیا کہ وہ باہم مشورہ کریں اور اپنے مشورے سے خلیفہ مقرر کریں۔ تم بھی یہ معاملہ شوریٰ پر چھوڑ دو۔

معاویہ نے کہا کہ یہ تینوں باتیں میرے لیے قابل قبول نہیں ہیں۔ عبداللہ نے کہا کہ تمھارے لیئے یہی تین طریقے ہیں۔ ان میں سے جس طریقہ کو چاہو اختیار کرو۔ معاویہ نے عبداللہ سے منہ پلٹا لیا۔ اس کے بعد معاویہ نے واپسی کا ارادہ کیا لیکن واپس ہونے سے پیشتر چاہا کہ برسرِ منبر پھر کچھ کلام کریں۔ چنانچہ دوسرے روز لوگوں کے اجتماع کے لیئے منادی کی گئی۔ جب سب حاضر ہوئے تو حمد و نعت کے بعد بتدریج اپنے مقصد کی طرف رجوع ہوئے اور اس وقت جو کچھ کہا کہ وہ کتب مطلوبہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے اس کے بعد دمشق کی جانب مراجعت کی۔ اثنائے راہ میں بمقام ابوء القوہ کا عارضہ لاحق ہوا۔ سخت علیل ہوئے اور فرش پر گر پڑے۔ دوسرے روز لوگوں کو خبر ہوئی جوق در جوق عیادت کے لیئے آئے۔ پھر اس مقام سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جب شام پہونچے تو اپنے محل میں اترے۔ جو عارضہ لاحق ہوا تھا وہ روز بروز بڑھتا گیا۔ جب حالت بالکل خراب ہوگئی تو یزید نے ان سے کہا کہ میرے معاملہ کے استحکام کے لیئے کچھ فرمائیے۔ اور مجھ سے بیعت کر لیجیے۔ کہ اس میں مصلحت ہے اگر ایسا

نہ کرو گے اور میرا معاملہ غیر مستحکم چھوڑو گے تو آل بوتراب سے مجھے ضرر کا اندیشہ ہے۔ ضحاک نے بھی اسی طرح کہا۔ معاویہ نے کہا کہ ٹھیک کہتے ہو میرے دل میں بھی یہی تھا کہ یزید میرے بعد خلیفہ ہو اور قیامت تک خلافت میرے خاندان میں رہے اس کے بعد شام کے بڑے لوگوں کو اپنے محل میں بلا بھیجا۔ ضحاک، معارف اور اعیان شام کے ستر اشخاص ملتے گئے معاویہ نے ان سے کہا کہ اے اہل شام کیا تم مجھ سے خوش ہو انھوں نے کہا کہ ہم آپ سے راضی ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ آپ کے بعد یزید ہمارا خلیفہ ہو پھر سب لوگوں کو جمع کیا ان سب نے بھی یہی کہا پھر ضحاک نے کہا کہ اٹھو اور یزید کی بیعت کرو۔ معاویہ نے بیعت کی اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے سب لوگوں نے بیعت کی۔ تب معاویہ نے کہا کہ یزید کو خرقہ خلافت پہنایا جائے۔ یزید نے معاویہ کی دستار سر پر رکھی۔ اور ان کی انگوٹھی پہنی اور عثمان رض کے پیراہن کو جس میں وہ شہید ہوئے تھے اپنے باپ کے ذرعہ پر پہنا اور شمشیر بدر حمائل کی اور باہر آکر بر سر منبر خطبہ دیا۔ پھر انھوں نے اپنے باپ کے سرہانے جا بیٹھا جو بے ہوش تھے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو معاویہ کو ہوش آیا اور یزید کو اپنے سرہانے بیٹھا ہوا دیکھا تو اس سے پوچھا کیا سب لوگ تمہاری طرف متوجہ ہوئے۔ یزید نے کہا کہ ہاں سب نے میری بیعت کر لی۔ معاویہ نے اس کے بعد چادر اپنے منہ پر تان لی۔ لوگوں کو رخصت کر دیا اور اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔

امارت یزید اور امام سے عداوت کے اسباب

معاویہ کی وفات کے بعد یزید ان کی جگہ خلیفہ ہوا، تخت امارت پر بیٹھا اور عیش و فراغت اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا۔ قصہ کوتاہ جب اس کی سلطنت کا معاملہ مستحکم ہو گیا تو اول کینہ جو اس نے امیر المومنین امام حسین علیہ السلام سے ظاہر کیا وہ یہ تھا کہ ان سے دشمنی کی اور بالآخر وہ دشت کربلا میں شہید کر دئے گئے۔ صاحب روضۃ الشہداء کہتے ہیں کہ کنز الغرائب میں مرقوم ہے کہ امام برحق سے

یزید کی عداوت کے دو وجوہ تھے۔ صوری و معنوی۔ اور دو فرع تھے اصلی اور فرعی۔ اصلی وہ ہے کہ جو بنی ہاشم اور بنی امیہ کے مابین واقع ہوئی تھی۔ یعنے عبد مناف کے دو لڑکے توامان (جوڑواں)، تھے جنکی پیشانیاں باہم ملی ہوئی تھیں۔ آخر تلوار سے ان کے دونوں چہروں کو علیحدہ کیا گیا۔ ان دونوں یعنی عبد مناف کے ان دونوں لڑکوں کی اولاد میں شہید کربلا تک شمشیر زنی کا سلسلہ جاری رہا۔ رہی عداوت فرعی صوری اس کے دو اسباب تھے۔ ایک یہ کہ امام کونین نے یزید کی بیعت سے انکار کیا دوسرے یہ کہ عبداللہ بن زبیر کی زوجہ حسن وجمال میں یکتا تھی اسکی خبر یزید کو پہنچی تو وہ نادیدہ عاشق ہو گیا۔ قسم قسم کے حیلے اور تدابیر اختیار کئے بالآخر عبداللہ بن زبیر نے بلاوجہ اس عورت کو طلاق دیدیا اس کے بعد موسیٰ اشعری کے پاس یزید کی مکتوب پہونچا کہ ابن زبیر کی مطلقہ عورت کو اس کا پیام دیا جائے موسیٰ اشعری اس عورت کے پاس یہ پیام پہونچانے جا رہے تھے کہ راستے میں عبداللہ بن عمر ملے اور پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ موسیٰ اشعری نے جواب دیا کہ ابن زبیر کی مطلقہ عورت کو اپنے اور یزید کے لئے پیام دینے جا رہا ہوں اب اس کا اختیار کہ ہم دو سے جس چاہے اختیار کرے۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا کہ میری طرف سے بھی بات کرو اس کے بعد موسیٰ اشعری تھوڑی دور تک گئے تھے امام حسین علیہ السلام انکے پاس پہونچے صورتحال سے مطلع ہونے کے بعد فرمایا کہ میں بھی تم کو اپنی جانب سے وکیل کرتا ہوں غرض ابو موسیٰ اشعری اس خاتون کے پاس پہونچے اور اشارتاً کنایتہً گفتگو آغاز کی۔ خاتون نے کہا کہ کنایہ چھوڑ دو جس کام کے لئے آئے ہو صراحتاً بیان کرو۔ موسیٰ اشعری نے یہ سنکر صاف وصریح الفاظ میں مدعا بیان کیا اور کہا کہ چار اشخاص نے خواہش عقد ظاہر کی اب تم جسکو پسند کرو میں اس سے عقد کروا دوں گا۔ اس عورت نے کہا مجھے بتاؤ کہ ان تینوں میں کون شخص زیادہ موزوں ہے۔ موسیٰ اشعری نے کہا کہ اگر ملک وسلطنت چاہتے ہو تو یزید کو اختیار کرو اور اگر جوان زاہد کو چاہتے ہو تو عبداللہ بن عمر مناسب ہیں اور اگر دنیا کی بھلائی اور آخرت میں نجات مقصود ہو تو امام حسین موزوں ہیں۔ خاتون نے کچھ دیر تامل کیا اور کہا دنیا فانی ہے لیکن خدمت اہل بیت رسول سعادت جاودانی ہے میں نے امام حسین کو اختیار کیا۔

پس موسیٰ اشعری نے اپنی وکالت سے اس خاتون کا امام حسین سے عقد کر دیا جب یہ خبر شام پہنچی تو یزید کی دشمنی بڑھ گئی پس یہ عداوت اصلی ہے۔

یزید کو مشورہ

اس اثناء میں شام سے چند خواص آئے اور انہوں نے یزید کو مشورہ دیا کہ جن چار اشخاص نے تمہارے باپ کے زمانے میں تمہاری بیعت سے انکار کیا ہے۔ وہ آئندہ بھی تم سے جدال و قتال کریں گے اگر تم کو اپنی حکومت کو مستحکم رکھنا ہے۔ کی طرح ان سے بیعت لو۔

ولید کے نام یزید کا مکتوب

یزید کو یہ مشورہ پسند آیا اور اس نے ولید بن عتبہ کو خط لکھا کہ مجھے اولاد بوتراب سے اندیشہ ہے یہ خط پہونچنے کے بعد تم اہل مدینہ سے میری بیعت لو بالخصوص ان چاروں بزرگوں سے ضرور بیعت لینا اور تاخیر سے کام نہ لینا۔ جب یہ خط ولید کو پہنچا تو ولید نے مروان کو طلب کیا اور اس سے مشاورت کی۔ اس نے کہا کہ ان چاروں اشخاص کو طلب کرو اور یزید کی بیعت قبول کرنے کے لئے کہو۔

عبداللہ بن زبیر اور امام کی طلبی

ولید نے ایک شخص کو امام برحق اور عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجا یہ جو مسجد میں تھے۔ ولید کے قاصد نے کہا کہ آپ کو امیر نے طلب کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم جاؤ ہم تمہارے پیچھے آئینگے۔ وہ شخص لوٹ گیا عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ ہم کو کس لئے طلب کیا گیا ہوگا۔ امام حسین نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ حاکم شام کی وفات ہوگئی اور ولید نے ہمکو بیعت لینے کے لئے طلب کیا ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے پوچھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ امام نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ وہ شراب پیتا ہے زنا کاری کرتا ہے اور ہم آل بیت رسول ہیں یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ اسکی بیعت قبول کریں۔ القصہ جب ولید کا قاصد واپس ہوا تو امام برحق اپنے مقام کو گئے اور اپنے تین غلاموں کو مسلح کیا۔ آنحضرت علیہ السلام کا عصا ہاتھ میں لیا اور ولید کی دارالامارت کی سمت روانہ ہوئے۔ ولید نے آپ کی تعظیم کی اور اپنی جگہ بٹھایا۔ امام نے پوچھا باعث طلبی کیا ہے۔ ولید نے بیعت یزید کا مطالبہ کیا۔ امام نے کہا کہ ہم اہل بیعت نبوت و رسالت ہیں اور ہمارا گھر خانہ رحمت و مکان مہبط

ملائکہ ہے اور یزید شراب پیتا ہے اور انواع واقسام کے فسق وفجور اس سے ظاہر ہوتے ہیں ہم اسکی کس طرح بیعت کر سکتے ہیں۔ آپ اٹھے اور باہر آگئے۔ اسکے بعد ولید نے کسی کو عبداللہ بن زبیر کو بلانے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے آجکل میں پس وپیش کیا۔

عبداللہ بن زبیر اور امام کی مکہ کو روانگی

جب رات ہوئی تو اپنے خاص لوگوں کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے۔ ولید نے صورت واقعہ سے یزید کو مطلع کیا۔ یزید نے جواب میں لکھا کہ سرکشوں کو سخت طلب کرو اور عبداللہ ابن زبیر سے فی الوقت دست برداری اختیار کرو وہ جہاں بھی جائینگے وہاں ہمارے قہر کا ہاتھ پہونچے گا۔ ولید اہل بیت کی تعظیم کرتا تھا مکتوب کے مضمون کو امام برحق کی خدمت میں روانہ کیا۔ امام حسین جب اس مضمون سے آگاہ ہوئے توقف فرمایا اور جب رات ہوئی تو اپنے جد بزرگوار کی مزار کے پاس حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔ اور پھر مدینہ سے عازم مکہ ہوئے۔ جمعہ کی رات ۴ شعبان ۶۰ھ کو مدینہ سے باہر نکل کر متوجہ مکہ ہوئے۔ فرعون کے خوف اور جماعت قبطین کے ارادے سے مطلع ہوکر حضرت موسیٰ کی سرگردانی اور فرار ہونے کو یاد فرمایا اور **فخرج منها خائفاً یترقب قال رب نجنی من القوم الظالمین** پڑھا۔ آپکے موالیوں کی جماعت نے پوچھا یا ابن رسول اللہ اپنے جد بزرگوار کی تربت سے آپ کہاں جارہے ہیں۔ فرمایا میں اپنے اختیار سے نہیں جارہا ہوں ظالموں کے ہاتھ سے اپنے شہر سے باہر ہورہا ہوں اور بجانب حرم کعبہ جارہا ہوں کہ من دخلہ کان امنا وہ میرا حافظ ہوگا۔ ایک شخص نے کہا یا سبط رسول اللہ آج آپ عالم کے سردار ہیں تشریف لیجائیے حرم کعبہ میں بیٹھیے اور یہ سمجھ لیجئے کہ اہل مکہ آپ پر کسی اور کو اختیار نہ کرینگے۔ کوفیوں کی باتوں پر اعتماد نہ کیجئے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ بھی آپ کو بلائیں گے۔ امام برحق نے اپنے غلام کی بات کی تصدیق کی اور اس کے لئے دعائے خیر فرمائی اور وداع ہوئے۔ الغرض جب منازل طے کرکے حوالی مکہ میں پہنچے اہل مکہ نے آپکی آمد کی خبر سنی اور استقبال کیلئے دوڑے اور آپ کو اعزاز واجلال کے ساتھ لے گئے لیکن جب مکہ کو امام کے آنے کی خبر یزید کو پہنچی تو اس نے ولید کو جو حاکم مدینہ تھا معزول کردیا اور اس جگہ اشرف کو مدینہ کا والی مقرر کیا۔ اس وقت والی مکہ سعد بن العاص تھا اس نے امام کے مکہ آنے کی اور لوگوں کے آپکا استقبال کرنے کی یزید کو تحریرا

اطلاع دی۔

اہل کوفہ کے امام کے نام مکتوب

اہل کوفہ کو معلوم ہوا کہ معاویہ کا انتقال ہو چکا ہے اور امام حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور مدینہ سے مکہ کو آ چکے ہیں تو کوفہ کے سو اشراف نے قاضی شریح کے ہاتھ پر قسم کھائی کہ ہم امام کا ساتھ دینے میں کوتاہی نہ کریں گے اور اپنی جان ان پر فدا کر دینگے اس کے بعد امام کو مکتوب لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ کے والد کے دشمن کا بیٹا خلافت کرنا چاہتا ہے ہم آپکے والد کے محب ہیں اس کی خلافت سے راضی نہیں ہیں۔ ہم آپکے ہمراہ رکاب رہنا چاہتے ہیں کہ آپ امام جلیل اور خلیفہ واجب الاتباع ہیں۔ اس وقت ہمارا حاکم نعمان شبیر ہے جو بہت کمزور اور حقیر ہے اہل کوفہ اس کے پاس نہ جاتے ہیں نہ اس کی بات سنتے ہیں۔ اگر آنحضرت تشریف لائیں تو ہم نعمان کو کوفہ سے باہر نکال دیں گے اور فوج تیار کر کے آپکی تائید کرینگے القصہ ان لوگوں نے اس مکتوب میں بہت مبالغہ کیا اور امام سے ملاقات کا بیحد اشتیاق ظاہر کیا۔ جب یہ مکتوب امام کو پہونچا تو آپ نے پڑھنے کے بعد بھیجنے والوں کو ہاں کہا نہ نہ کہا مکتوب کا جواب بھی نہیں دیا۔ دوسری بار اشراف و روساء کوفہ نے بشیر کو امام کو بلانے کے لئے بھیجا اور اس کے ساتھ تقریباً پچاس مکتوبات تھے جو وہاں کے اکابرین نے لکھے ہوئے تھے۔ الغرض کئی بار اسی طرح مکتوبات آتے رہے۔ بالآخر امام نے جواب دیا کہ تمہارے مکتوبات جن میں محبت و مودت کا اظہار کیا گیا ہے مجھے وصول ہوئے تمہارے کمال اشتیاق اور مجھ سے ملنے کے انتہائی انتظار کا حال معلوم ہوا۔ تمہارے مطلوب و مقصود کو میں نظر انداز نہ کروں گا فی الوقت میں اپنے چچا کے فرزند مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں تاکہ وہ تمہاری صداقت بیانی اور وہاں کی کیفیت معلوم کریں۔ اگر تم صداقت پر ہو تو انکی بیعت کرو جب وہ تمہاری بیعت کرنے کی مجھے اطلاع دیں گے تو بہت جلد میں اس طرف متوجہ ہوں گا اور جلد سے جلد آؤنگا والسلام۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ کو روانگی

اس کے بعد مسلم بن عقیل کو کوفیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ نے روانہ کیا۔ مسلم اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے اپنے ساتھ دو خورد سال بچوں کو بھی لیا۔ جب کوفہ پہنچے تو اس سرائے میں جو دار المختار

کے نام سے مشہور تھا قیام فرمائے۔ لوگ جوق در جوق آپ کے آنے کی خبر سنکر آئے اور آپ سے بیعت کرنے لگے اور سولہ ہزار اہل لشکر بھی جمع ہو گئے۔

حضرت مسلم کی شہادت

دوسرے روز یزید کے خاص لوگوں نے یزید کے نام شام کو مکتوب لکھ کر آپکی آمد اور آپکی جانب لوگوں کے میلان کی اطلاع دی اور لکھا کہ اگر کوفہ کی تمکو ضرورت ہے تو کسی سیاست داں شخص کو یہاں کسی امارت پر مقرر کرو تو مخالفین دفع کئے جاسکیں جب یزید کو یہ مکتوب ملا تو اس نے وزراء سے مشورہ کیا۔ آخر یہ طے پایا کہ عبداللہ ابن زیاد کو کوفہ کی امارت کا منشور دیکر روانہ کیا جائے کہ اس سے بہتر اور کوئی شخص نہیں ہوسکتا۔ یزید نے یہ رائے پسند کی اور عبداللہ ابن زیاد کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلم بن عقیل کوفہ کو آئے ہیں تاکہ حسین کیلئے لوگوں سے بیعت لیں۔ تمکو کوفہ جانا ہوگا جہاں کی امارت میں نے تمکو دی ہے اور مسلم کو گرفتار کرکے انھیں قتل کر دیا جائے۔ اور انکا سر میرے پاس بھیجا جائے جب یزید کا یہ مکتوب ابن زیاد کو پہونچا تو بہت خوش ہوا۔ اپنے بھائی کو بصرہ پر نائب مقرر کرکے خود بیابان کی راہ سے کوفہ پہونچا اور رات کے دو حصے گذرنے تک توقف کیا پھر سیاہ عمامہ سر پر باندھا اور کالے کپڑے پہنے کوفہ کے لوگ اس کو نہیں پہچانے انہوں نے خیال کیا کہ امام حسین علیہ السلام آرہے ہیں اور استقبال کیا اور مراسم تہنیت بجالائے اور کہنے لگے مرحبا یا ابن رسول اللہ۔ عبداللہ ابن زیاد نے انکا جواب نہیں دیا لیکن بحالت غیض و غضب دانت کترنے لگا۔ بہرحال دار الامارت کوفہ پہونچا۔ آخر معلوم ہوا کہ آنیوالا ابن زیاد ہے۔ دوسرے روز جامع مسجد گیا اور کوفہ کے اعیان واشراف کو طلب کرکے منشور امارت پڑھ کر سنایا۔ لوگوں نے خوب وعدے کئے۔ دوسرے دن کوفہ کے لوگوں کو دھمکی دی جب مسلم کو اسکے آنے کی اطلاع ملی تو آپ پر خوف طاری ہوا اور رات کو مختار کے گھر سے نکلکر ہانی کے گھر گئے اور ان سے کہا کہ تم کوفہ کے لوگوں کو جانتے ہو میں تمہاری پناہ لینے آیا ہوں دشمنوں کے شر سے مجھے بچاؤ۔ ہانی نے قبول کیا اور جگہ دی۔ لوگوں کو اطلاع ہوئی تو وہ جوق جوق آئے اور بیعت کرنے لگے۔ یہانتک کہ بیس ہزار سے زائد لوگوں نے مسلم کی بیعت کی۔

ابن زیاد نے ہر چند کوشش کی کہ مسلم کا پتہ چلائے لیکن کوئی راہ نہ ملی۔ آخر معقل نے جو ابن زیاد کا غلام تھا موالیان مسلم سے ملکر معلوم کر لیا کہ مسلم ہانی کے گھر میں ہیں۔ اور ابن زیاد کو اس کی اطلاع کر دی۔ دوسرے روز ہانی کو طلب کیا گیا ہانی نے کہا کہ مجھے کس لئے طلب کیا گیا ہے تو ابن زیاد نے کہا کہ اس سے زیادہ کونسی بات قابل باز پرس ہو گی کہ تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں چھپایا اور لوگوں کو بیعت حسین پر اکسایا ہے۔ ہانی نے انکار کیا۔ معقل سامنے آیا تو ہانی شرمندہ ہوئے۔ اور کہا کہ میں خود مسلم کو اپنے گھر نہیں بلایا وہ رات میں بمجبور خود میرے گھر آئے تھے اب میں اپنے مکان میں ٹھہرانے سے ان سے عذر خواہی کرونگا۔ ابن زیاد نے کہا کہ تم جب تک مسلم کو حاضر نہ کرو میرے پاس سے جا نہیں سکتے۔ ہانی نے کہا کہ ہرگز مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ ہانی تم اپنی جان کو دوست رکھتے ہو یا مسلم کی جان کو دوست رکھتے ہو۔ ہانی نے کہا کہ میری ہزاروں جاں مسلم پر نثار۔ ابن زیاد غصہ سے کہا کہ بیڑیاں اور تازیانے لاؤ۔ ہانی کے کپڑے اتار دیئے گئے۔ اس وقت انکی عمر ۸۹ سال تھی مگر انکو بیڑیوں میں کس دیا گیا اور کہا گیا کہ جب تک مسلم کو پیش کرو تم کو رہائی نہیں دی جائیگی ہانی نے کہا کہ میں ہرگز مسلم کو تمھارے سپرد نہیں کروں گا اور مجھے اپنے مارے جانے کی پرواہ نہیں۔ ابن زیاد کے حکم پر پانچ سو کوڑے لگائے گئے ہانی بے ہوش ہو گئے اور اسی وقت جوار رحمت الٰہی میں داخل ہو گئے رضی اللہ عنہ

جب یہ خبر حضرت مسلم کو پہونچی تو غیرت ولایت و شجاعت غالب آئی اپنے دونوں فرزندوں کو قاضی شریح کے گھر روانہ کر دیا اور اپنے ہوا خواہوں کو جمع فرمایا۔ تقریباً بیس ہزار مسلح افراد جمع ہوئے۔ مسلم گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس لشکر کے ساتھ قصر الامارت کا رخ کیا۔

ابن زیاد نے اشراف کوفہ کے ساتھ جو اسکی مجلس میں تھے دار الامارت کے ایک گوشہ میں پناہ لی۔ اور مسلم اپنے لشکر کے ساتھ اس کے لشکر کو گھیر لیا غرض جنگ و جدال شروع ہوئی۔ قریب تھا کہ قصر الامارت پر قبضہ ہو جائے۔ ابن زیاد خوف زدہ ہو گیا اور اشراف کوفہ کے منجملہ شمر ذی الجوشن اور شبث کو حکم دیا کہ وہ قصر الامارت کی چھت پر چڑھکر اہل کوفہ کو دھمکی دیں کہ لشکر شام کو طلب کر لیا گیا ہے اور امیر نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم اسی طرح ثابت قدم رہو اور جنگ سے باز نہ آؤ تو تم سب کو سخت سزا دیجائے گی تم اپنے اہل و عیال پر رحم کرو۔ جب مسلم کے ہمرائیوں نے یہ دھمکی سنی تو انکے دل لرز گئے اور اپنی عادت کے مطابق کہ کوفی لا یوفی کہا گیا ہے۔

بیوفائی پر اتر آئے خدا اور رسول سے شرم نہ کی۔ راہِ وفا سے برگشتہ ہو کر تمام عہد و پیمان کو توڑ دیا اور حضرت مسلم کو تنہا چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کی راہ لی ابھی آفتاب غروب نہ ہوا تھا کہ سب نے راہ فرار اختیار کی صرف تین آدمی باقی رہ گئے حضرت مسلم واپس ہوئے اور نماز کے لئے مسجد میں گئے جب نماز سے فارغ ہوئے اور باہر نکلے تو وہ تین اشخاص بھی جا چکے تھے مسلم حیران ہو گئے اور فرمایا کہ کوفیاں راہ راست سے ہزار منزل دور ہیں پس مسلم سوار ہوئے کہ کوفہ سے باہر چلے جائیں۔ سعد بن الخلف نزدیک آیا اور پوچھا کہ اے سید کہاں جا رہے ہو۔ فرمایا کوفہ سے باہر جا رہا ہوں تاکہ کسی جگہ ٹھہر جاؤں ممکن ہے کہ وہاں ہماری جماعت کے لوگ آ ملیں۔ سعد نے کہا کہ باہر نہ جائیے تمام دروازے اور راستے بند کر دیئے گئے ہیں مسلم نے پوچھا کہ پھر کہاں جاؤں کہا میں آپ کو ایک جگہ لے چلتا ہوں اور محمد کنیز کے گھر لایا اور تہ خانے میں چھپا دیا مگر بالآخر چغل خوروں نے ابن زیاد کو اس کی خبر کر دی۔ اور محمد کنیز کو دار الامارت لایا گیا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اپنی جان چاہتے ہو یا مسلم بن عقیل کی جان چاہتے ہو۔ جواب دیا کہ مسلم کی جان کی خدا حفاظت کرے گا اور میری جان حاضر ہے دونوں کے درمیان گفتگو طول کھینچی اور بالآخر اسکو اور اس کے بیٹے کو شہید کر دیا گیا۔ جب کنیز کی شہادت کی خبر مسلم کو پہونچی تو آپ ملول ہوئے اور گھر سے باہر نکلے اور سوار ہو کر دروازہ ڈھونڈنے لگے تاکہ باہر نکلیں ناگاہ ابن زیاد کے طلایہ گردی کرنے والے لوگوں کے بیچ میں آ گئے اسوقت صبح ہو گئی تھی حارث بن کنانیہ نے مسلم کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ہیں ہاتھ میں نیزہ پکڑے ہوئے ہیں درع پہنے ہوئے تیغ حمائل کئے ہوئے ہیں آثار شجاعت آپ سے ظاہر ہیں۔ حارث نے کہا ضرور یہ سوار مسلم بن عقیل ہے۔ لہذا ابن زیاد کو اسکی جلد خبر پہونچا دی۔ اس نے نعمان کو پچاس سواروں کے ساتھ اس جانب روانہ کیا اور انھوں نے مسلم کو پا لیا مسلم نے جب دیکھا کہ سواران انکے پیچھے آ رہے ہیں فوراً گھوڑے سے اتر پڑے اور ایک گلی میں مڑ گئے اور اس راستے سے ایک ویران مسجد میں داخل ہو کر ایک کونہ میں بیٹھ گئے۔ نعمان گھوڑے کو پکڑ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا اور صورت حال سے اسکو واقف کیا اور پھر حضرت مسلم کی تلاش شروع ہوئی ادھر مسلم سراسیمہ و حیران تھے اپنے دل میں کہا کہ افسوس دشمنوں کے درمیان گرفتار

ہوں اور امام کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا کوئی ایسا محرم راز بھی نہیں کہ جس سے اپنا غم دل بیان کردوں اور نہ ایسا کوئی شخص ہے جسکو بھیجکر امام کو ان واقعات کی اطلاع دوں بہرحال آپ مسجد سے باہر نکلے اور اسی محلہ میں جارہے تھے ناگاہ ایک ضعیف عورت کے مکان کے دروازے کے پاس پہونچے اور اس سے پانی طلب کیا جب اس ضعیفہ کو معلوم ہوا کہ آپ بھوکے پیاسے ہیں تو آپ کو اپنے گھر میں لے گئے اور آپ کے سامنے کھانا رکھا جو آپ نے تناول فرمایا۔ اس کے بعد فوت شدہ نمازوں کی قضا کی۔ انتہائی ملال میں نیند نے آپ پر غلبہ کیا۔ اور آپ اپنا سر بالیں پر رکھ کر سو گئے۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو اس ضعیفہ کا لڑکا دروازے سے اندر داخل ہوا اور دیکھا کہ اس کی ماں گھر میں اِدھر اُدھر آجا رہی ہے اور بہت رو رہی ہے۔ پوچھا کہ آپ کی کیوں ایسی حالت ہے کہ جس سے بہت تردد ظاہر ہوتا ہے۔ ضعیفہ نے اپنے بیٹے کو قسم دی اور کہا کہ اس شرط پر میں اپنے تردد کی وجہ بیان کرونگی کہ تم کسی سے نہ کہنا۔ اس کے بعد کہا کہ مسلم نے میری پناہ لی ہے اور میں انکی خدمت میں مشغول ہوں۔ لڑکا خاموش ہوگیا جب صبح ہوئی تو اس نے ابن زیاد کے گھر کا رخ کیا۔ دیکھا کہ حصیص بن جمیر گلیوں میں گشت لگا رہا ہے اور منادی کر رہا ہے کہ جو شخص مسلم بن عقیل کو لائے گا اس کو ایک ہزار دینار دونگا اور اس کی ہر درخواست کو قبول کرونگا اور اگر مسلم کو اپنے گھر میں چھپا رکھے اس کے گھر کو تباہ کر دونگا اور اس کو قتل کر دونگا۔ جب اس ضعیفہ کے لڑکے نے یہ منادی سنی تو اس کے آگے جاکر صورت واقعہ بیان کر دی اور اس نے یہ اطلاع ابن زیاد کو پہنچا دی۔ ابن زیاد نے عمر حریث کو حکم دیا کہ میرے خاص تین سو آزمودہ کار سپاہیوں کو محمد اشعث کی سرکردگی میں روانہ کرو تاکہ مسلم کو گرفتار کرکے لایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مسلم صبح کی نماز پڑھ چکے تھے۔ انھیں گھوڑوں کی آواز سنائی دی۔ آپ مسلح ہوگئے۔ تلوار کھینچی اور گھر کے باہر نکلے۔ وہ جماعت یکبار آپکے سامنے آگئی۔ مسلم غضبناک شیر کی طرح ان پر حملہ آور ہوئے اور چند کو گرادیا۔ یہ خبر ابن زیاد کو پہونچی تو محمد اشعث کو کہلا بھیجا کہ انکو امان دے کر میرے پاس لاؤ۔ محمد اشعث نے مسلم سے کہا کہ امیر نے اماں دی ہے لہذا آپ اپنا

ہاتھ شمشیرزنی سے روک دیں۔ مسلم نے کہا کہ تمہارے عہد و پیماں کا بھروسہ نہیں۔ بہرحال لوگوں نے آپ کو گھیر لیا اور ابن زیاد کے سامنے لے گئے۔ جب مسلم اس کی مجلس میں پہونچے تو سلام کیئے بغیر بیٹھ گئے۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ امام زماں کی بیعت سے انکار کیوں کیا۔ مسلم نے کہا کہ امام زماں حسین ابن علی ہیں لیکن اہل شقاوت نے نہیں چاہا کہ حق اپنے مرکز پر قائم رہے یہ بھی فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ ابن مرجانہ میرے قتل کا حکم دے گا۔ قبیلہ قریش کے کسی شخص کو میرے پاس بھیج کہ میں وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ ابن زیاد نے عمر سعد سے کہا کہ دیکھو یہ کیا کہنا چاہتے ہیں مسلم نے ان سے فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ شہر میں مجھ پر نو سو درہم کا قرض ہو گیا ہے میرا گھوڑا نعمان بن بشیر کے قبضہ میں ہے اس کے لو اور یہ ہتھیار جو میں پہنا ہوں وہ بھی لے لو اور اس کو فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دو۔ ابن زیاد نے اسکو قبول کر لیا۔ پھر مسلم نے فرمایا میری دوسری وصیت یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ مجھے شہید کرنے کے بعد میرا سر شام کو بھیجدیا جائے گا۔ میرے تن کو ابن زیاد جس مقام پر چاہے دفن کر دے۔ ابن زیاد نے کہا ایسا ہی ہو گا۔ اس کے بعد مسلم نے فرمایا میری تیسری وصیت یہ ہے کہ امام حسینؑ کو ایک مکتوب کے ذریعہ اطلاع دی جائے کہ کوفیوں نے بے وفائی کی اور آپ کا عمزاد بھائی شہید کر دیا گیا اور آپ ہرگز کوفہ نہ آئیں ان لوگوں کی باتوں پر اعتماد نہ فرمائیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اگر وہ ہمارا قصد نہ کریں تو ہم بھی ان کا قصد نہ کریں گے اور اگر وہ خلافت کا دعوے کریں تو ہم خاموش نہ رہیں گے۔ الغرض مسلم بن عقیل اور عبداللہ ابن زیاد کے مابین اور بھی باتیں ہوئیں جن کا ابن زیاد جواب نہ دے سکا۔ بالآخر کہا کہ میری مجلس میں ایسا کون ہے جو مسلم کو چھت پر لیجا کر ان کا سر تن سے جدا کر دے۔ بکر بن حمران اٹھا اور کہا کہ یہ میرا کام ہے کیونکہ مسلم نے میرے باپ کو قتل کیا ہے پس اس نے مسلم کا ہاتھ پکڑا اور چھت پر لے گیا۔ حضرت مسلم نے مکہ کی جانب منہ کر کے فرمایا السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ بکر بن حمران اٹھا کہ تیغ چلائے اس کا ہاتھ خشک ہو گیا بالآخر عبداللہ شامی دوسرے کو بھیجا اور اس نے مسلم کو شہید کر دیا اور آپ کا سر اس کے سامنے لایا اور آپکے تن کو چھت پر سے نیچے پھینکدیا رحمتہ اللہ علیہ

پھر عبد اللہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم کے اور ہانی کے جسموں کو بازار لیجا کر دار پر لٹکا دیں اور ان دونوں کے سروں کو دمشق لے جایا جائے اور جو واقعات پیش آئے وہ یزید سے بیان کئے جائیں۔ کہتے ہیں کہ یزید نے حکم دیا کہ دونوں کے سروں کو دمشق کے دروازے میں لٹکا دیا جائے۔ اسکے بعد ابن زیاد نے لوگوں سے کہا مسلم بن عقیل کے دو بچے اس شہر میں پوشیدہ ہیں منادی کر دی جائے کہ جس کسی کے گھر میں وہ پوشیدہ ہیں وہ انکو لا کر پیش کرے ورنہ اس گھر کو تباہ اور اس شخص کو خواری و ذلت کے ساتھ مار ڈالا جائے گا۔ وہ بچے قاضی شریح کے گھر میں تھے قاضی نے جب یہ منادی سنی تو بہت خوف زدہ ہو گیا دونوں بچوں کو اپنے سامنے بلایا ہر ایک کے کمر میں پچاس دینار باندھے اور اپنے لڑکے کو ان کے ساتھ کر کے کہا میں نے سنا ہے کہ عراقین دروازے کے باہر ایک قافلہ اترا ہے جو مدینہ جا رہا ہے ان بچوں کو اس قافلہ کے پاس لے جا کر کاروان کے کسی شخص کے حوالے کر دو تاکہ انھیں مدینہ پہونچا دے۔ قاضی کا لڑکا ان بچوں کو رات میں اپنے ہمراہ لیکر عراقین دروازے کے باہر آیا تو اسی وقت قافلہ روانہ ہوا تھا اور اس کے گرد و غبار کی سیاہی نظر آ رہی تھی۔ یہ تینوں تیز تیز روانہ ہوئے تاکہ قافلہ تک پہونچ جائیں۔ تھوڑی دور تک گئے تھے کہ قافلہ کی سیاہی انکی نظروں سے غائب ہو گئی اور یہ راستہ بھول گئے۔ وہ لوگ جو ان کی تلاش و جستجو میں پھر رہے تھے انکی نظر ان پر پڑی سمجھ گئے کہ یہ مسلم کے بچے ہیں انہیں پکڑ لیا اور ابن زیاد کے روبرو لا کر پیش کیا۔ اس نے حکم دیا کہ انکو قید خانہ لیجایا جائے اور یزید کے نام مکتوب لکھا کہ مسلم کے دو بچوں کو جن کی عمر سات اور آٹھ سال کی ہے گرفتار کر لیا گیا ہے ان کو قتل کر دیا جائے یا آپ کے پاس بھیجدیا جائے۔ کہتے ہیں کہ مالک زندان جس کا نام مستور تھا نیک اعتقاد تھا جب دونوں شاہزادے اس کے سپرد کئے گئے تو اسی رات کو اس نے انکو زندان سے باہر لا کر قادسیہ کے راستہ پر پہونچا دیا اور اپنی انگوٹھی دی اور کہا کہ یہ راستہ سیدھا قادسیہ جاتا ہے قادسیہ میں میرا بھائی ہے اس کو میری یہ انگوٹھی بتاؤ وہ مدینہ پہونچا دیگا۔ لیکن تقدیر میں شہادت تھی دونوں شاہزادے راستہ بھول گئے۔ جب صبح ہوئی تو چشمہ کے کنارے ایک کھجور کے درخت کے (کھوہ) جوف میں خود کو چھپا لیا لیکن ایک کنیز نے ان کا سایہ دیکھ کر انکو اپنے گھر لایا اور اپنی بی بی کو

کو بشارت دی کہ مسلم کے فرزندوں کو میں نے لایا ہے۔ بی بی نے ان دونوں شاہزادوں کو کھانا کھلایا اور کنیز کو ہدایت کی کہ اس راز کو پردۂ اخفا میں رکھے تاکہ اس کا شوہر مطلع نہ ہونے پائے۔ رات کا بڑا حصہ گذرنے کے بعد اس کا شوہر تھکا ماندہ آیا۔ بی بی نے پوچھا کہ اتنی دیر سے گھر آئے ہو کہاں گئے تھے کہا کہ میں ابن زیاد کے در پر گیا تھا دیکھا کہ منادی یہ اعلان کر رہا ہے کہ مسلم کے بچوں کو مستورات نے آزاد کر دیا ہے جو شخص انہیں لائے گا تو امیر کی جانب سے اسکو ایک گھوڑا اور خلعت کے علاوہ اتنا زر و مال دیا جائے گا کہ وہ تونگر ہو جائے۔ لوگ ان بچوں کی تلاش میں نکل رہے تھے میں بھی نکلا لیکن وہ نہیں ملے بی بی نے کہا کہ خدا سے ڈرو تم کو فرزندانِ رسول سے کیا کام شوہر نے کہا کہ تجھے ان باتوں سے کیا واسطہ اگر کھانا ہے تو لے آ تا میں کھا لوں۔ اس بیچاری عورت نے ماحضر پیش کیا جس کو اسکا شوہر زہر مار کر کے سو گیا۔ رات کا کچھ حصہ گذرا تھا کہ محمدؑ جو مسلم کے بڑے صاحبزادے تھے نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم سے کہا کہ بھائی اٹھو ہم دونوں کو بھی شہید کر دیا جائے گا کہ میں نے ابھی اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا کہ وہ آنحضرت علیہ السلام اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور فاطمہ و حسن مجتبیٰ علیہما السلام کے ہمراہ بہشت میں ٹہل رہے ہیں اور آنحضرت فرما رہے ہیں کہ ابن مسلم اپنے دونوں بچوں کو تم نے ظالموں کے درمیان چھوڑ دیا۔ میرے باپ نے کہا یارسول اللہ یہ دونوں میرے پیچھے آ رہے ہیں اور بہت جلد میرے نزدیک رہیں گے۔ چھوٹے بھائی ابراہیم نے یہ سنکر کہا کہ خدا کی قسم میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ پھر دونوں بھائی ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر رونے لگے۔ جب انکی آواز حارث بن عروہ کے کان میں پہونچی جو اس مومنہ کا شوہر تھا تو وہ بیدار ہو گیا اور اپنی بی بی کو آواز دیکر پوچھا کہ یہ خروش و فغاں کیا ہے۔ مومنہ لاجواب ہو گئی۔ حارث اس مقام پر پہونچا جہاں یہ دونوں موجود تھے اور پوچھا کہ تم دونوں کون ہو۔ دونوں بھائیوں نے خیال کیا کہ پوچھنے والا ہمارے چاہنے والوں سے ہوگا لہذا جواب دیا کہ ہم دونوں مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں حارث نے کہا واعجباہ آج دن تمام میں جنکی تلاش میں رہا وہ میرے ہی گھر آ نکلے۔

اور جب صبح ہوئی تو تیغ و سپر لیکر ان دونوں بھائیوں کو فرات کے کنارے لے گیا۔ اس مومنہ اور اسکے غلام حارث کا لڑکا یہ تینوں دوڑے اور ہرچند حارث کو منع کیا مگر اس نے انکی بات نہ سنی عورت حایل ہوئی تو اسکو زخمی کر دیا اور جب لڑکا درمیان میں آیا تو اسکو ہلاک کر دیا اور پھر دونوں شہزادوں کو شہید کر دیا۔ ان کے تنوں کو فرات میں ڈالکر دونوں کے سر ابن زیاد کے پاس لاکر پیش کیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ میں نے یزید کو مکتوب لکھا ہے کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں ان دونوں کو زندہ روانہ کر دونگا یا آپ فرمائیں تو دونوں کو قتل کر دوں گا اب اگر یہ حکم آئے کہ ان دونوں کو زندہ بھیجدو تو میں کیا جواب دونگا تو کیوں ان کو زندہ نہیں لایا۔ حارث نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ عام گڑبڑ ہو جائے گی اور مجھ سے انکو چھین لیا جائے گا اور میری کوشش بے کار جائے گی۔ ابن زیاد نے کہا کہ اب مصلحت اسی میں ہے کہ اسکو ذلت کے ساتھ مار ڈالا جائے۔ اس جماعت میں جو اس وقت حاضر تھی ایک شخص مقاتل نامی تھا جو محبان اہل بیت سے تھا اس نے حارث کو پکڑ کر باہر لایا اسکے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے۔ آنکھیں نکال ڈالیں ناک قطع کردی پیٹ کو چاک کر دیا اور ایک لکڑی سے باندھ کر دریا دیا۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ دریا نے اسکو زمین پر پھینک دیا بالآخر اسکو جلا دیا گیا اور اسکی راکھ دریا میں بہا دی گئی اسکے بعد شاہزادوں کے سروں کو بھی بحکم ابن زیاد دریائے فرات میں ڈال دیا گیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

راویان اخبار جگر سوز و ناقلان حکایت اندوز اس طرح کہتے ہیں کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے اشراف و اعیان کوفہ جمع ہوئے اور بیس ہزار اشخاص نے امام برحق کی بیعت قبول کی مسلم نے امام برحق کو مکتوب لکھا اور عرض کیا کہ کوفہ تشریف لائیں اور اس خصوص میں بہت مبالغہ سے کام لیا۔ جب یہ مکتوب امام کونین کو پہونچا تو آپ نے عراق کا ارادہ کیا لیکن آپ کے محبوں نے اتفاق نہیں کیا ہرچند امام کو روکنے کی سعی کی مگر سودمند نہ ہوئی۔ پس امام برحق و شاہزادہ کونین نے اپنے بھائیوں رشتہ داروں اور محبوں کو جمع کیا اور تیسری ذی حجہ کو جس روز حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت واقع ہوئی تھی۔ مکہ سے

باہر نکلے اور عازم سفر ہوئے۔ ایک مخلص خاص نے کہا یا ابن رسول اللہ کوفہ کی جانب آپ کا تشریف لے جانا قرین مصلحت نہیں ہے کہ ان لوگوں کی باتوں کا بھروسہ نہیں اور ان کی وفا پائیدار نہیں۔ امام معصوم سید مظلوم نے فرمایا کہ ان لوگوں نے کئی مکتوب مجھے لکھا ہے اور طریق رشد و ہدایت کے خواستگار ہیں اب میرے عم زاد بھائی مسلم بن عقیل نے لکھا ہے کہ بیس ہزار اشخاص نے بیعت کی ہے اور آپ کی تشریف آوری کے منتظر اور آپ سے ہدایت پانا چاہتے ہیں اگر میں نہ جاؤں تو یہ لوگ کل قیامت میں مجھ پر حجت قائم کریں گے اور میں نے اس لئے سفر کا عزم کیا ہے کہ غیب سے کمند پڑی ہے اور اس کمند میں میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد دوسرے نے کہا یا ابن رسول اللہ ہنوز والی یزید کوفہ میں ہے اور وہ مملکت اس کے لوگوں کے تصرف میں ہے اگر اہل کوفہ اس حاکم کو شہر سے باہر کردیں اور اس ولایت کو اپنے تصرف میں لائیں تو اس صورت میں آپ قصد فرما سکتے ہیں ورنہ یزید کے لشکر سے جنگ ہونے کا اندیشہ ہے اور نہ جانے اسوقت کیا صورت پیش آتی ہے۔ امام برحق نے فرمایا کہ اس بارے میں غور کروں گا اور کل تم کو جواب دوں گا۔ کہتے ہیں کہ امام کونین نے کوفہ کو جانے کے بارے میں مصحف سے تفاؤل لیا تو یہ آیت **کل نفس ذائقۃ الموت** امام نے فرمایا صدق اللہ و رسولہ اللہ تعالے اور میرے جد بزرگوار دونوں نے سچ فرمایا دونوں میری شہادت کے موید ہیں اور مجھے وہاں جانے کے سوا چارہ نہیں۔

القصہ آپ نے تین منزلیں طے کر کے جب منزل مشقوق پہونچے تو ایک شخص کوفہ سے آیا۔ امام برحق تنہا بیٹھے تھے اسکو طلب کر کے مسلم اور اہل کوفہ کے حالات دریافت کیا۔ اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم میں کوفہ سے باہر نہ ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ مسلم اور ہانی کو قتل کر دیا گیا اور انکے تنوں کو دار پر لٹکا کر انکے سروں کو شام بھیجدیا گیا۔ یہ سنکر آپ کے ساتھیوں نے مراجعت کا مشورہ دیا لیکن مسلم کے فرزندوں نے کہا کہ ہماری زندگی میں اب لطف باقی نہیں رہا ہم اپنے باپ کے

خون کا بدلہ لیں گے یا ہم بھی اپنے باپ کی طرح جام شہادت نوش کریں گے ۔

مجبوراً آپ نے عزم کوفہ کیا جب اس منزل پر پہونچے جو کوفہ سے قریب تھی تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کو اجازت دیدی کہ تم جہاں چاہیں جا سکتے ہیں البتہ میری خوشیوں کو میرے بغیر چارہ نہیں کہتے ہیں کہ جو لوگ راہ وفا میں ثابت قدم نہ تھے انہوں نے آپ کی رفاقت چھوڑ دی اور وہ جماعت جو اخلاص اور صدق پر قائم تھی اس نے کہا کہ ہماری ہزار جانیں آپ پر قربان ہوں آج آپ سے ہم روگردانی کر کے کل کس کو منہ دکھائیں۔

القصہ ابن زیاد نے جس جاسوس کو مکہ روانہ کیا تھا کہ جب حسین ابن علی وہاں سے نکل کر کوفہ کا رخ کریں تو مجھے خبر دینا وہ جاسوس اس وقت پہونچا اور خبر پہونچایا کہ امام حسین کو مکہ سے نکلے سولہ روز ہوتے ہیں اور آج قبیلہ بنی سکون میں سکونت پذیر ہیں ابن زیاد نے جب یہ خبر سنی حر بن یزید کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا کہ کس طرح حسین ابن علی کو کوفہ پہونچائے اور کسی اور طرف جانے نہ دے۔ حر اس طرف سے نکلے کہ دریا پر امام کو روکیں اور امام اس طرف سے نکل کر بر سر آب پہونچے۔ رات وہیں رہے علی الصباح جب آفتاب نکلا تو حر کے لشکر کو دیکھا کہ اس صحرا میں اترتے ہیں۔ اس کے بعد حر لشکر کی صف سے نکل کر سامنے آئے اپنا نام و نسب بیان کیا۔ امام برحق نے فرمایا اے حر دوستی کیلئے آئے ہو یا جنگ کے لئے۔ حر نے کہا کہ جنگ کے لئے آیا ہوں۔ امام نے پوچھا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ حر نے کہا کہ عبید اللہ ابن زیاد نے مجھے بھیجا ہے کہ آپ کو نہ چھوڑوں اور دوسری طرف جانے نہ دوں بلکہ کوفہ کے دروازے تک آپ کے ساتھ رہوں۔ امام برحق نے فرمایا کہ اے حر نماز کا وقت ہے نیچے اتر اور اپنی قوم کے ساتھ نماز پڑھ لے تاکہ میں اپنی قوم کے ساتھ نماز پڑھوں۔ حر نے کہا ابن رسول اللہ آپ سامنے ہوں تاکہ دونوں لشکر آپ کے پیچھے نماز پڑھیں کہ آپ پیشوائے زمانہ اور امام دوجہاں ہیں۔ امام بڑھے اور نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد تلوار پر ٹیکا دیکر خطبہ دیا کہ لوگو میں بطور خود نہیں آیا۔ تمہاری جانب سے پیچھے بعد دیگرے رسل و رسائل اور نامے

آئے اور تم نے لکھا کہ میں بسرعت تمام تمہارے پاس آؤں کہ کوئی امام نہیں ہے جس کی
تم اقتداء کرو میں نے تمہاری ان باتوں پر اقدام کیا اگر تم اپنے عہد وفا پر قائم ہیں
تو میں تمہارے شہر میں قدم رکھوں گا۔ ورنہ مجھے چھوڑ دو میں واپس ہو جاؤں گا اور
جہاں چاہوں گا چلا جاؤنگا۔ حُر نے کہا یا حسین ابن علی خدا کی قسم مجھے ان مکتوبات
کی خبر نہیں۔ امام نے کہا کہ تمہارے لشکر میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کے نام میرے
ساتھ ہیں پھر آپ نے وہ مکتوبات منگوائے جب وہ پڑھے گئے تو ان میں سے بعض
لوگ سر جھکا لئے اور شرمندہ ہو گئے۔

ناگاہ اس اثناء میں ایک شتر سوار پہونچا اور ابن زیاد کا ایک مکتوب حُر کے حوالہ کیا
جسمیں لکھا تھا کہ اے حُر حسین ابن علی کو تم جہاں پاؤ وہیں ان کو روک دو اور
جس جگہ آب و گیاہ نہ ہو وہاں اتار دو۔ حُر نے مکتوب پڑھکر اسے امام کو دیا اور کہا
کہ آپ پڑھ کر دیکھئے کہ ابن زیاد آپ کو روکنے میں کس شدت سے کام لے رہا ہے
اس کے بعد آہستہ کہا یا امام حسین حُر کا ہاتھ کٹ جائے اگر وہ آپ پر تیغ کھینچے اور
اسکی آنکھ نکل جائے اگر وہ دوسرے طور پر آپ پر نظر ڈالے اس وقت مخالفین
میرے ساتھ ہیں ضرورتاً مجھے آپ کے سامنے رہنا ہوگا اگر مناسب ہو تو دونوں
ایک ساتھ سوار ہو کر کچھ دور تک جائیں گے اور جب نیچے اتریں تو حضرت اس حیلہ
سے کہ حُر ہمراہ ہے ہم سے فاصلہ پر اتریں جس وقت لوگ سو جائیں تو حضرت
سوار ہو کر جس طرف چاہیں روانہ ہو جائیں جب آپ دور چلے جائیں گے اور لوگ
بیدار ہوں گے اور حضرت کو نہ پائینگے تو ہم اس بیابان کے کچھ حصہ میں گشت لگائیں
گے۔ امام نے ایسا ہی کیا۔ اس طرح سوار ہوئے اور اترے جب لوگ سو گئے
تو آپ اپنے لوگوں کے ساتھ روبہ راہ ہوئے رات اندھیری تھی نہ جانے کہ
کدھر جائیں جب صبح کی سپیدی نمودار ہوئی تو امام کونین ایک ہولناک زمین پر
پہونچے۔ ہر چند شاہزادۂ دوسرا نے تازیانہ لگایا مگر گھوڑا ایک قدم آگے نہ بڑھا۔
امام ابن امام نے پوچھا کہ کسی کو معلوم ہے کہ اس زمین کا کیا نام ہے ایک نے کہا کہ اس

مارقیہ کہتے ہیں امام نے فرمایا دوسرا نام بھی ہوگا۔ کہا گیا کہ اس کو نینویٰ بھی کہتے ہیں
امام نے پھر پوچھا کہ اس کا اور بھی نام ہے کہا گیا کہ شرط الصراط بھی کہتے ہیں. فرمایا
ان ناموں کے سوا اور کیا نام ہے کہا گیا کہ کربلا بھی کہتے ہیں۔ امام مغموم نے
کہا اللہ اکبر یہ زمین کربلا ہے یہ میری خون ریزی کا مقام ہے یہ جھیٹ آل عبا ہے.
امام کے صاحبزادے علی اکبر آگے آئے اور کہا بابا جان یہ آپ کیا فال دے رہے ہیں
فرمایا اے جان پدر میں تمہارے دادا امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ بوقت جنگ صفین
اس جگہ پہونچا تھا امیر المومنین ایک روز اس جگہ اترے تھے اپنا سر میرے بھائی امیرالمومنین
حسن کے گود میں رکھا اسوقت میں سرہانے کھڑا تھا کچھ دیر نہ گذری تھی کہ خواب سے
روتے ہوئے بیدار ہوئے۔ میرے بھائی نے کہا یا ابتاہ آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح
رو رہے ہیں فرمایا کہ میں نے یہ واقعہ دیکھا کہ اس صحرا میں ایک دریا نمودار ہوا ہے اور
حسین اسی دریا میں گر پڑے ہیں اور ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں اور
کوئی شخص انکی فریاد کو نہیں پہونچ رہا ہے پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یا ابا عبد اللہ
تجھے اس صحرا میں واقعہ پیش آئے گا تو کیا کروگے۔ میں نے کہا صبر کروں گا کہ بغیر صبر کے
مجھے اور کوئی چارہ نہیں ہے. امیر المومنین نے کہا صبر کرو کہ انّ اللہ مع الصابرین
پھر فرمایا اے فرزند تمہارے دادا نے جو فرمایا تھا وہی واقعہ پیش آرہا ہے۔ القصّہ امام
کونین اسی جگہ ٹھہر گئے۔ ابن زیاد کو جب اطلاع ملی کہ امام سرزمین کربلا میں اترے
ہیں تو عمر ابن سعد کو طلب کر کے کہا کہ تمکو رے کی حکومت و امارت دی جائے گی بشرطیکہ
تم سالار لشکر بن کر کربلا جاؤ اور حسین سے کسی طرح یزید کی بیعت لو اور اگر وہ قبول نہ
کریں تو ان کا اور انکے پیروؤں کے سروں کو میرے پاس لاؤ۔ ابن سعد نے کہا کہ یہ
بڑا کام ہے بغیر سوچے سمجھے نہیں کیا جاسکتا۔ مجھے اجازت دی جائے کہ میں جاکر اپنی اولاد
سے مشورہ کروں ابن زیاد نے اجازت دی۔ ابن سعد نے اپنے گھر واپس آکر اپنے
لڑکوں سے صورت حال بیان کی۔ اس کے چھوٹے لڑکے نے کہا کہ آپ نے ایسا برا افعال
کس طرح کیا۔ حسین جگر گوشہ مصطفےٰ ہیں اور آپ کے باپ سعد وقاص نے اپنی جان

جان انکے دادا پر قربان کر دی تھی آپ انکے فرزند ہو کر رے کی خاطر حسین کی جان لینے کا قصد نہ کریں۔ خدا سے خوف کیجئے آپ نے خود امام کو تین خط لکھ کر مکہ کو روانہ کیئے تھے اور انکو آنے کی دعوت دی تھی۔ امام نے آپکی دعوت قبول کر لی اور یہاں تشریف لائے اگر آپ امام کو قتل کرینگے تو لوگ آپ کو غدار اور بے وفا کہیں گے اور محبان اہل بیت کی آپ پر قیامت تک پھٹکار ہو گی۔ کہتے ہیں کہ ابن سعد نے پھر اپنے بڑے لڑکے کی جانب متوجہ ہو کر اس سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ بڑے لڑکے نے جواب دیا کہ میرے بھائی نے جو کچھ کہا وہ درست ہے لیکن نسیہ ہے اور یہ نعمت نقد ہے کوئی عقلمند نقد کو نسیہ کے حوالہ نہ کرے گا۔ عمر ابن سعد نے کہا کہ بیٹے اب میں نے دنیا کو اختیار کیا آخرت کا حال خدا جانے۔ پس دوسرے روز ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا کہ آپ نے جو کچھ کہا میں نے اسکو قبول کیا۔ ابن زیاد خوش ہو گیا اور پانچ ہزار افراد کے ساتھ کربلا کو روانہ کیا۔

القصہ ابن سعد پانچ ہزار کی فوج کے ساتھ امام کے برابر میدان میں جا ٹھہرا۔ اور عمر ابن حجاج کو فرات کے کنارے پر متعین کر کے تاکید کی کہ حسین ابن علی اور ان کی متعلقین کو پانی لینے سے روکا جائے۔ جب یہ لوگ وہاں پہونچے امام نے فرمایا کہ بیابان کی جانب خیمے نصب کیئے جائیں۔ یہ صورت حال ۸ر محرم کو پیش آئی۔ جب بیابان میں اترے تشنگی امام کے ہمراہیوں پر غالب ہوئی۔ امام برحق نے اپنے بھائی عباس ابن علی رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں اور بیس پیادہ اشخاص کے ساتھ پانی لانے کے لئے فرات پر روانہ کیا۔ عباس نے اس قوم سے محاربہ کر کے مشکوں کو پانی سے بھر لیا اور اپنے لشکر گاہ کو واپس ہوئے۔ دوسری شب کو امام علیہ السلام نے عمر بن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ آج شب کو تو مجھ سے ملاقات کرے۔ ابن سعد نے قبول کیا اور لشکر گاہ سے بعض اپنے خواص کے ساتھ باہر نکلا۔ امام کونین اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی اکبر کے ساتھ سوار ہو کر عمر ابن سعد کے برابر آئے اور فرمایا اے عمر بن سعد کیا تجھے خدا کا خوف نہیں کہ مجھ سے لڑنے کیلئے آیا ہے تو

جانتا ہے کہ میں کس کا فرزند ہوں۔ عمر ابن سعد نے کہا یا ابا عبداللہ آپ نے جو کچھ فرمایا حق ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں آؤں تو کوفہ میں میرے املاک تباہ کردیئے جائیں گے۔ امام برحق نے فرمایا دنیا کی عمارتیں اتنی محبوب نہیں ہیں اگر تیرے یہاں کے بلند قصر برباد کردیئے جائیں تو تیرے لئے بہشت میں بلند محل تعمیر ہوں گے اس کے علاوہ اگر تو میرا ساتھ دے تو میں تیرے ان عمارات سے بہتر عمارات تجھے دوں گا۔ ابن سعد نے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ دوسرے روز بریر بن حصین نے اسکو پند و نصیحت کی۔ ابن سعد نے کہا میں ملک رے کی حکومت نہیں چھوڑ سکتا۔ بریر نے کہا اے ابن سعد جو شخص ہوس ملک رانی کرے گویا اس نے بساط حق تہ کردی اور مرکب سعادت کو تیغ شقاوت سے کاٹ دیا۔ نیک بخت شخص ایسے کام کب کرسکتا ہے۔ اس اثناء میں شمر ذوالجوشن نے عبیداللہ ابن زیاد کو لکھا کہ عمر ابن سعد اور امام حسین نے ایک دوسرے سے ملاقات کی ہے اور خفیہ بات چیت ہوئی ہے مگر اس گفتگو کی حقیقت معلوم نہیں۔ ابن زیاد اسی اطلاع سے غضب میں آگیا اور ابن سعد کو لکھا کہ میں نے تجھے حسین سے جنگ کرنے کیلئے بھیجا ہے نہ کہ ان سے مصاحبت کے لئے۔ میں نے سنا ہے کہ تم دونوں میں پیام و کلام کا سلسلہ جاری ہے اگر یہ کام تجھ سے نہیں ہو سکتا تو ملک رے کا جو منشور تجھے دیا گیا ہے وہ واپس کردے اور شمر ذوالجوشن کو لشکر کی سپہ سالاری سپرد کردے۔ جب یہ مکتوب پہونچا تو ابن سعد بہت مضطرب ہوا اور امام کونین سے جنگ کا ارادہ کرلیا۔ آٹھویں محرم تھی کہ امام کے لشکرگاہ میں پانی کا ایک قطرہ موجود نہ تھا لوگ تشنگی میں مبتلا ہے اور بچے العطش العطش کی فریاد کر رہے تھے۔ امام برحق اُٹھے اور ایک جگہ تشریف لاکر فرمایا کہ اس زمین کو کھودو۔ کچھ کھودے تھے کہ میٹھے پانی کا چشمہ برآمد ہوا۔ تمام لشکر نے پانی پیا گھوڑوں اور اونٹوں کو پانی پلایا اور مشکوں کو بھر لیا اس کے بعد وہ چشمہ ناپید ہوگیا۔ جب یہ خبر ابن زیاد کو پہونچی تو اس نے پھر ابن سعد کو لکھا کہ تو نے حسین کو کیسے کنواں کھودنے کا موقع دیا ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کر اور ہر طرح انکو تنگ کر میں پے در پے لشکر بھیج رہا ہوں

پس شمر ذو الجوشن کو چار ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا اور اس کے پیچھے یزید
کلبی کو دو ہزار اور حصین نمیر کو چار ہزار اور عمر بن قیس کو دو ہزار اور اسکے پیچھے قیس بن حنظلہ
کو دو ہزار اور اسکے عقب میں نصر شامی کو دو ہزار اور اس کے پیچھے حجاج بن حر کو دو ہزار..
اشخاص کے ساتھ بھیجا تا آنکہ سترہ ہزار سوار و پیادہ عمر بن سعد سے جا ملے جس کے تحت
پانچ ہزار کا لشکر تھا اسطرح جملہ تعداد بائیس ہزار ہو گئی۔ امام معصوم کے ہمراہ بہت کم
لوگ تھے قصہ مختصر ابن زیاد نے ابن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آج ہی حسین ابن علی
[illegible] سے تو جنگ میں مشغول ہو جائے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ جو لوگ ہیں انکو بڑے
بڑے عہدے دوں گا۔ جب یہ پیغام ابن سعد کو پہونچا تو اگرچہ صبح کا وقت تھا فوراً سوار
ہوا اور تمام لشکر کو امام کونین سے جنگ کے لئے لیکر نکلا۔ اس وقت امام برحق زانو پر
سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے جب سواروں کی گرد اور لوگوں کا شور و غل ہوا تو آپ
بیدار ہوئے اور اپنے بھائی عباس کو یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجی کہ ان کے آنے کا کیا سبب ہے
عباس نے تحقیق کی اور پھر واپس ہو کر امام کی خدمت میں عرض کیا کہ عمر بن سعد نے لشکر کے
ساتھ جنگ کا اقدام کیا ہے۔ امام نے فرمایا اے بھائی آپ جا کر انہیں سمجھا بجھا کر
واپس کر دیجئے کہ ابھی صبح کا وقت ہے اور باقی دن تک مہلت لے کر نیز آج کی رات جمعہ کی
رات ہے اور عاشورہ ہے جہاں تک ہو سکے مراسم طاعات اور لوازم اوراد کی بجا آوری برقرار
رکھتے ہوئے موقع ملیگا۔ عباس باہر نکلے اور ان سے کہا کہ اے لوگو جگر گوشہ مصطفیٰ آج
کی رات کے لئے تم سے مہلت طلب کرتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کی رات
آخری رات ہے اسلئے وہ چاہتے ہیں کہ عبادت میں گذاریں۔ عمر ابن سعد نے امرائے لشکر
سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ ہم جنگ کے لئے نکلے ہیں غضب امیر سے ہم کو خوف ہے شمر
نے نعرہ لگایا کہ ہم آمادہ نہیں ہیں۔ ناگاہ عمر بن حجاج نے کہا لوگو یہ کیا بے رخی ہے
اگر یہ قدم روم یا چین کے مقابلوں میں اٹھایا جاتا اور مہلت طلب کرتے تو انکو مہلت دی
جاتی یہ تو تمہارے پیغمبر کے اہل بیت ہیں خدا سے ذرا تو خوف کرو۔ لوگوں نے یہ
کلام سنکر جنگ سے ہاتھ روک لیا اور اتر گئے اس رات میں صرف نگہبانی کرتے رہے

۴

امام برحق نے تمام رات عبادت الٰہی میں گزاری آپ کے اصحاب نے بھی آپ کی متابعت کی جب صبح ہوئی تو امام نے اپنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے ہنوز اوراد تمام نہ کیئے تھے کہ مخالفوں کے لشکر سے آواز کوس حرب سنائی دی اور جوق جوق مسلح سوار اور پیادے میدان میں آ گئے اور ھل من مبارز کی آواز دینے لگے۔ عمر بن سعد نے صف حرب آراستہ کی۔ امام برحق نے بھی صف بندی کی اور علم اپنے بھائی عباس کو دیا جب دونوں صف آراستہ ہوئے امام خیمہ میں تشریف لائے اور عمامہ رسول سر پر رکھا اور آنحضرت کا درع پہنا اور امیر المومنین علی کی شمشیر حائل کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر صف حرب کا رخ کیا۔ آپ نے اپنا نسب ظاہر کیا ان پر عذاب آخرت سے ڈرایا اور دوبارہ فرمایا کہ اے اہل عراق میں تم کو قسم دیتا ہوں میں مصطفےٰ علیہ السلام کا نواسہ ہوں، جگر گوشہ رسول خدا قرۃ العین امیر المومنین علی مرتضےٰ و فاطمہ زہرا ہوں میرے بھائی حسن مجتبےٰ تھے۔ یہ رسول خدا کا عمامہ ہے جو میں سر پر پہنا ہوا ہوں اور یہ تلوار شیر خدا کی تلوار ہے جسکو میں نے حائل کیا ہے یہ گھوڑا بھی جس پر میں سوار ہوں آنحضرت علیہ السلام کا گھوڑا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا وہ سچ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کس وجہ سے میرا خون کو حلال سمجھتے ہو اس نوبت پر بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ امام کونین نے عباس و علی اکبر سے فرمایا کہ جاؤ اور ان سے کہو کہ کل تم کو اس سے زیادہ رونا ہے اسکے بعد۔ پھر سلسلہ سخن جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو میں نے اپنے جد بزرگوار کے روضہ مبارک کی خدمت اختیار کی تھی۔ باقتضائے حالات وہاں سے نکل کر میں نے حرم کعبہ میں پناہ لی اور عبادت الٰہی میں مشغول تھا۔ تم لوگوں کے مکتوبات متواتر آنے لگے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے اب آپ امام زماں ہیں آپ اس جانب متوجہ ہوں میں تمہاری استدعا پر یہاں آیا اور اب یہ نوبت آئی ہے اسکے بعد آپ نے وہ نامہ جات جو ان لوگوں نے لکھے تھے اور آپ کے ہمراہ تھے انکو بتائے۔ ان سب نے انکار کیا اور کہا کہ یہ ہماری اطلاع کے بغیر لکھے گئے ہیں۔ حضرت نے ان مکتوبات کو نذر آتش کر دیا اور فرمایا کہ میں نے اپنی حجت تم پر تمام کر دی۔ کل قیامت میں تم کو مجھ پر کسی حجت کا موقع نہ رہے گا۔ عمر بن سعد سامنے آیا اور کہا یا حسین ابن علی

ان باتوں سے کچھ نہیں ہوتا جب تک یزید سے بیعت نہ کرو یہ سب باتیں بے سود ہیں یا بیعت کیجائے یا جنگ۔ امام برحق نے دیکھا کہ ان پر نصیحت کارگر نہیں ہے تو مجبوراً جنگ کا دل میں ارادہ کیا اور فرمایا الٰہی میں نے اس قوم پر اپنی حجت تمام کر دی ہے اسی وقت عمر بن سعد آگے بڑھا اور امام کے لشکرگاہ پر اپنی کمان سے تیر پھینکا اور کہا گواہ رہو کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے حسین کے لشکر پر تیر چلایا ہے۔

القصہ جب صف قتال درست ہوئی تو دونوں جانب میدان کی جانب نظریں لگی ہوئی تھیں کہ جنگ کا استقبال کریں۔ امام نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ جب تک مخالف ابتداء نہ کرے تو جنگ کے لئے پیش قدمی نہ کی جائے۔ اس نوبت پر حُر آگے بڑھے اور کہا اے عمر بن سعد کیا تو حسین ابن علی سے جنگ کرے گا۔ ابن سعد نے کہا ہاں۔ حُر نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور امام کونین کے نزدیک آکر گھوڑے سے اتر گئے۔ امام برحق کے رکاب کو بوسہ دیا اور کہا یا ابن رسول اللہ میرا خیال تھا کہ یہ مہم صلح پر ختم ہو جائے گی لیکن اب انکی سرکشی ظاہر ہو گئی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کیا میری توبہ قبول ہو گی۔ امام نے گھوڑے پر سے حُر کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا اے حُر بندہ کتنا بھی گناہ کرے جب وہ درگاہ الٰہی میں رجوع ہوتا ہے تو اجابت کی امید ہے۔ ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہٖ اور فرمایا کہ تو نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اسے میں سمجھتا ہوں کہ تو نے نہیں کیا۔ حُر نے گذارش کی کہ اے سبط رسول اب میری آرزو ہے کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے دشمنوں سے نبرد آزما ہوں اور وہ پہلا شخص رہوں جو اس قوم سے مقابلہ کرے اور وہ پہلا شخص رہوں جو شہید ہو جائے۔ امام نے فرمایا کہ حُر صبر کرو تاکہ دوسرے جنگ میں حصہ لیں لیکن حُر نے بہت اصرار کیا بالآخر امام نے اجازت دی۔ حُر نے میدان جنگ کا رخ کیا۔ صفوان بن حنظلہ سے مقابلہ ہوا آخر صفوان کو زمین پر گرا دیا۔ اس کے تین لڑکے تھے تینوں نے بیک وقت حملہ کیا۔ حُر نے ایک لڑکے کو بھی گرا دیا اور دوسرے نے راہ فرار ہزیمت اختیار کی۔ حُر اس کے پیچھے دوڑے اور اس پر نیزہ مارا جو اس کے سینہ سے باہر نکل گیا اسکے بعد امام برحق کی طرف

آئے اور عرض کیا یا ابن رسول اللہ آپ مجھ سے راضی ہوئے اور معاف کر دئیے امام کونین نے فرمایا میں راضی ہوں اور تو آزاد ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھا ہے اسکے بعد حُر پھر میدان جنگ میں آئے اور بہت لڑے چنانچہ جب انکے گھوڑے کو بیکار کر دیا گیا تو وہ پا پیادہ لڑنے لگے۔ امام نے جب یہ دیکھا تو اپنا اسپ تازی بھیجا حُر نے اسکے رکاب کو بوسہ دیا پھر اسی پر سوار ہوئے اور خوب میدان کارزار گرم کیا جب عمر ابن سعد کے نزدیک پہونچے تو اس نے بیقرار ہو کر نعرہ لگایا کہ حُر کو چاروں طرف سے گھیر لیں۔

اہل لشکر نے غلبہ کیا اطراف و جوانب سے آپ کو زخمی کر دیا۔ قصور بن کنانہ نے نیزہ مارا جس سے حُر زمین پر آ گئے اور نعرہ لگایا یا ابن رسول اللہ ادرکنی یعنے میری دستگیری کیجیے امام گھوڑا دوڑاتے ہوئے پہونچے۔ حُر کو جو میدان کی دوسری جانب تھے اپنے لشکر کی صف کے سامنے لایا۔ گھوڑے سے اتر کر حُر کے سر کو اپنے گود میں رکھا اور اپنی آستین سے حُر کے رخسار سے گرد صاف کی۔ حُر میں رمق برابر جان تھی انہوں نے آنکھیں کھول دیں اپنے سر کو امام کے گود میں دیکھکر تبسم کیا اور کہا یا سبط رسول اللہ کیا آپ مجھ سے راضی ہوئے۔ امام نے فرمایا جیسا میں تجھ سے راضی ہوں خدا بھی تجھ سے راضی ہے۔ حُر اس بشارت سے خوش ہوئے اور نقد جاں کو امام کے نثار کر دیا رحمتہ اللہ علیہ اس کے بعد انکے بھائی، اسکے فرزند اور انکے غلام نے بھی لشکر شام سے نکل کر شربت شہادت نوش کیا رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہم۔

اسکے بعد امام برحق دوسری بار صف لشکر کے سامنے آکر فرمایا اے اہل کوفہ و شام میں نے جنگ کی ابتداء نہیں کی ہے تم نے پہلی دفعہ میرے منہ پر تیر پھینکا اور میں ابھی جنگ میں شریک نہیں ہوں میری لشکر سے بھی کوئی شخص ابتک مارا نہ گیا۔ صرف حُر اور ان کے بھائی، فرزند اور غلام نے شہادت پائی ہیں بار دگر اتمام حجت کرتا ہوں تا کہ کل قیامت میں تمکو مجھ پر حجت کا موقع نہ رہے تم میں سے ایک جماعت میرے ساتھ آئے اور تین باتوں سے کوئی کام کرے اول یہ کہ میرے لیے راستہ کھول دیا جائے تا کہ میں یزید کے پاس جاؤں اور مناظرہ کروں، اگر اکابر کی رائے ہو کہ حق انکی طرف ہے تو میں انکی بیعت کر لونگا۔ ورنہ میں یا وہ جان دینگے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپکو یزید کے پاس جانے نہ دینگے ممکن ہیکہ آپ شیریں زبان میں ایسا نہ ہو کہ اپنی دل پسند تقاریر سے

یزید کو فریب میں لائیں۔ امام برحق نے فرمایا اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے جد بزرگوار کے روضہ پہ حاضر ہو جاؤں اور اسکی مجاورت میں مشغول ہو جاؤں ان لوگوں نے کہا ہم اسپر بھی راضی نہیں ہیں ممکن ہے کہ آپ وہاں قوت پیدا کریں اور پھر خروج کریں۔ سیّد مظلوم نے فرمایا اگر یہ بھی تم سے نہیں ہو سکتا تو مجھے اور میری ہمراہیوں کو پانی دو کہ تمام خلق خدا کو منجانب حق پانے پینے کا حق ہے کہنے لگے کہ پانی کی بات نہ کیجئے آپ اور آپ کے ہمراہی ریزہ ریزہ ہونے تک فرات کا پانی نہیں پا سکتے الّا اس کے کہ آپ یزید کی بیعت قبول کریں ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں امام کونین نے فرمایا بس اب ایک کام کرو کہ مقابلہ کے لئے ایک ایک باہر آئیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون سورما ہے کون نامرد ہے کون باہنر ہے اور کون بے ہنر ہے۔ اس تجویز کو ان لوگوں نے قبول کیا۔

القصہ مخالف لشکر ایک قول کے بموجب سترہ ہزار اور ایک روایت کے مطابق بیس ہزار افراد پر مشتمل تھا اگرچہ بعضوں نے اسکی تعداد چوبیس ہزار بتائی ہے اور امام برحق کی جماعت صرف ۷۲ پر مشتمل تھی اس کے بعد امام اپنے لشکر گاہ آئے اور اپنے محبوں کو جنگ کا اعلان دیا۔ یک بیک جنگ شروع ہوئی اور لوگ جام شہادت نوش کرنے لگے اسکی تفصیل کتب مبسوطہ سے معلوم کی جا سکتی ہے یہ شہید ہونے والے جملہ ۵۳ تن تھے ہر ایک کے محاربہ کی تفصیل باعث طوالت ہوگی۔ اسکے بعد مسلم بن عقیل کے فرزندوں کی نوبت آئی۔ ان دونوں بھائیوں نے بھی شربت شہادت نوش کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت کے اقارب سے پہلے شخص جو میدان جنگ میں آئے وہ شاہزادے عبداللہ بن مسلم تھے ان کے بعد انکے بھائی عبدالرحمن بن مسلم نے مرتبہ شہادت پایا۔

القصہ جب اولاد مسلم بن عقیل شہید ہو گئے تو جعفر طیار کی باری آئی جو حضرت زینب کے فرزند اور امام برحق کے بھانجے تھے جب جعفر محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار شہید ہو گئے تو امام مظلوم کی بہن زینب نے بہت نالہ وزاری کی۔ محمد عون بن عبداللہ بن جعفر طیار نے جب اپنے بھائی کی شہادت دیکھی تو بے اختیار مخالفوں کے درمیان گھوڑ کو ڈال دیا اور

دادشجاعت دی بالاخر یہ بھی شہید ہو گئے اس کے بعد فضل ابن علی نے شہادت پائی اس کے بعد عبداللہ بن امام حسن علیہ السلام نے خالد بن طلحہ کے ہاتھ سے نیزے کا زخم کھایا۔ اس کے بعد قاسم بن محسن نے عم بزرگوار سے اجازت حرب طلب کی جب اجازت نہ ملی تو خیمہ میں آکر سر بزانوئے اندوہ بیٹھے تھے کہ امام نے خیمہ میں داخل ہو کر ان سے کہا کہ تمھارے باپ نے وصیت کی تھی کہ میری لڑکی سے تمہارا عقد کیا جائے۔ لہذا حسب وصیت میں اسکو تمھارے عقد میں دیتا ہوں۔ اور عقد فرما دیا۔ اپنی لڑکی کا ہاتھ قاسم کے ہاتھ میں دیدیا۔ اسی اثنار میں میدان کارزار سے ھل من مبارز کی آواز آئی۔ قاسم عروس کا ہاتھ چھوڑ کر خیمہ سے باہر نکلے اور محاربہ و مقاتلہ میں مشغول ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ تقریباً تیس پیادوں اور پچاس سواروں کو ان کے کیفر و کردار کو پہونچایا۔ اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ آپ چاہتے تھے کہ مخالفوں کے نرغے سے باہر نکلیں کہ آپ کا گھوڑا تیروں سے زخمی ہو کر گر پڑا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر محمد بن شیث نے آپ کے سینے پر نیزہ مارا جس کی نوک آپ کی پشت مبارک سے باہر نکل گئی آپ کو ستائیس زخم آئے تھے۔ لیکن جب نیزہ کا زخم لگا تو گر پڑے اور اپنے عم بزرگوار کو آواز دی۔ امام نے جب قاسم کی آواز سنی تو گھوڑا دوڑاتے ہوئے، اور سواروں اور پیادوں کو تتر بتر کرتے ہوئے قاسم کے پاس پہونچے۔ اور ان کو اپنے خیمہ کے پاس لیجاکر لٹا دیا۔ ابھی رمق برابر جان باقی تھی امام نے ان کے سر کو اپنے گود میں رکھ کر ان کے منہہ کو چوما۔ قاسم نے آنکھیں کھولیں تبسم کیا۔ اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

اس کے بعد جعفر بن علی میدان میں آئے اور شہادت پائی ان کے بعد عباس ابن علی کی باری آئی، امام سے اجازت لے کر وہ بھی میدان میں آئے اور اس قوم کو نصیحت کی کہ اس اثناء میں اہل بیت کا نالۂ العطش سنا۔ پس مشک و مطہرہ لے کر فرات کے کنارے پہونچے چار ہزار افراد نے میدان کا رخ کیا۔ اور راستہ روک دیا۔ عباس نے ان پر حملہ کیا اور اسّی (۸۰) اشخاص کو گرا دیا اور باقی اشخاص کو متفرق کر دیا۔ اور پھر اپنے گھوڑے کو پانی میں ڈال دیا۔ اس نوبت پر پھر سواران پہونچ گئے۔ آپ نے بار دیگر ان پر حملہ کیا۔ اور وہ متفرق ہو گئے۔ اس کے بعد آپ اترے اور مشک کو پانی سے بھر لیا۔ اور چاہا کہ پانی پئیں کہ امام کی تشنگی یاد آئی تو آپ نے

پانی نہ پیا مشک کاندھے پر لٹکائی ناگاہ نوفل بن ارزق پہونچا اور آپ پر وار کیا جس سے سیدھا ہاتھ بدن سے جدا ہو گیا۔ عباس نے مشک بائیں ہاتھ میں پکڑ لی لیکن اس نے اس ہاتھ کو بھی گرا دیا۔ آپ نے مشک دانتوں سے پکڑ لی۔ ناگاہ ایک تیر مشک کو لگا اور اس میں کا تمام پانی گر گیا۔ عباس ان دو زخموں کی وجہ سے زمین پر گر پڑے۔ اور درمیان خاک و خون اپنی جان شیریں حق کے حوالے کر دی رضی اللہ عنہ۔

اس کے بعد محمد انس میدان میں آئے اور شہادت پائی۔ اب امام کو یقین اور آپ کے تیسرے فرزند علی اکبر، علی اوسط اور علی اصغر رہ گئے۔ اس وقت امام زین العابدین دو سال سے بستر علالت پر فرشیں تھے۔ امام نے جب دیکھا کہ تمام برادران خواہرزادان اور برادرزادگان اور دیگر اقارب باقی نہ رہے تو آپ نے خود سلاح اپنے تن مبارک پر درست کیا اور چاہا کہ میدان کارزار میں اتریں۔ اس موقع پر علی اکبر اپنے پدر بزرگوار کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا کہ خدا وہ دن نہ دکھائے کہ میں آپ کے بغیر رہوں۔ مجھے اجازت دیجیے کہ میں ان ظالموں سے مقابلہ کروں اور اپنی جان کو آپ پر سے نثار کر دوں امام ہمہ حق نے اجازت نہیں دی۔ اس پر علی اکبر نے بہت گریہ و زاری کی اور بالآخر اجازت حاصل کر لی۔ امام عالی مقام نے خود ان کو سلاح پہنایا اور گھوڑے پر سوار کیا۔ ماں اور بہن نے رکاب پکڑ لیا اور مانع ہوئیں۔ امام نے فرمایا کہ انھیں چھوڑ دو کہ ان کا سفر آخرت کا ارادہ ہے پس علی اکبر نے مبارز طلبی کی کوئی مقابل نہ آیا۔ شاہزادہ نے خود قلب لشکر پر حملہ کیا اور میمنہ و میسرہ میں ایک شور برپا کر دیا۔ پھر اپنے باپ کے روبرو آئے اور کہا ابا جان مجھے پیاس ہلاک کر رہی ہے۔ اور یہ جبہ و سلاح گراں گذر رہے ہیں۔ امام نے فرمایا جان پدر! قریب میں تم کو ساقی کوثر سیراب کریں گے۔ پھر امام نے اپنے سامنے انکو بلا کر گرد و غبار اپنے دست مبارک سے صاف کیا۔ اور آنحضرت علیہ السلام کی انگوٹھی منہ میں رکھی جس کے چوسنے سے پیاس کسی قدر کم ہوئی کہ اتنے میں کوفیوں سے ھل من مبارز کی صدا آئی۔ علی اکبر نے پھر میدان کا رخ کیا۔ اور پچاس منافقوں کو واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد کوفیوں نے ایک ساتھ سیدھی اور بائیں جانب سے آپ پر حملہ کیا۔ اور زخم پہونچائے۔ جس سے آپ اپنے مرکب سے

گر پڑے اور نعرہ لگایا کہ باباجان کہاں ہیں گرے ہوئے کو تھامیئے۔ جب امام نے یہ آواز سنی تو گھوڑا دوڑاتے ہوئے میدان کے بیچ میں سے آئے اور اپنے فرزند کو خیمہ کے پاس لیجاکر ان کا سر اپنے گود میں لیا اور کہا کہ بیٹے اپنی ماں اور باپ سے بات کرو۔ علی اکبر نے آنکھ کھولی اور کہا باباجان آسمان کے دروازے کشادہ ہیں اور حوران جنان شربت کے جام اپنے ہاتھوں میں لیکر مجھے بشارت دیرہی ہیں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ روح پرواز ہوگئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب امام کونین سبط رسول الثقلین ابا عبداللہ الحسین نے دیکھا کہ کوئی یار ومددگار باقی نہ رہا تو مخدرات حرم رسالت و ولایت سے فرمایا کہ صبر وشکیب کو اپنا شعار بناؤ اور بہن سے فرمایا کہ میری سکینہ آج یتیم ہوجائے گی۔ یتیموں کا دل نازک ہوتا ہے اس سے بے التفاتی نہ کرنا اور فرمایا کہ میرے واقعہ کے بعد واویلا نہ کرنا۔ منہ پر طمانچے نہ مارنا کپڑے نہ پھاڑنا۔ یہ جاہلوں کی عادت ہے لیکن میں رونے سے منع نہیں کرتا کہ تم غریب الادیار مظلوم وبیکس ہو۔ بہرحال ان کو تسلی دیکر آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور چاہتے تھے کہ میدان کا رخ کریں کہ خیمہ کے اندر شور اٹھا آپ نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہا گیا کہ علی اصغر ہچکیاں کھا رہے ہیں اور خوب رورہے ہیں۔ تین روز سے انھوں نے دودھ نہیں پیا ہے۔ اور ماں کی چھاتیوں میں بھی آب وطعام نہ ہونے سے دودھ نہیں ہے اب علی اصغر ہلاک ہونے کے قریب ہیں سید مغموم امام مظلوم نے یہ سنکر فرمایا کہ ان کو میرے نزدیک لاؤ زینب لے آئیں امام نے ان کو زین پر اپنے گود میں بٹھالیا۔ اور مخالفوں کی صف میں آئے اور کہا کہ تم نے میرے بھائیوں، بھتیجوں بچوں اور بھانجوں اور محبوں کو قتل کردیا تمھارے آگے میں گنہ گار ہوں اس پانچ ماہ کے بچے نے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ اس کو ایک جرعہ پانی دو کہنے لگے کہ یہ محال ہے۔ عبداللہ ابن زیاد کا حکم ہے کہ پانی کا ایک قطرہ آپ کو اور آپ کے لڑکے کو نہ دیا جائے۔ ناگاہ ایک نامرد نے جس کا نام عون تھا کمان کھینچی اور ایک تیر امام برحق پر پھینکی۔ قضارا وہ تیر علی اصغر کے حلق پر لگی۔ امام نے گلوئے معصوم سے تیر باہر کھینچی اور اپنی چادر سے خون صاف کیا۔ اور پھر خیمہ کا رخ کیا اور علی اصغر کی ماں سے کہا کہ اس طفل شہید کو نے لو

اب یہ حوض کوثر سے سیراب ہوگا۔ سب نے گریہ وزاری شروع کی۔ امام نے دو قبریں کھود دیں اور دونوں فرزندوں کو دفن کیا اس کے بعد امام الساجدین والصابرین حضرت زین العابدین علیہ السلام کے سوا اہل بیت طاہرین میں کوئی نہ رہا۔ امام صابر نے جب پدر بزرگوار کو تنہا دیکھا تو برداشت نہ کر سکے باوجود بیماری کے خیمہ سے باہر نکلے اور نیزہ لے کر میدان جنگ کا رخ کیا۔ جب امام برحق کی نظر ان پر پڑی تو دوڑ کر آئے اور فرمایا واللہ تم واپس ہو جاؤ ہماری نسل تم سے باقی رہے گی۔ اور تم ائمہ اہل بیت کے باپ بنو گے۔ میں تم کو اپنا وصی بنا کر عورتوں کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے خیمہ میں سجادہ لیکر اس پر امام الساجدین کو بٹھایا۔ عمامہ رسول سر پر باندھا۔ اور امیر حمزہ کی سپر پشت پر لگائی۔ اور ذوالفقار امیر المومنین کو حمائل کیا۔ اور پھر آپ ذوالجناح پر سوار ہو کر میدان حرب پہونچے اور فرمایا اے قوم جان لو کہ میرے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے باپ علی مرتضیٰ اور میری ماں فاطمہ زہرا، میرے بھائی حسن مجتبےٰ اور میرے چچا جعفر طیار، اور میرے والد کے چچا امیر حمزہ ہیں۔ ایسا حسب ونسب کس کا ہے۔ میرے فرزندوں اور قرابت داروں کو تم نے قتل کر دیا۔ اب تم مجھے ہلاک کرنے پر کمر باندھے ہو۔ مجھے قتل کرنا کونسے مذہب میں جائز ہے لیکن ان پر امام کے اس کلام کا اثر نہ ہوا۔ شیث ربعی و شمر ذوالجوشین وغیرہ نے کہا یا ابن بوتراب آپ اپنا قصہ دراز نہ کیجئے۔ آئیے تاکہ آپ کو ابن زیاد کے آگے لیجائیں تاکہ آپ یزید کی بیعت کریں۔ اور اس ہلاکت سے بچیں۔ امام نے کچھ نہ فرمایا۔ اور آپ پر سواروں اور پیادوں نے بیک وقت تیروں کی بارش کر دی۔ اتفاق سے ایک تیر بھی آپ کو نہیں لگا۔ اور یہ سب شرمندہ ہو گئے۔ امام کونین نے پھر خیمہ کا رخ کیا۔ لیکن اسی وقت اس قوم نے پھر جنگ کا قصد کیا۔ امام برحق نے بھی جلد پلٹ کر لشکر کے تین صفوں کو چیر دیا۔ اور اپنے لیئے رستہ کھول دیا۔ اور گھوڑا دوڑا کر لب فرات پہونچ گئے۔ جب گھوڑے کو پانی میں لے گئے۔ اور ایک چلو پانی کے لیے اٹھایا تھا کہ کسی نے آواز دی اے حسینؑ آپ پانی پی رہے ہیں اور لشکر عورتوں کے خیمہ میں غارتگری کر رہا ہے۔ یہ سن کر امام نے پانی پھینک دیا اور جب خیمہ کے دروازے پر آئے تو کسی کو نہیں دیکھا سہم گئے کہ کسی نے مکر سے اس طرح کیا۔ الغرض لب فرات سے در خیمہ

تک پہونچنے میں چار سو اشخاص کو تہہ تیغ کر دیا اس کے بعد در خیمہ پر کھڑے ہوئے اور شاہ سجاد کو بغل میں لیکر کہا کہ اے فرزند جب تو مدینہ پہونچے تو دوستوں کو میرا سلام پہونچانا اور اور کہنا کہ جب کبھی تم رنج و غربت میں مبتلا ہوں تو ہماری غربت کو یاد کر لینا اور جب کسی کشتہ کو دیکھنا تو میرے کٹے ہوئے حلق کو یاد کرنا۔ اور جب ٹھنڈا اور شیریں پانی پینا تو میری تشنہ لبی کو نہ بھولنا۔ اس کے بعد لگام کھینچی اور میدان جنگ میں قدم رکھا عمر بن سعد نے کہا کہ حسین پر یکبار حملہ کرو پس اہل لشکر نے امام مظلوم کو درمیان میں پکڑ لیا۔ امام شیر غراں کی مانند شمشیر براں کے ساتھ ان کے درمیان گر پڑے اور تمام کوفیوں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ اور اور آپ کے تن نازنیں کو مجروح کر دیا۔ امام نے کثیر زخموں کے باعث لڑائی سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور گھوڑا بھی بیکار ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جسم مبارک پر ایک سو بیس زخم لگے تھے۔ بالآخر شمر ذی الجوشن آیا آپ کے سینہ پر بیٹھا امام نے آنکھ کھولی اور اسکو اپنے سینے پر دیکھا فرمایا زرہ کا دامن اٹھا جب اس نے اٹھایا تو اس کے سینے پر برص کے داغ نظر آئے۔ فرمایا صدق رسول اللہ آج شب کو میں نے خواب میں آنحضرت علیہ السلام کو دیکھا آپ نے فرمایا تمہارا قاتل مبروص الصدر ہے۔ اور کل تم نماز ظہر میرے ساتھ پڑھو گے۔ پھر امام نے فرمایا اے شمر جانتا ہے آج کون سا دن ہے؟ کہا عاشورہ ہے۔ امام نے پوچھا کیا وقت ہے کہا کہ جمعہ کی نماز کا وقت ہے۔ امام نے فرمایا اے شمر منبر پر خطبہ میرے جد کے نام سے پڑھا جاتا ہے اور تو میرے سینے پر بیٹھ کر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ میرے سینے سے اٹھ کہ نماز کا وقت ہے تاکہ میں قبلہ کی طرف رخ کروں اور نماز میں مشغول ہو جاؤں۔ جو میراث پدر ہے۔ شمر امام کے سینہ سے اٹھا شاہ شہیداں اتنی حرکت کر سکے کہ آپ قبلہ کی قبلہ کی طرف منہ کر سکیں اور بیٹھ کر نماز میں مصروف ہو گئے جب پہلے سجدہ میں گئے تو شمر مقہور نے اتنا بھی توقف نہ کیا کہ حضرت نماز پوری کر لیں۔ اسی سجدہ میں سر تن سے جدا کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اس حادثہ کے بعد تمام شہیدان کربلا تین روز تک ویسے ہی پڑے رہے۔ اس کے بعد بنی اسد کے لوگوں نے سب کو دفن کیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ذکرِ شریف

سیّد السّاجدین، امام السّالکین، قدوۃ الصّابرین سیّدنا امام زین العابدین علیہ السّلام

آپ بارہ ۱۲ اماموں میں جو ائمہ اہل بیت الطّاہرین تھے چوتھے امام ہیں۔ آپ کی کنیت "ابو محمّد" اور آپ کا نام "علی" اور لقب "زین العابدین"۔ آپ کے لقب کے متعلق "شواہد" میں ہے کہ ایک رات آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان بہ شکل اژدھا آیا تاکہ آپ کو نماز سے روکے۔ اور پائے مبارک کو کاٹ لیا۔ شاہِ سجاد نے اس جانب التفات نہ فرمایا۔ اور نماز نہیں توڑی۔ اس وقت کہنے والے کو دیکھا گیا کہ تین ۳ بار اس نے کہا۔ "اَنْتَ زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ" پس اس روز سے آپ کو اس لقب سے پکارنے لگے۔ آپ کی ماں شہر بانو بنت کسریٰ یزدجر شہر یار بن پرویز بن نوشیروان عادل تھیں۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں مرقوم ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں یزدجر کی تین ۳ لڑکیاں گرفتار کر کے لائی گئیں۔ تینوں کو جناب امیر المومنین نے اپنے حصے میں لے لیا کہ یہ بادشاہ کی لڑکیاں ہیں۔ ان کو فروخت کرنا مناسب نہیں۔ ان میں سے ایک کو حضرت امام حسین علیہ السّلام کو بخش دیا جس سے امام چہارم پیدا ہوئے۔ دوسری لڑکی محمد بن ابوبکر کو دی جس سے قاسم پیدا ہوئے۔ تیسری لڑکی عبداللہ بن عمر کو دی جس سے سالم تولد ہوئے۔ اس طرح یہ تینوں ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ اس وجہ سے صاحب روضۃ الشہداء کہتے ہیں کہ امام سجاد نبوت اور مملکت کے درمیان جامع ہیں۔ ان کی بہن "فاطمہ" بھی شہر بانو کے بطن سے ہیں۔ جو حسن بن حسن سے منسوب ہوئیں۔ اس طرح حسن مثنیٰ کی اولاد کو بھی شرف جامعیت نبوت و بادشاہی حاصل ہے۔ الغرض امام سجاد کی ولادت "مدینہ" میں سنہ ۳۳ھ میں ہوئی۔ اور ایک قول کے لحاظ سے سنہ ۳۶ھ اور تیسرے قول کے لحاظ سے سنہ ۳۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر (۶۱ یا ۶۲) سال کی ہوئی۔ بعض آپ کی عمر (۵۸) سال اور بعض (۵۶) سال بھی بتاتے ہیں۔ اپنے والد کی شہادت کے وقت آپ کی عمر (۱۸) سال تھی۔ اور بعض روایت کے بموجب سولہ ۱۶ سال

تھی۔ راویانِ اخبار کہتے ہیں کہ جب امام برحق کو شہید کر دیا گیا تو شمر ذوالجوشن شاہ سجّاد امام
زین العابدین کے خیمے پر آیا۔ اور تلوار کھینچ کر چاہتا تھا کہ سیّد مظلوم کو قتل کر دے لیکن اس کو عمر
ابن سعد نے منع کر دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حمید بن مسلم نے منع کیا۔ عمر بن سعد نے امام حسین کے
سر کو خولی بن یزید کے حوالے کر کے عبداللہ ابن زیاد کے پاس "کوفے" کو بھیج دیا اور خود واقعۂ
"کربلا" کے دو روز بعد کوفے کو روانہ ہوا۔ یعنے کوفیوں نے تیسرے دن صبح تک بدنِ مبارک امام
برحق و تمام شہداء اسی طرح صحرا میں چھوڑ کر بقیہ اہل بیت کو اونٹوں پر سوار کر کے کوفے کی
طرف روانہ ہوئے۔

جب کوفہ پہونچے عبداللہ بن زیاد نے چند روز کے بعد ان سروں اور عورتوں اور
امام زین العابدین کو شام کی طرف روانہ کر دیا۔ اور زہر بن قیس اور شمر ذوالجوشن کو پانچ ہزار
سوار کے ساتھ مقرر کیا۔ تاکہ ان سروں کو اہلِ بیت کے ساتھ یزید کے سامنے پیش کریں۔ القصہ
پہلا دن تھا کہ شہداء کے سروں کو دروازۂ شام پر لایا گیا۔ یزید نے حکم دیا کہ اہل بیت کے
سروں کو لایا جائے۔ جب یہ سر لائے گئے [illegible] ایک کو دیکھ کر پوچھا اور معلوم کیا کہ یہ سر کس کس کے
ہیں۔ اس کے بعد کہا کہ حسین ابن علی کا سر لایا جائے۔ کوفیاں طشت میں رکھ کر لائے اور
یزید کے سامنے رکھ دئیے۔ یزید نے ایک لکڑی سے اشارہ کر کے کہا کہ حسین ابن علی کے
کیسے اچھے لب و دندان تھے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے آواز بلند کی کہ وہ اس طرح بے
ادبی نہ کرے۔ میں نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لطیف و دندان کو بوسہ دیتے ہوئے
دیکھا ہے۔ دوسرے شخص نے کہا کہ یزید خدائے تعالیٰ تیرے ہاتھ کو جدا کرے۔ تو چاہتا ہے
کہ اپنی چھڑی سے اس جگہ کو ضرب لگائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر بوسہ دیتے
ہوئے میں نے سو بار مشاہدہ کیا ہے۔ حضارِ مجلس رونے لگے۔ اندیشہ تھا کہ فساد برپا ہو جائے۔
یزید نے خفا ہو کر انہیں باہر کر دیا۔ اس وقت تک شام ہو گئی تھی۔ پھر یزید نے کہا کہ اس جماعت کو
پیش کرو جس کو تم زندہ لائے ہو۔ امام سجّاد اور مستورات کو لایا گیا۔ یزید نے امام سجّاد
کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ کہا گیا کہ یہ علی بن حسین ہے۔ یزید نے کہا کہ
میں نے سنا ہے کہ وہ قتل کر دئیے گئے۔ جواب دیا گیا کہ حسین کے تین فرزند تھے یعنی علی اصغر
اور علی اکبر مارے گئے یہ علی اوسط ہیں۔ جو بیمار تھے۔ ان کو آپ کے سامنے لایا گیا ہے۔ یزید نے

اِمام سجّاد کی جانب مخاطب ہو کر کہا کہ اے سجّاد! تم جانتے ہو کہ ہمارے باپ چاہتے تھے کہ ہر منبر پر ان کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور مسندِ خلافت پر بیٹھیں۔ اَلحمدُ لِلّٰہ کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور اس مقصود کو حاصل نہ کر سکے۔ مظلوم ابن مظلوم نے کہا۔ منبروں کو ہمارے آباء اجداد نے رکھا ہے یا تیرے آباء و اجداد نے قائم کیا ہے؟ اور خلافت ہمارے آباء کی تھی یا تیرے آباء کی؟ راہ خدا میں ہمارے آباء نے جہاد کیا یا تیرے آباء نے کیا؟ بدرگاہِ الٰہی تیرے آباء و اجداد نے شرک کیا یا ہمارے آباء نے کیا؟ ہم اور تو قیامت میں پوچھے جائینگے۔ یزید اس کلام سے غضب میں آگیا۔ اور چاہا کہ آپ کا سر تن سے جُدا کر دے لیکن اس کے ہاتھوں میں لرزہ پڑ گیا۔ جہلا امام سجّاد کے قتل سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ آپ کو اپنے نزدیک بٹھا کر کہا کہ یا علی! میرا بیٹا تمہارے ہم سن ہے ہو سکے تو اس سے کُشتی کرو۔ سجّاد نے کہا کہ کشتی کیا کہتے ہو ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دو تاکہ ایک دوسرے سے مقابلہ کریں جو غالب آئے وہ مغلوب کو مار ڈالے۔ اس وقت شام کا نقارہ بجنے لگا۔ یزید کے بیٹے نے کہا کہ اے علی بن حسین! یہ میرے باپ کی نوبت ہے۔ اِمام نے کہا کہ تھوڑی دیر صبر کرو تا میں اس کا جواب دوں۔

اس عرصے میں مؤذن نے شام کی نماز کے لئے اذان دی۔ اِمام نے کہا کہ اے یزید کے بیٹے یہ ہمارے باپ دادا کی نوبت ہے۔ پانچ روز کی نوبت پر مغرور نہ ہو کہ ہماری دولت قیامت تک رہیگی۔ اور رات و دن میں پانچ وقت دنیا کے کان میں اس کی آواز آتی رہیگی اور دار الضرب امامت میں سعادت کا سکہ ہمارا رہے گا۔ اور منبروں پر ہماری فضیلت کا خطبہ پڑھا جاتا رہیگا۔ یزید کا بیٹا خاموش ہو گیا۔ حضارِ مجلس شاہزادے کی فصاحت سے حیرت زدہ ہو گئے امام سجّاد اور یزید کے درمیان بڑا مباحثہ ہوا۔ اگر اس کی پوری تفصیل بیان کی جائے تو طوالت ہو گی۔ قصّہ مختصر جب یزید امام کے کلام سے عاجز ہو گیا تو کہا کہ اے علی! مجھ سے کوئی حاجت ہو تو طلب کرو۔ امام سجّاد زین العباد نے فرمایا کہ کل جمعہ کا دن ہے مجھے خطبہ دینے کی اجازت دو۔ یزید نے قبول کیا۔ دوسرے روز امام منبر پر چڑھے اور خطبہ مشتمل بر حمد الٰہی و نعت رسالت پناہی دیا۔ ایسا فصیح و بلیغ کلام کسی کان نے نہیں سُنا تھا۔ اس کے بعد فرمایا اے اہل شام! ہر فرد مجھے جانتا ہے۔ اور اگر نہیں جانتا تو جان لے "اَنَا اِبْنُ رَسُوْلُ اللّٰہ اَنَا اِبْنُ الْمُصْطَفٰی" میں مسافر سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی کا فرزند ہوں۔ میں پسر مجاور فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

ہوں۔ میں پسرِ شہسوار "ھَلْ اَتٰی" ہوں۔ میں پسر یارِ اورنگ "لَافَتٰی" ہوں۔ میں پسرِ خیرِ المرسلین، سیدالنساء فاطمہ زہرا ہوں۔ میں فرزند شہید مظلوم نور دیدہ مصطفیٰ اور سرور سینۂ مرتضیٰ، مُبتلائے میدانِ کربلا حسین شہید کربلا ہوں۔ اس نوبت پر لوگوں میں گریہ وزاری کا شور پیدا ہوا۔ یزید لرز گیا موذن سے کہا نماز کے لئے اذاں دے تاکہ سجاد کا کلام منقطع ہو جائے پس موذن نے اذاں دینی شروع کی اور خطبہ ناتمام رہا۔ عوام میں غلغلہ پڑ گیا۔ اس کے بعد یزید نے اکابر واعیان کو جمع کر کے حکم دیا کہ شمر اور اُمرائے کوفہ کو حاضر کریں۔ اور ان سے درشت کلامی کی کہ کیا ان کو میں نے کہا تھا اس لئے لائے ہو کہ میں ان کی اطاعت کروں۔ پسر مرجانہ پر لعنت ہو کہ اس نے ایسا کام کیا کہ جس سے شام میں میری بدنامی ہوئی۔ اس کلام کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کی سرزنش سے نجات ملے۔ اِس کے بعد اہل بیت کو محل میں جگہ دی۔ اور کچھ عرصے کے بعد ان کو تیس ۳۰ مسلح سواروں کے ساتھ مدینۂ طیبہ کی جانب روانہ کر دیا۔ امام سجاد اپنے پدر بزرگوار کے سر کو شہداء کے تمام سروں کے ساتھ لے کر متوجہ کربلا ہوئے۔ بیس ۲۰ صفر کی تاریخ تھی جبکہ امام ہمام کے سر کو آپ کے بدن مبارک سے جوڑ کر اور دوسرے شہداء کے سروں کو بھی اسی طرح ان کے بدن سے ملحق کر کے مدینہ کا عزم کیا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو اہل مدینہ استقبال کے لئے باہر آئے اور جب ان کی نظر اہل بیت پر پڑی تو مہاجر اور انصار نے آہ وزاری کی۔ لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ قیامت ظاہر ہو گئی ہے۔

اہل بیت پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہوئے اور نعرہ "وَاجَدّاہ" "وَامُحَمَّدا" "وَاسَیِّدا" لگانے لگے۔ سننے والوں کے لئے مُصیبت تازہ ہو گئی۔ اور امام سجاد نے بحالِ غمگیں قیام پذیر ہوئے۔ اور مسندِ امامت کو زینت بخشی۔ محمد حنیفہ بن امیرالمومنین نے امامت خاصہ کے بارے میں استدعا کی امام سجاد نے فرمایا کہ خانہ کعبہ میں حجرِ اسود کے نزدیک جا کر اس سے پوچھیں گے کہ "امام زماں" کون ہے؟ تاکہ علمِ الٰہی کی کیفیت معلوم ہو۔ پس بالاتفاق حجرِ اسود کے پاس جا کر سوال کیا کہ حسین بن علی کے بعد امام کون ہے؟ حجر اسود حرکت کرنے لگا اور زبانِ فصیح سے کہا کہ حسین بن علی کے بعد علی بن حسین کی امامت ہے۔ اور وہی امام زماں ہیں۔ محمد حنیفہ اس عجیب واقعہ سے شاہ سجاد کی امامت کے قائل ہو گئے۔ اور دست بیعت دراز کیا۔ آنحضرت کی کرامات اور خوارق اتنے زاید ہیں کہ اس مختصر جگہ میں وہ سما نہیں سکتے۔ تمام امت پر بخوبی واضح ہے کہ وارث علوم مصطفوی و متصرف ولایت مطلقہ مرتضوی آپ ہی تھے۔ صاحب مرآت الاسرار کہتے ہیں کہ آنحضرت روز شنبہ انیسویں ۱۹ محرم ۹۴ھ میں زمانہ ولید

بن عبدالملک میں راہی دارالبقا ہوئے۔ اور جنت البقیع میں اپنے چچا امام حسن علیہ السلام کے بازو دفن ہوئے۔

آپ کو گیارہ فرزند اور چار لڑکیاں تھیں۔

* * *

ذکرِ شریف

ماہرِ علومِ مصطفوی، واقفِ رموزِ مرتضوی، پیشوائے اہل الیقین سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام

آپ آئمہ اثناعشر میں پانچویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت "ابوجعفر" اور لقب "باقر" اور نام "محمدؐ" آپ کا یہ لقب باعتبار علوم الٰہی میں وسعت کی بناء پر ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ لقب قولِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہے۔ چنانچہ کشف الغمہ میں حضرت جابر انصاری سے مروی ہے کہ جب آیت "اَطِیْعُوا اللّٰہ" نازل ہوئی تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم خدا اور اس کے رسول کو جانتے ہیں یہ اُولِی الْاَمْر کون لوگ ہیں جن کی حق تعالیٰ نے اطاعت کو خدا و رسول کی اطاعت کے ساتھ بیان فرمایا ہے؟ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ اے جابر! یہ لوگ میرے خلفاء ہیں میرے بعد ان میں اوّل علیؑ، ان کے بعد حسن و حسین و علی بن حسین و محمدؐ بن علی ہیں جو توریت میں باقر سے معروف ہے۔ اے جابر! تم ان سے جلد ملوگے۔ اور جب کبھی انہیں دیکھو ان کو میرا سلام پہونچاؤ۔

صاحب صواعق محرقہ کہتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے جبکہ وہ صغیر السن تھے کہا۔ اے محمد باقر! پیغمبر خدا نے تم کو سلام کہا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا تو کہا ایک روز میں آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ حسین بن علی آنحضرت کی گود میں تھے۔ مجھ سے آنحضرت نے فرمایا۔ اے جابر! حسین کو ایک فرزند ہوگا جس کا نام علیؑ ہوگا۔ جب وہ قیامت میں آئے گا تو منادی ندا کریگا سیّد عابدین اُٹھو اور اس وقت حسین کا فرزند جس کا نام "علیؑ" ہوگا اُٹھیگا پھر فرمایا

اے جابر! ابن علی کو ایک لڑکا ہوگا جس کا نام محمدؑ ہوگا۔ اگر تم ان کا زمانہ پاؤ تو میرا سلام انہیں پہونچاؤ۔

آپ کی ولادت مدینہ میں روز جمعہ تیسری صفر ۵۷ھ کو ہوئی۔ واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر تین سال تھی۔ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت آپ کی عمر اڑتیس سال تھی۔ آپ کی والدہ فاطمہؑ بنت الحسن بن علی علیہ السلام ہیں۔ سادات حسنی میں آپ پہلے شخص ہیں کہ جن میں سیادت حسن وحسین جمع ہوئی۔ جیسا کہ سادات حسین میں عبداللہ المحض پہلے شخص ہیں جن میں سیادت حسن وحسین جمع ہوئی۔ کیونکہ ان کی ماں فاطمہ بنت الحسن بن علی تھیں۔ حاصل کلام یہ کہ امام محمد باقر کو جو اولاد ہوئی اس کو حسنیؑ الحسینی کہتے ہیں۔ اور اولاد عبد اللہ المحض کو حسنی الحسینی کہتے ہیں۔ الغرض امام پنجم اپنے پدر بزرگوار کے بعد مسند امامت خاصہ پر متمکن ہوئے۔ وہ امام برحق، جانشین پیغمبر خدا، کلید معارف وحقایق تھے۔ آپ کی وفات بروز دوشنبہ ساتویں ذی حجہ ۱۱۴ھ کو بزمانہ سلطنت ہشام بن عبد الملک آپ کو شہید کر دیا گیا جنت البقیع میں اپنے پدر بزرگوار کے نزدیک دفن ہوئے۔ آپ کے پانچ فرزند اور دو لڑکیاں تھیں۔

* * *

ذکر شریف

سر حلقۂ اہل کمال، مشاہد ذو الجلال، امام الحق والناطق سیدنا امام جعفر الصادق (علیہ السلام)

آئمہ اہل بیت طاہرین میں آپ چھٹے امام ہیں۔ آپ کی ماں ام مرہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق تھیں۔ آپ کا اسم مبارک جعفر، کنیت ابو عبد اللہ اور لقب صادق تھا۔ اپنے پدر بزرگوار کے بعد منبر امامت پر متمکن ہوئے اور ایک عالم کی ہدایت فرمائی۔ آپ کے کمالات و خوارق عادات مشرق سے مغرب تک مشہور ہوئے۔ آپ کے تینوں آباء کی جو کرامات در پردہ تھیں آنحضر

سے بے تکلف ظہور میں آئیں۔ اور عجیب و غریب علم جو بطور ورثہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکے آباء کو سینہ بسینہ پہونچے تھے وہ آپ کو پہونچے۔ اور آپنے اُن کو ظاہر کیا۔ چنانچہ آپ اپنی زبان سے فرماتے ہیں۔ حَیْثُ قَالَ عِلْمُنَا غَابِرٌ وَمَزْبُوْرٌ وَنَکْتٌ فِی الْقُلُوْبِ وَقَصْرٌ فِی الْاَسْمَاءِ وَاِنَّ عِنْدَنَا الْجَفْرَ الْاَحْمَرَ وَجَفْرَ الْاَبْیَضِ وَمُصْحَفَ فَاطِمَۃَ وَاِنَّ عِنْدَنَا الْجَامِعَۃَ فِیْھَا جَمِیْعُ مَا یَحْتَاجُ النَّاسُ البدر جیب السر وغیرہ اِس کلام برحق کے معنی یوں لکھے ہیں کہ "علم غابر" وہ علم ہے کہ جو کچھ واقع ہوتا ہے، اسی پہ ہوتا ہے اور "مزبور" قضائے گذشتہ کا علم ہے۔ اور مُراد نکت فِی الْقُلُوْب سے الہام ہے۔ اور مقصود قصر اسماء سے کلامِ ملائکہ ہے۔ میں ان کی باتیں سنتا ہوں اور ان کی ذوات کو دیکھتا ہوں۔ اور جفر احمر ایسا ظرف ہے جس میں آنحضرت عَلَیْہِ السَّلَام کے سلاح ہیں اور جو وہاں سے باہر نہ آئیں گے تاوقتیکہ امام قائم کا ظہور ہو۔ اور جفر ابیض بھی ایک ظرف ہے کہ توریت موسیٰ، انجیلِ عیسٰی اور زبور داؤد اور تمام کتبِ سماوی سب اس میں موجود ہیں۔ اور مصحفِ فاطمہ وہ چیز ہے جو قوّت سے فعل میں آتی ہے۔ اور نام ہر ملک کے حاکم کا جو قیامت تک پیدا ہونگے اُس میں ہے۔ اور جامع وہ کتاب ہے کہ جس کا طول ستر گز ہے جس کو آنحضرت علیہ السّلام نے امیر المومنین کو بیان فرمایا تھا۔ اور حضرت امیر نے اپنے قلم سے لکھا اور احتیاجِ خلق کو جو تا قیامت ہے اس میں مذکور ہے۔ حاصلِ کلام یہ سب اہلِ بیت خاصہ کے لئے مخصوص ہے اور کسی اور کو معلوم نہیں سوائے ائمۂ اثنا عشر۔ اور ان کے بعد سیدنا عبد القادر کے۔ رضی اللہ عنہم۔

آپ کی وفات روز دوشنبہ ۱۵ پندرہ رجب سنہ ۱۸۴ھ کو زمانۂ سلطنت ابو جعفر منصور دوانی آپ کو شہید کیا گیا۔ آپکے چھ فرزند اور ایک صاحبزادی تھیں۔ اور ایک قول صحیح کے بموجب سات فرزند، چار صاحبزادیاں تھیں۔

آپ بھی جنّت البقیع میں اسی قبہ میں مدفون ہوئے جس میں امام محمّد باقر، امام زین العابدین اور امام حسن آسودہ ہیں ۔

ذکرِ شریف

پیشوائے ولایت و امامت معصومِ حق بمعنی و صورت امام حاکم سیّد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

آپ دوازدہ ائمہ اہل بیت میں ساتویں امام ہیں۔ آپ کی ماں اُم ولد تھیں۔ آپ کا نام "موسیٰ" کنیت "ابوالحسن" اور لقب بہ مناسبتِ حلم "کاظم" تھا۔ آپ کے پدر بزرگوار کے انتقال کے وقت آپ کی عمر بیس سال تھی جب آپ مسند امامت پر فائز ہوئے آپ کے کمالات و خوارق عادات بہت ہیں۔ حبیب السیر میں مرقوم ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا اس نے آپ سے گفتگو کی جو پرندوں کے کلام کے مشابہ تھی۔ امام نے اس وقت اس کا جواب دیا حاضرین نے کہا کہ اس قسم کا کلام کبھی ہم نے نہیں سنا۔ فرمایا یہ کلام اجنّہ کے ایک فرقے کا ہے حقیقت میں امام تمام مخلوقات کی زبانوں سے واقف تھے۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا۔

آپ کی ولادت ۸ رجب سنہ ۱۲۸ھ بزمانۂ سلطنت منصور دوانقی ہوئی۔ آپ کی عمر شریف (۵۵) سال تھی۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور امام امامت ۳۵ سال رہے۔ آپ کی وفات ۱۷ رجب سنہ ۱۸۳ھ کو زہر خورانی سے ہوئی جو ہارون رشید کی جانب سے دیا گیا چنانچہ بحر الانساب نجفی میں ہے کہ محمد بن اسمٰعیل بن امام جعفر الصادق علیہ السلام جو امام کاظم کے بھتیجے تھے اپنے چچا کے ساتھ تھے جب ہارون رشید حجاز میں آیا اس کے پاس جا کر اپنے چچا کی غمازی کی اور کہا کہ زمین میں دو خلیفہ ہیں۔ ان دونوں کا ملک سے اخراج ضروری ہے۔ ہارون نے کہا کہ ایک کو تو میں دیکھ رہا ہوں دوسرا کون ہے؟ محمد نے کہا کہ موسیٰ بن جعفر ہے۔ اس کلام کے بعد اپنے چچا کی نسبت ہارون سے کچھ باتیں کیں۔ ہارون غضب میں آگیا اور حضرت امام موسیٰ کاظم کو قید کر دیا اور بحالتِ قیدی آپ کی شہادت

ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ عبدالقادر بن طاہر نے جو ایک وزیر تھا زہر دیا۔ اَخَذَہُ اللّٰہ نکالَ الآخرۃ۔ صحیح یہ ہے کہ عبدالقادر بن طاہر بغداد کا قاضی تھا۔ آپ کی قبر بغداد میں ہے۔ آپ کو ایک لڑکا اور آٹھ لڑکیاں تھیں۔ ایک قول کے بموجب بیس لڑکے سترہ لڑکیاں تھیں۔

ذکرِ شریف

قبلۂ اہلِ صفا، قدوۂ سرِّ قضا، محرمِ اسرارِ قل کفیٰ سیدنا امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام

آپ آئمہ اثنا عشر میں آٹھویں امام ہیں۔ آپ کی ماں ام ولد تھیں۔ آپ کا نام "علی" اور کنیت "ابوالحسن" اور لقب "رضا، ضامن" تھا۔ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت آپ کی عمر (۳۳) سال تھی۔ آپ کی ماں بیان کرتی ہیں کہ جب علی رضا میری بطن میں تھے تو نیند میں ان کی تسبیح و تحلیل کی آواز سنا کرتی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب آپ اپنے والد بزرگوار کے بعد مسند امامت پر بیٹھے آپ سے ایسے کلمات حقایق و معارف اور خوارق ظہور میں آئے کہ کسی اہل بیت سے اتنے ظہور میں نہیں آئے تھے۔ جب آپ کے کمالات اور خوارق عادات بہت پھیل گئے تو مامون رشید بن ہارون رشید آپ کا بہت معتقد ہوگیا اور عرض کیا کہ خلافت آپ کا حق ہے میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں۔ لیکن آپ راضی نہ ہوئے۔ بہت گفت و شنید کے بعد فرمایا کہ جفر جامع اس کی خبر نہیں دیتا۔ آخر ایسا ہوا کہ تمام عباسی مامون پر چھا گئے۔ اور مامون نے امام کو ہلاک کرنے کی نیت سے ان کو قید کر دیا اور زہر دلوا دیا۔ شیخ علاء الدولہ سمیانی "چہل مجلس" میں لکھتے ہیں کہ جب مامون کی طلبی پر امام باغ میں پہونچے تو آپ کو ایک زہر آلود انگور اپنے ہاتھ سے کھلایا اور سمجھ گیا کہ اسی روز آپ فوت ہو جائیں گے۔ لہٰذا آپ کے صاحبزادے امام محمد تقی علیہ السلام کو جو اس وقت بغداد میں تھے اور جن کی عمر سات سال تھی فوراً بغداد سے طوس بلایا۔ امام نے اپنے فرزند

کو وصیت کی کہ مجھے فلاں مقام پر سپرد خاک کرنا جب پتھر نکلے اس پر ایک تحریر رہیگی مجھے اس پتھر کے نیچے دفن کر دینا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمہارے لئے امانت فلاں درخت میں رکھتا ہوں جب تم سنِ بلوغ کو پہونچیں تو وہاں سے لے لینا۔ وہ امانت "جفر جامع" ہے۔ جس کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہٗ نے تحریر فرمایا ہے۔ اور اس میں وہ "اسرار غیب" بیان کئے ہیں کہ جن تک کوئی نہیں پہونچ سکتا۔ اِلّا یہ کہ وہ امام وقت ہو۔ اور امام کے لئے لازم نہیں کہ تمام وقت ظاہر ہو مگر یہ کتاب اس بات پر منحصر ہے کہ کوئی امیر المومنین کے فرزندوں سے امام کے درجے کو پہونچے۔ اس وقت وہ کتاب اور چند دوسری چیزیں جو اس درخت کے نیچے ہیں پوشیدہ رہینگی تاوقتیکہ امام محمد مہدی ظاہر ہوں۔ اور انہیں حاصل کریں۔ صاحب مرادت الاسرار کہتے ہیں امام معصوم کی وفات آخر ماہ رمضان ۲۰۳ھ میں طوس میں ہوئی۔ جو اب مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے۔

آپکے پانچ فرزند اور ایک لڑکی تھی۔ اور ایک قول کے بموجب چار لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ بجز امام تقی علیہ السلام کوئی اور فرزند نہ تھا۔

ذکر شریف

کعبۂ مقصود جانشینِ مرتضیٰ نورِ چشمِ مصطفیٰ سیدنا امام محمد تقی ابن علی رضا علیہ السلام

ائمہ اثنا عشر میں آپ نویں امام ہیں۔ آپکی ماں ام ولد تھیں۔ آپ کا نام "محمد" کنیت جعفر اور لقب تقی "وجواد" تھا۔ آپ کی عمر پدر بزرگوار کی وفات کے وقت سات سال تھی۔ اس عمر میں آپ مسندِ امامت پر بیٹھے۔ آپکے کمالات اور خرق عادات بہت ہیں۔

شواہد النبوت میں ہے کہ ایک روز لوگ ایک شخص کو حاکم وقت کے روبرو ہتکڑیاں بیڑیاں ڈال کر لائے اور کہے کہ یہ نبوت کا دعوی کرتا ہے۔ جب اس سے پوچھے تو کہا کہ

میں شام میں رہتا تھا۔ میں عبادت میں اس مسجد میں مشغول تھا جہاں امام حسین علیہ السّلام کے سرِ مبارک کو بنی اُمیّہ نصب کئے تھے۔ ایک رات میں جبکہ میں قبلہ کی جانب منہ کرکے بیٹھا تھا یکایک۔ ایک مرد کو دیکھا کہ میرے سامنے ظاہر ہوا۔ اور مجھ سے کہا کہ "اُٹھ"۔ میں اُٹھا اور اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ چند قدم گیا تھا کہ میں نے خود کو کوفے کی مسجد میں دیکھا۔ اُس کے ساتھ میں نے نماز پڑھی۔ پھر وہاں سے روانہ ہوا۔ پھر چند قدم چلا تھا کہ روضۂ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم پر پہونچا۔ اور اس کا طواف کیا۔ پھر وہاں سے وہ مرد نکلا اور غائب ہو گیا۔ اور میں خود کو شام کی اسی مسجد میں پایا۔ اور حیران ہو گیا۔ پھر دوسرے روز گذشتہ کی طرح وہ مرد ظاہر ہوا۔ اور میں اس کے ہمراہ ہو گیا۔ میں نے اس کو خدا کی قسم دے کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ میں محمّد تقی بن علی بن موسیٰ کاظم ہوں۔ جب صبح ہوئی تو میں نے اپنے دوستوں سے یہ قصہ بیان کیا۔ آخر یہ ماجرا والیٔ شام تک پہونچا۔ لوگوں نے مجھے متہم کردیا کہ میں نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور آہنی زنجیروں میں جکڑ کر لائے ہیں۔ اہلِ دانش نے اس قصّے سے واقف ہوکر والیٔ شام سے کہا کہ یہ شخص بے گناہ ہے اس کو رہا کردینا چاہئے۔ اس نے جواب میں کہا کہ اس شخص کو جس نے ایک رات میں شام سے کوفہ کو۔ اور کوفے سے مدینے کو۔ اور مدینہ سے مکّہ کو۔ اور پھر مکّہ سے شام کو لایا اس کو کیوں نہ قید سے رہا کیا جائے۔ حق تعالیٰ نے اسی وقت امامِ برحق کی توجہ سے اس کو رہائی دی۔ اور آہنی زنجیریں گر پڑیں اور وہ نگہبانوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ آپ کے اس قسم کی کرامات اتنی ہیں کہ ان کے اظہار کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

آپ کی وفات ۶ ذی حجہ روز سہ شنبہ ۲۲۰ھ کو سلطان معتصم باللہ کے زمانۂ سلطنت میں شہادت سے ہوئی۔ بغداد میں مقبرۂ بنی ہاشم میں اپنے جدّ بزرگوار کی مرقد کے نزدیک مدفون ہوئے۔

آپ کو تین فرزند اور ایک لڑکی تھی۔ ایک روایت کے لحاظ سے آپ کو دو فرزند دو لڑکیاں تھیں ؞

⁂

ذکر شریف

معنی کنز مخفی مخزن عشق نبی و فرزند ولی جگر بند نبی سیدنا امام علی نقی علیہ السلام

آپ ائمہ اثنا عشر میں دسویں امام ہیں۔ آپ کی ماں اُمّ ولد تھیں۔ آپ کا نام اور کنیت امیر المومنین علیہ السلام و سیدنا امام علی رضا کے موافق تھی۔ اس بناء پر آپ کو ابو الحسن ثالث کہتے ہیں۔ آپ کا لقب "نقی" ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت آپ کی عمر چھ سال تھی۔ اس عمر میں آپ مسند امامت پر متمکن ہوئے۔ آپ سے اتنی کرامات ظاہر ہوئیں کہ جن کی انتہا نہیں ہے۔ وہ علوم ظاہری و معنوی جو بطریق وراثت خاندان اہل بیت میں آنحضرت سے پہونچے تھے ہر اس فرزند پر کہ جو باجازت آبائے مذکور مسند امامت پر بیٹھے بے تکلف اسی وقت منکشف ہوتے تھے۔ بارہ پشت تک یہ سلسلہ جاری تھا۔ حبیب السیر میں مرقوم ہے کہ ایام صغر سنی میں جب آپ سے کرامات اور خوارق عادا ظاہر ہونے لگے تو "مدینہ" اور اس کے حوالی کے تمام اعیان متحیر ہو کر آپ کے معتقد ہو گئے خلیفہ بنی عباس متوکل علی اللہ کو توہم پیدا ہوا اور اس کی بناء پر حکم دیا کہ آپ کو مدینے سے عراق لایا جائے۔ اور سُر من رائے میں جو سامرہ کے نام سے مشہور ہے رکھا جائے۔

القصہ آپ کو سامرہ میں منزل دی گئی۔ اس کے قبل ایک روز ایک شعبدہ باز نے متوکل کے سامنے عجیب و غریب شعبدے بتائے۔ متوکل نے اس سے کہا کہ اگر علی نقی کے سامنے تو کر کے دکھائے تو تجھے ہزار دینار دونگا۔ اُس نے کہا ازیں چہ بہتر۔ جب امام علی نقی متوکل کی مجلس میں پہونچے۔ شعبدہ باز آکر آپ کے بازو بیٹھ گیا۔ اور شعبدہ بازی شروع کی۔ ہر چند کہ امام تغافل کرتے تھے وہ باز نہیں آتا تھا۔ مجلس میں جو لوگ تھے وہ تمسخر کرنے لگے جس سے امام کی غیرت کو حرکت ہوئی۔ اس مجلس میں مصوّر فرش تھا اور اس پر شیر کی صورت

کھینچی ہوئی تھی۔ امام برحق نے شیر کی صورت کی جانب دیکھ کر کہا کہ اس شعبدہ باز کو پکڑے فوراً صورت شیر مجسم ہوئی۔ اور چھلانگ لگاکر شعبدہ باز کو نگل گئی۔ ہر چند متوکل نے سفارش کی لیکن سودمند نہ ہوئی۔ پھر آپ نے اس شیر کو ہلاک کر دیا اور مجلس سے باہر نکل گئے۔ اس کے بعد کسی نے اس کو نہ دیکھا۔

آپ کی وفات روز دوشنبہ آخر ماہ جمادی الثانی میں اور بقولِ دیگر دوسری ماہ رجب سنہ ۲۵۴ھ میں بزمانہ معتز باللہ ابن متوکل علی اللہ شہادت سے ہوئی۔ سرمن رائے میں جو سامرہ کے نام سے مشہور ہے مدفون ہوئے۔ آپ کو چار لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔

ذکرِ شریف

گنجینۂ علمِ الٰہی نورِ مجسم رسالت پناہی مخزنِ اسرارِ جعفری سیدنا امام حسن عسکری (علیہ السلام)

آپ ائمہ اثنا عشر میں گیارہویں امام ہیں۔ آپ کی ماں ام ولد تھیں۔ آپ کا اسم مبارک حسن بن علی، کنیت ابو الحسن و ابو تراب، اور لقب زکی و عسکری و سراج تھا۔ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت آپ کی عمر (۲۳) سال تھی۔ اور دوسرے قول کے لحاظ سے (۲۲) سال تھی۔ اسی عمر میں اپنے پدر بزرگوار کی جگہ مسند امامت پر بیٹھے۔ آپ کی کرامات اور خوارق عادات اکثر معتبر کتابوں میں مذکور ہیں۔ شواہد النبوت میں ہے کہ ایک شخص امام عسکری کی خدمت میں آیا اور اپنے فقر کی شکایت کی۔ امام کے ہاتھ میں تازیانہ تھا۔ اس سے زمین کو ضرب لگائی تو پانچ سو دینار باہر نکلے۔ امام نے یہ دینار اس شخص کو دے دئے۔ حق تعالیٰ نے خزائن غیب کی کنجی آپ کے ہاتھ میں دی تھی۔ جیسا چاہتے تصرف فرماتے۔ آپ کی اتنی کرامات ہیں کہ تحریر میں نہیں آسکتیں۔

آپ کی وفات روز جمعہ ۸ ربیع الاول سنہ ۲۶۰ھ کو زمانہ سلطنت معتمد باللہ میں شہادت

سے ہوئی۔ آپ کا مدفن سرمن رائے میں اپنے پدر بزرگوار کے مرقد کے نزدیک واقع ہے۔

آپ کو ایک ہی فرزند تھا جس کا نام امام محمد مہدی علیہ السلام ہے۔ یہاں اختلاف ہے جس کو مہدی موعود کے بیان کے سلسلے میں لکھا جائے گا۔

ذکرِ شریف

آفتابِ دین، ہادیٔ ملت، ائمت، نائبِ ذاتِ احمدی، امامِ برحق، سیدنا امام مہدی علیہ السلام

آپ آئمہ اہل بیت طاہرین کی امامت خاصہ کے بارہویں امام ہیں۔ آپ کی ماں ام ولد تھیں۔ آپ شب جمعہ ۱۵؍ شعبان ۲۵۵ھ میں سرمن رائے میں جو سامرہ سے مشہور ہے پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت اور آپ کا نام آنحضرت علیہ السلام کی کنیت اور اسم مبارک کے مطابق ہے۔ آپ کا لقب شریف مہدی و صاحب الزماں" "و خاتم آئمہ اثنا عشر" ہے۔

آپ کے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی کہ مسند امامت پر جلوس فرمایا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہما السلام کو بزمانہ طفولیت حکمت عطا فرمائی۔ اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بزمانہ صغر سنی منصبِ نبوت سے سرفراز کیا اسی طرح آپ کو ایام صغر سنی میں امام کر دیا۔ آپ کے کمالات اور خوارق عادات کے تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

مولانا جامی ’شواہد النبوت میں بی بی حلیفہ سے جو امام علی نقی کی بہن اور امام حسن عسکری کی پھوپھی تھیں روایت کرتے ہیں کہ حسن عسکری نے مجھ سے کہا۔ اے عمہ! آج شب کو میرے مکان میں رہ جائیے کہ حق تعالیٰ آج نور خلف دیگا۔ میں نے کہا اے فرزند! یہ لڑکا کس سے پیدا ہوگا؟ کہا نرجس سے۔ میں نے کہا ان میں تو میں علامت حمل نہیں پا رہی ہوں۔ کہا اے عمہ! نرجس کی مثال موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے مانند ہے کہ وقت ولادت تک ان کا حمل ظاہر نہیں تھا۔ لہٰذا اس رات میں میں وہیں رہ گئی۔ آدھی رات گزرنے کے بعد میں نے تہجد کی نماز ادا کی۔

نرجس نے بھی تہجد پڑھی۔ میں نے کہا فجر کا وقت نزدیک آگیا۔ حسن عسکری نے جو بات بیان کی تھی وہ ظاہر نہیں ہوئی۔ پس حسن نے اپنے مقام سے آکر آواز دی۔ اے عمہ! عجلت نہ کیجئے اور جس گھر میں نرجس ہے اس میں ٹھہرے رہئے۔ میں واپس گئی اور نرجس میرے آگے آئی۔ اس کے بدن میں لرزہ تھا۔ اور پسینہ پسینہ ہو رہی تھی۔ میں نے اس کو اپنے سینے سے لگالیا۔ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اور سورۂ قدر، آیۃ الکرسی پڑھ کر ان پر دم کیا۔ ان کے پیٹ سے آواز آنے لگی جو کچھ میں پڑھ رہی تھی ان کا بچہ بھی پیٹ میں پڑھ رہا تھا اس کے بعد گھر روشن ہوگیا۔ میں نے دیکھا تو فرزند زمین پر اس وقت سجدے میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کو اٹھا لیا۔ حسن عسکری نے اپنے کمرے سے آواز دی۔ اے عمہ! بچے کو میرے سامنے لاؤ۔ میں سامنے لے گئی۔ انہوں نے اپنی گود میں لے کر زبان بچے کے منہ میں دی۔ اور کہا۔ اے میرے بچے! اللہ کے حکم سے مجھ سے بات کرو۔ تو بچے نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور قرآن کی دو تین آیتیں پڑھیں۔ شواہد النبوت میں ہے کہ جب وہ متولد ہوئے تو دو زانو ہوگئے اور کلمہ کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی پھر چھینک ماری۔ اور کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"۔ شواہد میں یہ بھی حلیمہ سے روایت ہے کہ اسکے بعد میں نے دیکھا کہ پرندے ہمارے سروں کے نیچے اترے۔ میں نے حسن عسکری سے پوچھا کہ یہ کونسے پرندے ہیں۔ کہا جبرئیل اور دیگر رحمت کے فرشتے ہیں پھر مجھ سے کہا کہ اس بچے کو اب اس کی ماں کے سامنے لے جاؤ۔ جب میں ماں کے سامنے لے گئی تو دیکھا کہ ناف کٹی ہوئی ہے۔ اور بچہ مختون ہے۔ اور سیدھے ہاتھ پر "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" لکھا ہوا ہے۔ یہ بھی شواہد میں مرقوم ہے کہ ایک شخص امام برحق حسن عسکری کے روبرو آیا اور کہا یا ابن رسول اللہ! آپ کے بعد خلیفہ اور امام کون ہوگا امام گھر میں گئے اور بچے کو لئے ہوئے باہر نکلے۔ جو چودھویں رات کا چاند نظر آرہا تھا۔ اس وقت اس کی عمر تین سال کی تھی۔ پھر فرمایا۔ اے فلاں اگر خدائے تعالےٰ کے سامنے تیری عزت نہ ہوتی تو اس بچے کو نہ بتاتا۔ اس کا نام "محمد" اور کنیت ابو القاسم ہے بمطابق اسم و کنیت آنحضرت علیہ السلام اس زمین کو اس وقت وہ جور و ظلم سے بھری ہوئی ہوگی عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ شواہد میں یہ بھی مذکور ہے کہ معتمد باللہ نے خلیفہ

بنی عباس تھا نود آدمیوں کو سامرہ کی جانب یہ کہکر بھیجا کہ حسن عسکری فوت ہو چکے ہیں جلد جاؤ اور ان کے گھر پر قبضہ کر لو۔ اور جس کسی کو اس گھر میں دیکھو اس کا سر میرے پاس لاؤ۔ اس طرح امام کے مکان میں قضا آئی۔ ان لوگوں نے دیکھا تو ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔ جب پردے کو اٹھایا گیا تو ایک سردابہ دیکھا۔ وہاں بھی پہونچے تو ایک دریا دیکھا۔ اور یہ نظر آیا کہ اس کے درمیان سطح آب پر ایک مصلیٰ بچھا ہوا ہے۔ اور مرد خوش رو اس مصلے پر کھڑا ہے۔ اور نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے ان کی جانب کوئی توجہ نہیں کی۔ ان نود اشخاص میں سے ایک نے چاہا کہ نزدیک جائے۔ لیکن پانی میں غرق ہو گیا۔ پس باقی (۸۹) اشخاص حیرت میں پڑ گئے اور عذرات پیش کرنے لگے کہ ہم نے اپنے اختیار سے یہ گستاخی نہیں کی ہے۔ ہر چند کہ ان اشخاص نے بہت اظہار عجز کیا لیکن اس مرد نے ان کی جانب التفات نہیں کیا۔ مجبوراً وہ لوگ معتمد باللہ کے روبرو جاکر سارا حال من و عن بیان کیا۔ خلیفہ نے حیران ہو کر کہا کہ یہ راز کسی جگہ ظاہر نہ کرو۔

صاحب حبیب السیر کہتے ہیں کہ بڑے بڑے علماء کے نزدیک اس کا ثبوت ہے۔ اور تمام اہل امت متفق ہیں کہ امام محمد مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا اور ان کی وجہ سے تمام دنیا عدل و انصاف سے معمور ہو جائے گی۔ لیکن یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ مہدی موعود امام محمد مہدی ابن امام حسن عسکری ہونگے۔ یا کوئی اور بنی فاطمہ علیہا السلام سے ہوگا۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے خاتم آل رسول وہ شخص ہوگا جو اولاد بنی فاطمہ علیہا السلام سے آخر زمانے میں تولد ہوگا۔ اور وہ ہم نام آنحضرت علیہ السلام ہوگا۔ اس کی کنیت مطابق کنیت آنحضرت رہے گی۔ اس کے باپ کا نام عبد اللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ اور آنحضرت سے اس کے شمائل ملتے جلتے ہونگے۔ اس بناء پر امام محمد مہدی بن حسن عسکری کو وہ مہدی موعود نہیں کہتے۔ چنانچہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی نے عروۃ الوثقیٰ میں لکھا ہے کہ امام محمد مہدی بن حسن عسکری جب لوگوں کی نظر سے غائب ہو گئے تو پہلے دائرۂ ابدال میں آئے اس کے بعد ترقی کر کے قطب اعلیٰ کے مرتبۂ اعلیٰ پر پہونچے۔ اور اسی درجے میں وفات پائی۔ اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے لیکن فرقہ

امامیہ کا یہ مذہب ہے کہ امام محمد مہدی ابن حسن عسکری ہی مہدی موعود ہیں۔ اور سردابہ سر من رائے میں پوشیدہ ہیں۔ جب ان کے خروج کے لئے مشیت ایزدی ناطق ہوگی تو ان کا ظہور ہوگا۔ اس طرح امامیہ نے امام محمد مہدی کو امام غائب قرار دیا ہے۔ پہلی غیبت قصری ہے یعنے چھوٹی غیبت جس کا آغاز وفات امام عسکری سے ہوتا ہے جبکہ آپ سردابہ میں مخفی ہوگئے۔ اور یہ غیبت انقطاع سفر تک رہیگی۔ دوسری غیبت طویل ہے جس کو غیبت مطولہ کہتے ہیں۔ اور وہ زمانہ انقطاع سفارت سے اس زمانہ تک ہے جس کو خدائے تعالےٰ نے آپ کے ظہور کے لئے مقرر کیا ہے۔ غیبت قصری میں ایک دوسرے کے بعد ان کے اور تمام خلائق کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں جو مخلوق کی حاجتوں کو ان تک پہونچاتے ہیں۔ اور ان کا جواب حسب ارشاد لاتے ہیں۔ پس یہ سفارت علی بن محمد کی ذات پر ختم ہوگئی۔ وفات علی مذکور ۳۲۶ھ میں ہوئی کہ اس کے بعد کسی امام ہادی کو دیکھا گیا اور نہ اس کی بات سننے میں آئی لیکن عرفا اس پر متفق ہیں کہ امام مہدی موعود آل رسولؐ سے ظاہر ہونگے۔ ان کا نام موافق اسم مبارک آنحضرت علیہ السلام ہوگا۔ اور ان کی کنیت مطابق کنیت آنحضرت علیہ السلام ہوگی۔ اور ان کے والدین کے نام بھی آنحضرت علیہ السلام کے والدین کے اسماء کے مطابق ہونگے۔ اور (۳۶۰) رجال اللہ ان کے ہمراہ رہینگے۔ جب وہ ظاہر ہونگے تو ولایت آشکارا ہوگی۔ اختلاف مذاہب رفع ہوجائیگا۔ ولایت مطلقہ محمدیہ ان پر ختم ہوجائےگی۔

بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمْلِکَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِیْ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَخُلْقُہٗ اٰیَۃ وَھُوَ اَنْ یَّکُوْنَ سَیِّدٌ مِنَ السَّادَاتِ الْحُسَیْنِ وَاِسْمُ اَبِیْہِ کَاِسْمِ اَبِیْ وَاِسْمُ اُمِّہٖ کَاِسْمِ اُمِّیْ۔

دوسری حدیث میں ہے۔ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَبْعَثَ اللّٰہُ فِیْہِ رَجُلًا مِنِّیْ اَوْ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِیْ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَاِسْمُ اَبِیْہِ کَاِسْمِ اَبِیْ یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا یعنی آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دنیا

سے باقی نہ رہے مگر ایک دن تو خدائے تعالےٰ اس دن کو دراز کرے گا یہاں تک کہ اس دن میں ایک ایسے مرد کو اٹھائیگا جو میری اہل بیت سے ہوگا۔ اس کا نام میرے نام کے موافق، اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق۔ اس کی ماں کا نام میری ماں کے نام مطابق ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جیسا کہ وہ جور و ظلم سے بھری ہوگی۔

دوسری حدیث میں آیا ہے قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلٰی رَأْسِہٖ سَحَابَۃٌ کَالسَّحَابَۃِ الَّتِیْ عَلٰی رَأْسِیْ وَفِیْہَا مَلَائِکَۃٌ یُنَادُوْنَ ھٰذَا الْمَھْدِیُّ مَا یَعْوَاہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَسْمَعُ صَوْتَھُمْ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَی الْمَغْرِبِ حَتّٰی مَنْ کَانَ نَائِمًا یَسْتَیْقِظُ وَعَلٰی مُقَدَّمَۃِ الْعَسَاکِرِ یَکُوْنُ حَوْلَہٗ وَتَکُوْنُ الْاَرْضُ مَمْلُوَّ الْعَدْلِ لَا یَبْقٰی اَثَرُ الظُّلْمِ حَتّٰی یَشْرَبَ السَّبُعُ وَالْغَنَمُ مَاءً مُجْتَمِعَۃً۔

دوسری حدیث میں ہے۔ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ طَابِغَۃً اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ قَالَ فَیَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُھُمْ صَلِّ لَنَا فَیَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَاءُ تَکْرِمَۃُ اللّٰہِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ یعنے جابر انصاری روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ میری اُمّت سے حق کے لئے قتال کرینگے اور غالب رہینگے قیامت تک۔ پھر فرمایا نزول کرینگے عیسیٰ ابن مریم ان کی مدد کے لئے ان کے امیر یعنے محمد مہدی کہینگے نماز کی امامت فرمائیے تاکہ آپ کی اقتدا کریں۔ حضرت عیسیٰؑ فرمائینگے کہ میں امامت نہ کرونگا۔ خدائے تعالیٰ اس امت کو محترم بنایا ہے۔ اس کے بعض بعض کی امامت کرینگے اور فرمائینگے آپ آگے بڑھئے کہ امامت نماز آپ کے لئے ہے۔ رواہ مسلم۔

دوسری حدیث میں ہے۔ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَوْلِدُہٗ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَظُھُوْرُہٗ فِی الْمَکَّۃِ وَھِجْرَتُہٗ فِیْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ وَیَمُوْتُ ھُنَالِکَ بِنَفْسِہٖ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام مہدی کا مولد مدینہ طیبہ ہے اور ان کی امامت کا مقام ظہور "مکہ" ہے۔ اور ان کی ہجرت و خروج بطرف بیت المقدس۔ اور وہیں بذاتِ خود فوت ہوں گے۔

مشکوٰۃ دوم

ذکر شریف

قرۃ العین آل عبا، نور دیدۂ ابن بتول زہرا، خلاصۂ خاندان امیر المرتضیٰ، زبدۂ دودمان مصطفیٰ

اوّل ائمہ سبعہ سیدنا امام حسن المثنیٰ بن امیر المومنین حسن امام المجتبیٰ
(علیہم السلام)

— ❖ —

آپ کی کنیت "ابو الحسن" و ابی محمد ہے۔ اور لقب مثنیٰ ہے۔ نہایت جلیل القدر تھے۔ نیز شمائل میں امام حسن علیہ السلام کے مشابہ تھے لوگ ان کو اسی لئے حسن ثانی سے مخاطب کرتے تھے۔ آپ کی بیوی فاطمہ بنت حسین تھیں۔

ملا حسین کاشفی روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ پدر بزرگوار کے بعد اس کا داعیہ ہوا کہ اپنے عم بزرگوار حسین بن علی کی کسی لڑکی کو اپنے حبالۂ عقد میں لائیں۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنی دو صاحبزادیوں فاطمہ اور سکینہ کو پیش کیا اور فرمایا کہ تم ان میں سے جس کو چاہیں اپنے لئے اختیار کر سکتے ہو۔ حسن مثنیٰ کو شرم آئی۔ اپنا سر شرم سے جھکا کر کھڑے رہے اور کچھ نہ کہا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ بھتیجے میں تمہارے لئے فاطمہ کو منتخب کرتا ہوں جو مجھ سے بہت مشابہ ہے۔ اور بالآخر فاطمہ کو ان کے حبالۂ عقد میں دیا۔ خدائے تعالیٰ نے ان کے بطن سے حسن مثنیٰ کو تین فرزند عطا کئے۔ عبداللہ محض، ابراہیم عمر، اور حسن۔ یہ تمام سادات پر فخر کرتے تھے کہ ہماری ماں امام حسین کی بیٹی ہیں۔ اور ہمارے پدر امام حسن ہیں۔ حسن مثنیٰ کو اور دو لڑکے تھے۔ داؤد اور جعفر۔ ان کی ماں ام ولد تھیں۔

صاحب مخزن قادریہ کہتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد پندرہ لڑکے اور لڑکیوں پر مشتمل تھی لیکن تین لڑکے مشہور ہوئے حسن، قاسم اور زید۔ قاسم اپنے چچا کے ساتھ کربلا

میں شہید ہوئے۔ زید لاولد فوت ہوئے۔ اور حسن مثنیٰ فاطمہ سے منسوب ہوئے۔

صاحب تحفۃ الابرار کہتے ہیں۔ اَلْمُثَنّیٰ لَقَبُ الْحَسَنِ بْنِ الْحُسَیْنِ وَ ھُوَ بِضَمِّ الْمِیْمِ وَ فَتْحِ الثَّاءِ الْمُثَلَّثَۃِ وَالنُّوْنِ الْمُشَدَّدَۃِ مِنْ تَثْنِیَۃٍ اِذَا صَیَّرْتَہٗ ثَانِیًا۔ الغرض آپ امام اوّل جمیع اہل بیت عاملہ سبعہ ہیں۔

عبدالحق دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے بعض اہل علم سے روایت کی ہے کہ جب ولید ابن عبدالملک مناسک حج کی ادائی کے بعد مدینہ آیا تو ایک دن منبر مسجد نبوی پر خطبہ پڑھا۔ اثنائے خطبہ میں اس کی نظر حسن بن حسین بن علی علیہم السلام کے جمال پر پڑی۔ جو فاطمۃ الزہرا علیہا السلام والتحیۃ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ اور ہاتھ میں آئینہ تھا جس میں اپنے جمال جہاں آراء کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ جب ولید منبر سے اترا عمر بن عبدالعزیز کو طلب کر کے جھڑکی دی کہ انھیں یہاں کیوں رکھے ہوا ور باہر نہ لائے۔ میں نہیں چاہتا کہ بعد ان کو اس جگہ دیکھوں گھر سے باہر لاؤ اور مسجد میں داخل کرو۔ کہتے ہیں کہ فاطمہ بنت الحسین و حسن بن الحسن اور ان کی اولاد گھر کے اندر تھے باہر آنے سے انکار کیا ولید نے کہا اگر یہ باہر نہیں آتے ہیں تو گھر کو ان پر ڈال دو۔ اور گھر کا سامان بغیر ان کی اجازت کے باہر لائیں اور گھر کو کھود ڈالیں۔ پس بحکم ضرورت باہر آ گئے اور روز روشن میں مخدرات اہل بیت مدینہ کے باہر چلی گئیں اور جگہ کو اپنی سکونت کے لئے اختیار کیا بعض روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ولید آنے سے قبل ہوا۔ اور اس طرح کا حکم عمر بن عبدالعزیز سے وقوع پذیر ہوا تھا۔ عمر نے اس گھر کے معاوضے میں سات ہزار دینار ان کو دیا حسن بن حسن رضی اللہ عنہما نے یہ رقم نہ لینے کی قسم کھائی۔ عمر نے ولید کو اس واقعے سے لکھ کر مطلع کیا۔ ولید نے حکم دیا کہ اگر وہ معاوضہ نہیں لے رہے ہیں تو نہ لیں مکان کو لے لو۔ اور ان کو باہر کر دو۔ اور رقم کو بیت المال میں داخل کر دو۔

صاحب روضۃ الشہداء کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کو گیارہ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ لڑکے زید[۱] حسن مثنیٰ[۲] حسین[۳] طلحہ[۴] اسماعیل[۵] عبداللہ[۶] حمزہ[۷] یعقوب[۸] عبدالرحمن[۹] عمر[۱۰] اور قاسم[۱۱] تھے۔ ازاں جملہ عبداللہ اور قاسم اپنے عم بزرگوار کے ساتھ واقعہ کربلا میں جام شہادت نوش کیا لیکن چار لڑکے ان کے پیچھے باقی رہے زید حسن حسین عمر

اور اولادِ حسین و عمر جلد گذر گئے۔ اور ان کے پیچھے کوئی اولاد نہ رہی بجز دو لڑکوں زید اور حسن مثنیٰ کے۔ ان سے ساداتِ حسنی کی جو کثرت ہوئی وہ کالشمس فی نصف النہار ہے کتب مطولہ سے ان کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔

الغرض حضرت امام حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ واقعۂ مذکورہ کے بعد موضع "جبل سلع" میں جو مشہد حنفیہ سے مشہور ہے سکونت اختیار کی۔ یہ مشہد مدینہ کے مغرب میں واقع ہے یہ موضع قدیم زمانے میں داخلِ سوقِ مدینہ تھا۔ جہاں دو شہدائے احد کو منتقل کر کے دفن کیا گیا۔ زمانۂ سلطنت عبد الملک میں روز دوشنبہ ۹ ذی حجہ ۱۱۸ھ کو ولید کے ہاتھ سے آپ نے شربتِ شہادت نوش کیا۔ اور بقیعہ خیف میں مدفون ہوئے رضی اللہ عنہ۔

ذکر شریف

فرزند رشید شاہ صفدر شہزادہ والا قدرت حضرت محمد اکبر ابن امیر المومنین علیہ السلام

آپ کو محمد بن حنیفہ کہتے ہیں۔ وہ جملہ اہل بیت عامہ سے جلیل القدر تھے۔ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ سے اہل بیت کا انتقام لے کر شاہ سجاد کو مسند امامت خاصہ پر بٹھایا۔ امام زین العابدین نے محمد بن حنیفہ کی تحسین کی۔ اور فرمایا کہ اے عم بزرگوار آپ نے وہ شرط پوری کی جو کسی اور سے نہ ہو سکتی تھی اور دوسری بار آپ نے چراغ نبوت کو روشن کیا۔ آپ پر خدا کی رحمت ہو۔

الغرض محمد بن حنیفہ نے تیس ۳۰ سال تک شامیوں سے جنگ کی۔ اور یزید کو اس کے پیرو‌ؤں کے ساتھ تہ تیغ کیا۔ بعد ازاں آپ کو ندا آئی کہ اب بس کرو جس کی بناء پر اپنی کوشش ختم کی۔ سب کو الوداع کیا اور خود غار میں چلے گئے اور غائب ہو گئے۔ ایک روایت

میں آیا ہے کہ جب سید الشہداء نے کربلا کے سفر کا ارادہ فرمایا ایک مکتوب اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کو لکھا تھا۔ اور پھر کربلا پہونچنے کے بعد بہ دوران شہادت دوسرا مکتوب بایں مضمون لکھا تھا کہ جب مجھے شہید کر دیا جائے تو آپ خاموش نہ رہنا بلکہ ایک فوج جمع کر کے شامیوں سے قصاص لینا۔ جس وقت کہ آپ کو مکتوب پہونچا۔ اور واقعۂ کربلا کی اطلاع پہونچی فوراً چھ ہزار سوار فوج کے ساتھ متوجہ دمشق ہوئے۔ اور بہت جد و جہد کے بعد امام مظلوم کے ارشاد کی تعمیل کی کہ یزید کو ایک گہرے کنوئیں کے اندر جلا دیا۔ اور اس کنوئیں کو پاٹ دیا۔

باقی کیفیت جدال و قتال کتب مطوّلہ سے معلوم کی جا سکتی ہے ؞

ذکر شریف

پروردۂ ولایت و نبوت معدن فقر و تقویٰ بندۂ احکام سرمدی زبدۂ سالکان رہبر خواجہ صوفیان

ابو سعید حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ

صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں آپ کا نام "علی بن حسن بصری" ہے کنیت ابو محمد و ابو سعید تھی۔ صوفیہ کے نزدیک آپ کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ آپ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے چوتھے خلیفہ تھے۔ جس کی بنا پر آپ کو پیر چہارم بھی کہا جاتا ہے۔ امام حسن علیہ السلام اور خواجہ کمیل ابن زیاد کی بھی آپ کو صحبت حاصل

رہی ہے۔ آپ کے بہت فضائل تھے۔ روضۃ الاحباب کی آخری جلد میں ہے کہ آپ کے والد ہجرت کے بارہویں سال میں حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے جب حسن بصری پیدا ہوئے تو حضرت عمر فاروق کے آگے ان کو لے گئے۔ فرمایا ان کا نام حسن رکھو کہ نیک صورت ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی ماں ام سلمہؓ کی موالات سے تھیں۔ ایک روز آپ کی ماں کام میں مشغول تھیں حسن بصری دودھ کے لئے رونے لگے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا از روئے شفقت اپنے سینۂ مبارک سے ضم کیا۔ اور پستان ان کے منھ میں رکھا۔ دودھ کے چند قطرے ظاہر ہوئے۔ اتنے ہزار برکات و کرامات جو حق تعالیٰ نے ان میں پیدا کئے وہ اسی دودھ کا کرشمہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ ام سلمہ ہمیشہ دعا فرماتی تھیں کہ اے خدا اس کو مقتدائے خلق کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک سو تیس صحابہ کو آپ نے پایا اور ان سے استفادہ کیا۔ اور پیشوائے خلق ہو گئے۔

تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ جب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بصرہ میں آئے تو تمام واعظوں کو منع کر دیا اور فرمایا کہ سب منبروں کو توڑ دیا جائے اور مجلس خواجہ حسن بصری میں بھیس بدل کر آئے اور سوال کیا کہ آپ عالم ہیں یا متعلم؟ انھوں نے کہا کہ میں کچھ نہیں ہوں جو کچھ مجھے پیغمبر علیہ السلام سے پہونچا ہے اس کو خلق تک پہونچا دیتا ہوں۔ امیر المومنین نے ان کو منع نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ جوان شائستہ سخن ہے۔ پس چلے گئے۔

جب حسن بصری نے امیر المومنین کو فراست سے پہچانا تو منبر سے اتر گئے۔ اور آپ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ پہونچ گئے۔ اور کہا یا امیر المومنین خدا کے لئے مجھے طہارت معنوی سکھائے۔ آنحضرت نے حسن بصری کو مراتب تعلیم و تلقین سکھائے جس کی بناء پر آپ عالم میں مقبول ہوئے۔

سفینۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ گوہر فروش تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو حسن موسوی بھی کہتے ہیں۔ آپ تابعین کبار سے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ مسلمانی کیا ہے؟ اور مسلمان کون ہے؟ فرمایا مسلمانی کتاب میں ہے اور مسلمانان زیر خاک ہیں۔

کسی نے پوچھا کہ شیخ ہمارے دل سو رہے ہیں اس لئے ان میں آپ کی بات اثر پذیر نہیں ہوتی کیا کروں؟ فرمایا کاش تم سوتے ہوتے کہ جب سوئے ہوئے کو ہوشیار کیا جائے

تو وہ بیدار ہو جاتا ہے۔ تمہارا دل مُردہ ہے کہ کتنا بھی اسے ہلایا جائے بیدار نہیں ہوتا ہے کہتے ہیں کہ آپ ہفتہ میں ایک بار مجلس میں وعظ کہتے اگر رابعہ حاضر نہ رہتیں تو منبر سے اُتر جاتے۔ لوگ کہتے کہ اتنے بزرگ حاضر ہیں اگر ایک بوڑھیا حاضر نہ ہو تو کیا ہوتا ہے۔ فرماتے کہ جو لقمہ کہ ہاتھیوں کے لئے بنایا گیا ہے چیونٹیوں کے سینے میں ڈالا نہیں جاسکتا۔ کہتے ہیں کہ جب کبھی مجلس گرم ہوتی اور آگ دلوں میں پیدا ہوتی اور آنکھوں سے پانی بہنے لگتا تو "رابعہ" کی طرف منہ کرکے فرماتے کہ یہ تمام گرمی تمہاری ایک آہِ جگر سوز کی وجہ سے ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کی مجلس میں اس کثرت سے لوگ حاضر ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ آپ خوش ہوتے ہونگے۔ فرمایا میں کثرت سے خوش نہیں ہوتا۔ البتہ اگر درویش اہل دل حاضر ہو تو میں خوش ہوتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ آپ پر خوف الہٰی اتنا غالب تھا کہ کسی نے آپ کو ہنستا ہوا نہ دیکھا۔ تمام خلق کو اپنے سے بہتر سمجھتے۔ کمال محبت کا یہ حال تھا کہ سب جگہ ظہورِ حق کا مشاہدہ فرماتے۔ اور خود کو درمیان نہ پاتے۔ الغرض آپ کے کمالات و خوارق عادات اتنے ہیں کہ ان کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

آپ چودہ ۱۴ خانوادوں کے پیشوا ہیں۔ آپ کا سلسلۂ ارشاد قیامت تک جاری رہیگا۔ منتخب التواریخ میں مرقوم ہے کہ زمانۂ سلطنت ہشام بن عبدالملک بتاریخ غرہ ماہ رجب سنہ ۱۱۰ھ حضرت خواجہ نے بصرہ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر (۸۹) سال تھی۔

حضرت کے خلفائے کامل میں عبدالواحد بن زید اور حبیب عجمی تھے ؛

ذکر شریف

قُدوۃ الاولیاء زُبدۃ الاصفیاء کبارِ تابعی قطبِ ارشاد خواجہ کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی تابعین سے تھے۔ کئی صحابہ کی آپ نے صحبت پائی تھی۔ خاص طور پر آپ کو صاحب سر المومنین بھی کہتے ہیں۔ آپ کاملین روزگار، مرشد زمانہ، اور مرید و خلیفۂ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ تھے۔ ہر شیوہ طریقت آپ سے عبارت ہے۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی، چہل مجلس میں فرماتے ہیں کہ ایک روز امیر المومنین علیہ السلام اونٹ پر بیٹھے اور کمیل بن زیاد کو جو آپ کے صاحب السر تھے اپنی پیٹھ کے پیچھے بٹھایا۔ یعنی امیر المومنین کا یہ طریقہ تھا کہ جب علوم اور اسرار حق آپ کے باطن میں موجزن ہوتے اور آپ چاہتے کہ کوئی بات ظاہر کریں تو جب اونٹ پر بیٹھتے کمیل بن زیاد کو بھی بٹھا لیتے۔ اور اسرار بیان کرنا شروع کرتے اس کے بعد کمیل پوچھتے کہ امیر المومنین "حقیقت" کیا ہے۔ فرماتے تم کو حقیقت سے کیا واسطہ کمیل کہتے۔ مگر میں آپ کا صاحبِ اسرار ہوں۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ ہاں ہو لیکن تمہارے حصے میں بس اسی قدر آتا ہے جو میرے سینے کی دیگ میں جوش ہو کر نکلتا ہے۔ رسالہ کمیلیہ میں اسرار علوم باطنی جو امیر المومنین سے کمیل کو پہونچے بہ شکل سوال و جواب تفصیل سے مرقوم ہیں جو مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ نیز شیخ عبد الرزاقؒ کاشی نے اس رسالے کی شرح میں ایک علیحدہ رسالہ تحریر کیا ہے۔ اور میر نعمت اللہ شاہ ولی کی اس پر علیحدہ شرح ہے۔ یہ بھی چہل مجلس میں ہے کہ ایک دن امیر المومنین نے فرمایا اے کمیل! اور اپنے سینے کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ اس میں بہت سارے علوم ہیں لیکن کوئی اہل نظر نہیں آتا کہ اس سے کہوں جن میں دانائی اور بزرگی دیکھتا ہوں جانتا ہوں کہ وہ لوگ ان علوم سے حصول دولت دنیا اور جاہ کا کام لینگے۔ اور جن لوگوں میں دین اور ترکِ دنیا پاتا ہوں ان میں دانائی اور بزرگی نہیں ہے۔ کہ وہ ان علوم کو سمجھ سکیں۔ اور یہ دونوں صفات ایک شخص میں باعتبار عدد کم ہوتی ہیں لیکن ثواب کے اعتبار سے زیادہ ہوتی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا واشوقا الی اللہ۔

القصہ کمیل ابن زیاد تمام غزوات میں امیر المومنین کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور آنحضرت کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد گوشہ نشینی اختیار کی اور تربیت داری دیں میں جو امیر المومنین سے پائی تھی مشغول ہو گئے۔ مریدان صادق الاعتقاد کو ارشاد فرماتے۔

زمانۂ سلطنت عبد الملک بن مروان میں سنہ ۸۲ھ میں حجاج بن یوسف کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

خسروِ عدنی سہیلِ یمنی خیر التابعین خواجہ اویسِ قرنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اہلِ نجد سے تھے۔ اور قرن ایک قبیلہ ہے جس سے آپ منسوب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو "خیر التابعین" فرما کر ستایش کی۔ آپ آنحضرت کے زمانے میں موجود تھے۔ مگر دو وجہ سے ملاقات میسر نہیں ہوئی۔ ایک وجہ یہ تھی کہ ماں کی خدمت میں آپ ہمہ تن مشغول رہا کرتے تھے۔ دوسری وجہ آپ کا غلبۂ حال تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ شتربانی کیا کرتے تھے۔ اور اس سے جو اجرت ملتی اس کو اپنی اور اپنی ماں کی گذر بسر پر خرچ کیا کرتے تھے۔ بحرت ہوا فقت جب جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کونسا دانت شہید ہوا تو حضرت اویس نے اپنے پورے دانت نکال دئیے۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میری وفات کے بعد میرا خرقہ اویس کو پہونچا دینا۔ اور کہنا کہ میری امت کے لئے دعا کرو۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ خرقۂ مبارک اویس کے پاس لے جا کر امت مرحومہ کے لئے دعا چاہی۔ اویس نے امیر المومنین کے ہاتھ سے خرقہ لے لیا اور دعا کے لئے مسجد میں گئے۔ کہتے ہیں کہ ان کی دعا سے اس قبیلے کے اور قبیلہ مضر کے بکروں کے بالوں کی تعداد کے برابر خدائے تعالےٰ نے امت کے افراد کو بخشدیا۔

آپ کی وفات کے متعلق شواہد النبوت میں ہے کہ آپ نے امیر المومنین کے ہمراہ جنگِ صفین میں جنگ کی اور شہید ہوئے۔ تذکرۃ الاولیاء اور کشف المحجوب میں ہے کہ

اویس کی آرزو تھی کہ غزا میں ان کی رحلت ہو۔ آپ کے اصحاب نے چاہا کہ ان کا کفن تیار کریں ان کے جامدان میں ایسے کپڑے ملے جو کسی انسان کے ہاتھ کے بنے ہوئے نہ تھے۔ ان کپڑوں سے کفن بنا کر قبر میں دفن کیا۔

ان کی تاریخ وفات بقول اوّل سنہ ۲۲ھ۔ اور بقول ثانی سنہ ۲۷ھ میں ہوئی۔ امام عبداللہ یافعی نے روضۃ الریاحین میں دونوں روایات درج کی ہیں ؛

ذکر شریف

قدوۃ اصحابِ تحقیق زبدہ اربابِ علیق قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کبار تابعین اور فقہائے سبعہ مدینہ سے ایک تھے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی تربیت فرمائی تھی۔ یحیٰی بن معاذ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں کسی کو قاسم سے زیادہ افضل نہیں دیکھا۔ اور زیاد سے مروی ہے کہ مدینہ میں ان سے زیادہ عالم میں نے نہیں دیکھا۔ اور عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خلافت کا معاملہ میرے اختیار میں تھا۔ میں نے قاسم کے لئے چھوڑ دیا۔

کہتے ہیں کہ آپ کی ماں کسریٰ یزدجر شہریار بن پرویز بن نوشیروان عادل کی دوسری لڑکی تھی۔

آپ کی وفات سنہ ۱۰۷ھ میں بقول دیگر سنہ ۱۱۲ھ میں ہوئی ؛

ذکر شریف

چراغِ ملت، شمعِ دین و دولت، کبار تابعین ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت "ابو حنیفہ" اور لقب "امام اعظم" ہے۔ آپ ائمہ تابعین اربعہ میں امام اوّل ہیں۔ سات صحابہ کبار کو آپ نے دیکھا تھا مثل انس بن مالک و جابر انصاری وغیرہ اور ان سے حدیث کی سند پائی۔ سفینۃ الاولیاء میں ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنے آب دہن مبارک کو انس بن مالک کو بطور امانت تفویض کیا تھا کہ وہ اسے ابو حنیفہ کو پہونچا دیں۔ کہتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ نے وہ پانی ایام طفولیت امام اعظم میں پہونچا دیا۔

جاننا چاہئے کہ امامت ائمہ تابعین کے دو اقسام ہیں۔ خاصہ اور عامہ۔ جیسا کہ صاحب صواعق محرقہ کہتے ہیں۔ ولایت عامہ میں ائمہ مسلمین، ائمہ اربعہ و ائمہ محدثین و ائمہ تابعین وغیرہ ہیں۔ ائمہ اربعہ جو امامت تابعین میں خاص ہیں۔ ان میں افضل امام اعظم اور ان کے بعد امام مالک و شافعی اور احمد حنبل ہیں اور عامہ تابعین جیسے امام محمد و ابی یوسف وغیرہ جو شمار سے باہر ہیں ائمہ فقہا تھے کان اللہ لہم۔ مختصر یہ کہ چاروں مذاہب میں پہلے امام تھے۔

شیخ عطار فرماتے ہیں کہ وہ وہ شخص تھے جو تمام زبانوں سے واقف تھے اور تمام ملتوں میں مقبول تھے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی ریاضت اور مجاہدے کی کوئی انتہا نہ تھی اصول طریقت و فروع شریعت میں بلند درجہ رکھتے تھے۔ بہت سے بزرگوں کو دیکھا تھا چنانچہ انہیں امام برحق سیدنا امام جعفر الصادق علیہ السلام سے شرف صحبت و تعلیم و تلقین حاصل تھا۔ چنانچہ ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔ لولا السنتان لہلک النعمان یعنے اگر دو سال خدمت امام برحق میں نہ گزرتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔

صاحب مرات الاسرار کہتے ہیں کہ ایک دن ابوحنیفہ کوفی نے قبلۂ حقیقی کی جانب توجہ اور تعلیم خلق سے روگردانی کی۔ اور گوشۂ عزلت میں بیٹھ گئے۔ رات میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں اے ابا حنیفہ! تجھ کو میرے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تو میری سنّت کو ظاہر کرے۔ قصد عزلت نہ کرو۔ پس اس وقت سے وہ استشہاد میں مشغول ہو گئے۔ خواجہ ابوداؤد طائی کہتے ہیں کہ میں بیس سال ابوحنیفہ کے ساتھ خلوت و جلوت میں رہا کبھی نہ دیکھا کہ ننگے سر بیٹھے ہوں یا استراحت کے لئے پاؤں لانبے کئے ہوں۔ میں نے کہا یا امام! اگر خلوت میں پاؤں لانبے کئے تو کیا مضائقہ۔ فرمایا خدا کے ساتھ خلوت میں آداب رکھنا زیادہ اولیٰ ہے۔

تاریخ یافعی میں ہے کہ انھوں نے لقمۂ حلال کے لئے ریشم بافی یا ریشم فروشی کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ جب خلیفہ ابوجعفر عبداللہ دوانقی جس کا مشہور لقب "منصور باللہ" تھا قاضی شہر کی بد دیانتی سے رنجیدہ ہوئے تو اپنے وزراء سے مشورہ کیا کہ چار شخص علمائے نحوی ہیں۔ ایک کو قاضی بنا دینا چاہیئے۔ اوّل ابوحنیفہ۔ دوم سفیان ثوری۔ سوم شریح۔ چہارم مسعر بن حرام۔ پس چاروں کو طلب کیا گیا۔ راستے میں ابوحنیفہ نے کہا میں فراست سے ہر ایک کا حال کہتا ہوں۔ باقی لوگوں نے کہا کہو کیا حال ہے۔ فرمایا میں کسی حیلے سے قضاءت کو خود سے رفع کر دونگا۔ سفیان بھاگ جائے۔ اور مسعر خود کو دیوانہ بنا لے۔ شریح قاضی ہو جائینگے

القصہ سفیان ثوری راستے سے بھاگ گئے۔ اور باقی تین اشخاص خلیفہ کے سامنے گئے۔ خلیفہ نے اوّل ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ منصب قضاءت اختیار کریں۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ میں عرب سے نہیں بلکہ حوالی عرب سے ہوں۔ سادات عرب میرے فیصلے پر راضی نہ ہونگے۔ خلیفہ نے کہا کہ اس کی کیا بات ہے۔ اس کے لئے علم چاہیئے۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ میں جو کہتا ہوں کہ میں منصب قضاءت کا اہل نہیں ہوں تو جھوٹ کہتا ہوں اور دروغ گو مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے اہل نہیں ہو سکتا۔ یہ کہا اور نجات پائی۔ مسعر نے دیوانگی کے کلمات کہنے شروع کر دئے۔ تاکہ ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اور شریح کو گفتگو کے بعد قاضی بنا لیا گیا۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب ابراہیم بن عبداللہ المحض اولاد امیر المومنین علیہ السلام سے اکثر اکابر وقت کے اتفاق سے خروج کیا بزرگوں نے مثل امام اعمش و عباد بن منصور نے ان

سے بیعت کی امام ابوحنیفہ کوفی بھی ان کی بیعت میں تھے۔ اور ان کے ساتھ خروج میں معاونت اور ان کی نصرت کا فتویٰ دیا تھا۔ پھر فوراً حماد کو چار ہزار درہم کے ساتھ ان کے نزدیک بھیجا اور مکتوب لکھا کہ بعض لوگ میرے دامن گیر ہیں ورنہ میں آپ کے ساتھ مل جاتا۔ اور آپ کو مدد دیتا۔ یہ مکتوب منصور دوانقی کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ خلیفہ ابوحنیفہ پر خفا ہوا اور ان کو قید کر دیا جو آپ کی وفات کا سبب بن گیا۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک بوڑھیا امام اعظم کے پاس آئی اور کہی کہ تم نے فتویٰ دیا۔ اور میرا لڑکا ابراہیم بن عبداللہ المحض کے ساتھ خروج کے لئے نکلا۔ اور مارا گیا۔ امام نے کہا کاش کہ بجائے تیرے فرزند کے میں ہوتا۔ حبِ اہل بیت میں ان کا یہ حال تھا۔

صاحب کشف المحجوب ان کی تعریف میں امام اماماں، مقتدائے سنیاں، شرف عزت و علماء لکھ کر کہتے ہیں جب کبھی یہ روضۂ آنحضرت علیہ السلام کے اطراف جاتے تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْن کہتے۔ اور جواب آتا عَلَیْکَ السَّلَام یَا اِمَامَ الْمُسْلِمِیْن

یحییٰ بن معاذ رازی کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا اَیْنَ اَطْلُبُکَ یعنی آپ کو کہاں ڈھونڈوں؟ فرمایا عِنْدَ عِلْمِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ۔ یعنی ابی حنیفہ کے علم کے نزدیک۔

خواجہ محمد پارسا 'فصل الخطاب' میں لکھتے ہیں کہ امام اعظم کا وجود ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کے بعد سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اور ان کا مذہب وہ مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد چالیس سال تک اسی مذہب کے موافق حکم کرینگے۔

کہتے ہیں کہ آخر مرتبہ طواف خانہ کعبہ کیا تو ایک پاؤں پر نصف قرآن اور دوسرے پاؤں پر کھڑے ہوکر باقی نصف قرآن ختم کیا اور کہا مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ وَمَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ ہاتف نے آواز دی کہ اے ابوحنیفہ! مجھے تو نے پہچانا جیسا کہ پہچاننے کا حق تھا اور میری تو نے ایسی عبادت کی جیسی کہ میری عبادت کرنے کا حق تھا۔ پس میں نے تجھے اور تیرے پیروؤں کو بخش دیا۔ الغرض آپ کے کمالات اور بزرگی اظہر من الشمس ہے۔ یہاں اس کی پوری تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی۔

آپ کی ولادت سنہ ۸۰ھ میں اور وفات سنہ ۱۵۰ھ میں بزمانہ سلطنت ابوجعفر عبداللہ

منصور دانقی بتاریخ ۱۵ر رجب ہوئی۔ آپ کی عمر ستر سال تھی۔ آپ کا مزار متصل قدیم بغداد واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

خواجۂ ابرار سلطان الوقت ابو یحییٰ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصاحب خواجہ حسن بصری تھے۔ جو اس طائفے کے بزرگواروں سے ہیں۔ آپ کی ولادت آپ کے والد کے خانۂ عبادت میں ہوئی۔ اگرچہ بندہ زادہ تھے لیکن دونوں جہان سے آزاد تھے۔ آپ کی کرامات و ریاضات ہر جگہ مذکور ہیں۔ کہتے ہیں کہ دینار آپ کے والد کا نام تھا۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ کشتی میں مالک تھا جب دریا کے درمیان پہونچے تو کشتی والے نے کرایہ طلب کیا۔ مالک نے کہا کہ نہیں ہے۔ اسے اتنا مارا گیا کہ بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا تو پھر کرایہ طلب کیا۔ مالک نے کہا میرے پاس نہیں ہے۔ کشتی والے نے کہا کہ تیرا پاؤں پکڑ کر دریا میں ڈال دونگا۔

بفرمان خدائے تعالیٰ دریا میں مچھلیاں ظاہر ہوئیں۔ ہر ایک منھ میں دینار پکڑی ہوتی تھی۔ مالک نے ہاتھ لانبا کیا اور ہر مچھلی کے منھ میں جو دینار تھا لے لیا۔ اور کشتی والے کو دے دیا۔ جب یہ حال نظر آیا تو سب پاؤں پر گر پڑے۔ مالک نے پاؤں کشتی سے باہر کیا اور پانی پر چلنے لگے۔ اسی وجہ سے ان کو مالک دینار کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ مالک دینار چالیس ۴۰ سال بصرہ میں ریاضت اور مجاہدے میں مصروف رہے اور اس اثناء میں کھجور نہ کھایا۔ جب چالیس ۴۰ سال گزر گئے نفس میں کھجور کی خواہش

پیدا ہوئی۔ مالک نے نفس کو روکا۔ ہاتف نے آواز دی۔ اور کہا کہ کھجور کھاؤ۔ اور نفس کو اندیشے سے نکالو۔

کہتے ہیں کہ بصرہ میں ایک مالدار مولوی رہتا تھا جو فوت ہو گیا۔ اس نے کثیر املاک چھوڑی۔ اس کی ایک لڑکی تھی جو نہایت خوبصورت تھی۔ اس نے مالک سے عقد کی خواہش کی تاکہ اس کو مدد ملے۔ مالک نے کہا کہ میں نے دُنیا کو تین طلاق دے دئے ہیں۔ عورت بھی دنیا سے ہے میں مُطلقہ سے نکاح نہ کرونگا۔ کہتے ہیں کہ مالک دیوار کے سائے میں سو رہے تھے ایک سانپ نرگس کی ایک ڈالی منھ میں پکڑ کر مگس رانی کر رہا تھا۔ جب مالک نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن پڑھتے تو زار زار روتے۔ اور پھر کہتے کہ اگر یہ آیت قرآن میں نہ ہوتی میں ہرگز نہیں پڑھتا یعنی میں کہتا ہوں کہ میں تیری اپنے نفس کے ستم پر عبادت کرتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ تیری مدد چاہتا ہوں۔ اور بادشاہ کے در پر جاتا ہوں کسی سے شکر اور کسی سے شکایت کرتا ہوں حیف ہے مجھ پر۔ اور یہ بھی کہتے کہ اگر کوئی مسجد کے دروازے پر ندا کرے کہ تمھارا بدترین شخص کون ہے باہر آئے تو سوائے میرے کوئی باہر نہ نکلے گا۔ عبداللہ مبارک نے جب یہ بات سنی تو کہا کہ مالک کی بزرگی اسی وجہ سے ہے۔

کہتے ہیں کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو ایک بزرگ نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے خدائے تعالیٰ کو دیکھا باوجود ان گناہوں کے جو میں رکھتا ہوں۔ اس حُسنِ ظن کے باعث جو مجھے خدا کے ساتھ ہے میرے گناہوں کو محو کر دیا۔

دوسرے بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں قیامت دیکھی کہ مالک دینار اور محمد واسع کو بہشت میں لے جا رہے ہیں۔ میں نے جب دیکھا کہ مالک دینار آگے ہو گئے میں نے کہا کہ حیرت کی بات ہے کہ محمد واسع کامل تر ہونے کے باوجود پیچھے رہ گئے۔ کہا گیا کہ محمد واسع کے پاس دو پیراہن تھے اور مالک کے پاس ایک ہی پیراہن تھا۔ یہ تفاوت اسی وجہ سے ہے۔

مالک کی وفات زمانۂ سلطنت ابوعبداللہ منصور وانقی میں سنہ ۱۲۷ھ میں واقع ہوئی۔ ایک قول کے بموجب سنہ ۱۳۰ھ میں ہوئی۔

رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

ذکر شریف

کامل جامع عارف لامع مرشد خاشع خواجہ محمد واسع رحمۃ اللہ علیہ

ان کے زمانے میں ان کا کوئی نظیر نہیں تھا۔ کئی تابعین کی خدمت کی تھی۔ مقدم مشایخ کو پاکر شریعت و طریقت میں بہت استفادہ کیا۔ ریاضات و مجاہدات میں مرتاض تھے۔ سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر تھوڑی سی کھالیتے اور کہتے کہ جو اس پر قناعت کرتا ہے وہ دنیا سے بے نیاز ہے۔

کبھی ایسا ہوتا کہ شدت گرسنگی میں خواجہ حسن بصری کے پاس آتے اور جو مل جاتا کھالیتے۔

کہتے ہیں کہ محمد واسع سے پوچھا گیا کہ کیا حال ہے؟ کہا اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی عمر گھٹ رہی ہے۔ اور گناہ بڑھ رہے ہیں۔ غرض معرفت میں ان کا یہ حال تھا کہ وہ کہتے تھے مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ ان کے کمالات زیادہ سے زیادہ ہیں۔

رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

ذکر شریف

شیخ پیشوا شمع اہل صفا متورع و متقی خواجہ ابوحازم مکی رحمۃ اللہ علیہ

مشاہدے اور مجاہدے میں بے نظیر صوفی تھے۔ صورت سے بھی پیشوائے مشایخ نظر آتے تھے۔ طویل عمر

پائی۔ ان کا کلام سب کے لئے مقبول اور کلیدِ مشکلات تھا۔ کئی کتابوں میں یہ کلام منقول ہے۔ ان کا شمار بڑے تابعین میں ہوتا ہے۔ کئی صحابہ مثلاً انس بن مالک، ابوہریرہ وغیرہ کی انھیں صحبت ملی تھی۔

ایک روز ہشام بن عبدالملک نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے کہ جس کے ذریعے میں اس کام میں نجات پا سکوں؟ فرمایا جو روپیہ حاصل کرو تو حلال طریقے سے حاصل کرو۔ اور ایسے مد میں صرف کرو جو حق ہو۔

کسی نے ان سے سوال کیا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا راضی برضائے خدا۔ اور خلق سے بے نیازی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

مجاہد مرتاضِ یزدانی، جوانمرد میدانی متکلم بہ بسط وکشاد خواجہ ابو یوسف اسباط

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ زاہد و عابد اور تابعین سے تھے۔ مراقبہ اور محاسبہ میں کامل۔ اور دُنیا سے انقطاعِ کلی رکھتے تھے۔ مشائخ کبار کو دیکھا تھا۔

کہتے ہیں چالیس سال ان پر ایسے گزرے کہ نئے لباس کی بجز پرانے کپڑوں کے صورت نہ دیکھی۔

کسی نے ان سے پوچھا جمع و تفرقہ کیا ہے؟ فرمایا جمع معرفت میں دل کی جمعیت ہے۔ اور تفرقہ خود کو احوالِ دُنیا میں متفرق کرنا ہے۔ اور فرمایا نماز با جماعت تم پر فرض نہیں ہے لیکن طلبِ حلال تم پر فرض ہے۔

۱۶۶ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

سوختۂ عشق و فراق شیفتۂ درد و اشتیاق ثانی مریم رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا

کہتے ہیں کہ مردانہ صفت عورت تھیں کہ جب خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتیں تو خواجہ مجلس نہ پڑھتے۔ زمرہ رجال اللہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ درحقیقت رابعہؒ کا ان کے زمانے میں معرفتِ توحید میں کوئی نظیر نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ پیدا ہوئیں ان کے باپ کے گھر میں اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ جس میں ان کو لپیٹا جائے۔ اور تیل یا گھی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا جس سے چراغ روشن کیا جائے۔ ان کے باپ کو چار لڑکیاں تھیں جن میں رابعہ چوتھی لڑکی تھیں اس لئے ان کو رابعہ کہتے ہیں۔ ان کی ماں نے اپنے شوہر سے کہا کہ فلاں ہمسائے کے پاس جاکر روغن طلب کرو۔ رابعہ کے والد نے قسم کھائی تھی کہ خلق سے کوئی چیز طلب نہ کرونگا اُٹھے اور ہمسائے کے دروازے پر گئے اور پھر واپس آ گئے۔ اور کہا کہ سویا ہوا ہے جواب نہیں دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں یہ میرا چراغ ہے۔ یہ تیری لڑکی سیدہ ہے جس کی شفاعت سے میری امت کے ستر ہزار لوگ نجات پائینگے۔ الحاصل جب رابعہ بڑی ہوئیں اُن کے ماں باپ نہ رہے۔ بصرہ میں بڑا قحط پڑا۔ رابعہ کی بہنیں متفرق ہوگئیں۔ اور رابعہ ایک ظالم کے ہاتھ پڑیں جس نے چند درم کے معاوضے میں ان کو فروخت کر دیا۔ لیکن جب ان کے مالک نے ان کے خوارق عادات دیکھے تو آزاد کر دیا رابعہ اپنے مالک سے اجازت پاکر عبادت میں مشغول ہوگئیں۔

کہتے ہیں کہ رات اور دن میں ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں اور کبھی کبھی خواجہ حسن بصری کی مجلس میں جو اُن کے استاد اور مرشد تھے جایا کرتی تھیں۔ بعض بزرگ مثل سلطان المشائخ

وغیرہ لکھتے ہیں کہ وہ چند روز ایک مُطرِبہ" (گانے والی) کے مکان میں پڑ گئیں۔ اور پھر وہاں سے ایک ویران مقام پر سکونت اختیار کی۔ اس کے بعد ایک صومعہ تعمیر کیا اور ایک زمانے تک وہاں عبادت میں مصروف رہیں۔ اس کے بعد عزم حج کیا۔ دوسری مرتبہ جب مکہ گئیں تو دیکھا کہ کعبہ ان کے استقبال کو آ رہا ہے۔ رابعہ نے کہا کہ

"میں کعبے کو لے کر کیا کروں۔ مجھے ربِ کعبہ چاہیئے۔"

کہتے ہیں کہ ایک دن خواجہ حسن بصری نے رابعہ سے کہا اے رابعہ! تم کو شوہر کی رغبت ہے؟ جواب دیا۔ شوہر کی رغبت وجود کو ہوتی ہے۔ یہاں وجود کہاں ہے۔

ایک روز رابعہ نے آنحضرت علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا کہ دریافت فرما رہے ہیں۔ اے رابعہ! کیا تو مجھے دوست رکھتی ہے؟

رابعہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ایسا کون ہے جو آپ کو دوست نہ رکھے لیکن محبتِ حق نے مجھے ایسا گھیرا ہے کہ کسی کی دوستی یا دشمنی میرے دل میں نہیں رہی۔

کہتے ہیں کہ جب ان کی وفات قریب ہوئی اکثر بزرگانِ دین ان کے سرہانے موجود تھے۔ کہا کہ اٹھو اور رسولانِ حق کے حق کے لئے جگہ خالی کرو۔ چنانچہ رسولوں کے لئے جگہ خالی کر کے وہ سب باہر آ گئے۔

کہتے ہیں کہ وفات کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟

کہا کہ جب فرشتے آئے مجھ سے پوچھا "مَنْ رَبُّکَ" میں نے کہا کہ واپس جاؤ۔ اور حق تعالےٰ سے کہو کہ تیری اتنی ہزار مخلوق ہے مگر تو نے ایک بوڑھیا کو فراموش نہیں کیا۔ میں کہ دونوں جہان کو چھوڑ کر تجھ کو اختیار کی ہوں تجھے کیسے بھول جاؤنگی

ان کی وفات زمانۂ سلطنت ابو العباس عبد اللہ بن محمد میں جو بنی عباس کا پہلا خلیفہ تھا، سنہ ۱۳۵ھ میں واقع ہوئی۔

قدس میں مدفون ہوئیں۔ رحمۃ اللہ علیہا

مشکوٰۃ سوم

ذکرِ شریف

زبدۂ آلِ رسول اللہ خلاصۂ اولادِ ولی اللہ امام عبداللہ المحض رضی اللہ ثانی

آپ ائمہ سبعہ اہل بیت الطاہرین عامّہ سے ہیں۔ صاحب روضۃ الشہداء کہتے ہیں کہ وہ شیخ بنی ہاشم تھے۔ آپ کو اس لئے "محض" کہتے تھے کہ آپ خلاصۂ دو سبط تھے۔ یعنے آپ کی والدہ فاطمہ بنت الحسین اور آپ کے والد ابن الحسن تھے۔ اور آنحضرت علیہ السلام سے مشابہ تھے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کس وجہ سے لوگوں سے افضل ہیں۔ فرمایا اس لئے کہ لوگوں کو آرزو ہے کہ وہ ہم سے ہوں۔ اور ہماری یہ آرزو ہے کہ ہم دوسروں سے رہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو چھ فرزند تھے۔ محمد۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ یحییٰ۔ سلیمان۔ ادریس۔ ان کے حالات ان کے محل پر لکھے جائینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں کہ مادر امام عبداللہ المحض فاطمہ بنت الحسین اور مادر امام محمد الباقر علیہ السلام فاطمہ بنت الحسن تھیں اس لحاظ سے عبدالمحض و محمد الباقر باہم بنی عم ہیں۔

صاحب صواعق محرقہ کہتے ہیں کہ عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ جس زمانے میں صغیر السن تھے ایک روز عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے۔ عمر نے جب انھیں دیکھا تو اپنی مجلس چھوڑ کر آپ کا استقبال کیا۔ اس فعل پر عمر کے لوگوں نے ان کی ملامت کی۔ عمر نے جواب میں کہا کہ مجھے ایک ثقہ شخص سے روایت پہونچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انما فاطمۃ بضعۃ منی تسرنی من یسرھا" کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اس کو خوش کرے گا

وہ مجھے خوش کرے گا۔ اسی وجہ سے میں نے اس بچے کی تعظیم و تکریم کی۔

صاحب صواعق یہ بھی لکھتے ہیں کہ کسی شخص نے عبداللہ المحض سے پوچھا کہ آپ خفین یعنے موزوں پر مسح کرتے ہیں یا نہیں؟ عبداللہ المحض نے جواب دیا کہ "اَمْسِحْ فَقَدْ مَسَحَ عُمَرُ" یعنی تو مسح کر کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ نے مسح کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا سوال یہ ہے کہ آپ مسح کرتے ہیں یا نہیں۔ عبداللہ المحض نے کہا۔ اخبرك عن عمر و تسالنی عن رای فعمر خیر منی و ملاء الارض کہ میں تجھے عمر کی رائے کی خبر دے رہا ہوں اور تو میری رائے پوچھتا ہے عمر مجھ سے اور تمام دنیا کے لوگوں سے بہتر ہیں۔ اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ آپ یہ بات تقیہ سے کر رہے ہیں عبداللہ المحض نے کہا نَحْنُ بَیْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَوْلِی فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَہ فَلَا تَسْتَمِعْ قول احد بعدی ثُمَّ قَالَ مَنْ ھٰذَا الَّذِیْ یزعم انّ علیاً کان مقهوراً وَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَہٗ بامر فلم ینفذ فکفی بھذا ازراء منقصۃ لہ۔ یعنے ہم درمیان قبر اور منبر آنحضرت علیہ السلام حاضر ہیں بار خدایا تو جانتا ہے کہ یہ میرا کلام خفیہ یا علانیہ ہو ایک ہی ہے۔ اور اے فلاں تو میرے بعد کسی شخص کی بات نہ سنتا۔ پھر کہا یہ کون ہے جو زعم کرتا ہے کہ علی علیہ السلام مغلوب اور مقہور ہو گئے تھے۔ اور آنحضرت علیہ السلام نے ان کو کسی امر پر مامور کیا تو اس کو انھوں نے نافذ نہیں کیا۔ اگر کوئی ان کے حق میں ایسا زعم کرتا ہے تو وہ کوئی منقصت اور ضعف و عجز بیان کرتا ہے۔ حاشا کلّا من ذالک۔

صاحب تحفۃ الابرار کہتے ہیں اَلْمَحْضُ لَقَبٌ لِعَبْدِ اللّٰہِ وَھُوَ لَفْظٌ یُطْلَقُ عَلَی الْخَالِصِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَ لُقِّبَ بِہٖ عَبْدُ اللّٰہِ لِاَنَّ اَبَاہُ الْحَسَنُ الْمُثَنّٰی بْنُ الْحَسَنِ الْمُجْتَبٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ اُمُّہٗ فَاطِمَۃُ بِنْتُ الْحُسَیْنِ علیہ السلام فَنَسَبُہٗ مِنْ ابویہ خالِصٌ مِنَ الموالی۔

نیز صواعق محرقہ میں دار قطنی سے روایت ہے کہ آپ کا لقب "محض" اس بناء پر تھا کہ آپ پہلے شخص تھے کہ فرزندی حسن و حسین کے جامع تھے۔ اور شیخ بنی ہاشم اور اپنے زمانے میں ان کے بزرگ تھے۔

فصل الخطاب میں ہے کہ عبداللہ المحض نے ستّر سال کی عمر پائی تھی۔ ان کو لوگ شیخ العترہ کہتے تھے۔ صاحب تاریخ نفائس الفنون کہتے ہیں کہ عبداللہ المحض کا انتقال ہارون رشید

کے زمانے میں بحالتِ حبس ہوا۔ اب ان کی نسل اہالی مدینہ اور مغرب میں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ سلطنت منصور دوانقی کے زمانے میں سنہ ۱۹۲ھ میں شہید ہوئے۔ آپ کا مدفن "جبل سلع" میں جو "خفیف" سے مشہور ہے واقع ہے۔ اور وہ مدینہ کے نزدیک ایک مقام ہے۔
رضی اللہ عنہ۔

ذکر شریف

- ۱ -

امامِ معصوم سیدِ مغموم حضرت زید مظلوم رضی اللہ عنہ

آپ بھی ائمہ اہل بیت عام سے تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء نے لکھا ہے کہ آپ کا لقب زید شہید اور کنیت ابوالحسین ہے۔ آپ کے مناقب و فضائل بے حد و حساب ہیں سنہ ۱۶۱ھ میں "کوفہ" میں خروج کیا۔ یوسف ثقفی نے ہاشم بن عبدالملک کے حکم سے جنگ کی۔ ارشد نے جو یوسف کا مملوک تھا آپ کے دونوں ابروؤں کے درمیان تیر مارا کہ جس سے آپ شہید ہو گئے۔ آپکے فرزند کو برہنہ سولی پر چڑھا دیا۔ اس روز مکڑی نے بفرمانِ الٰہی جالا تن کر ستر عورت کر دیا تھا تاکہ لوگوں کی نظر نہ پڑے۔ صواعق محرقہ میں ہے روافض زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم کو جو جلیل القدر امام طبقہ سوم تابعین اور ائمہ اہل بیت سے تھے۔ جملہ آئمہ میں شمار نہیں کرتے۔ باوجودیکہ آپنے امامت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور کوفہ کے پانچ ہزار اشخاص نے ان سے بیعت کی تھی۔ بوقت بیعت بعض بنی عباس نے آپ سے کہا تھا۔ اے پسر عم! اس جماعت پر اعتماد نہ کرنا کہ یہ آپ سے وفاداری نہ کرینگے۔ آپ کے آباؤ اجداد کے ساتھ انہوں نے جو برتاؤ کیا اس سے عبرت لیجئے۔ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی کرینگے زید نے ان کو اس قسم کی بات کرنے سے منع کیا۔ اور خروج کیا۔ اس اثناء میں روافض نے آپ

کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر تبرا کرنے کے لئے کہا تاکہ وہ آپ کی مدد کریں۔ زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تبرا نہیں کرونگا۔ بلکہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ اور ان کی محبت کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ روافض نے کہا کہ اگر آپ تبرا نہ کرینگے تو ہم آپ کو "نرفضك" یعنے چھوڑ دینگے۔ زید نے فرمایا "اِذهَبُوا فانتم الرَّافضة" چلے جاؤ کہ تم روافض ہو۔ پس اس روز سے ان کو "رَوَافض" کہتے ہیں۔ رفض کے معنی چھوڑنے کے ہیں۔ جب انھوں نے اپنا دین چھوڑ دیا تو رافضہ کہے جانے لگے۔ اس کے بعد دوسری جماعت بھی جس نے آپ سے بیعت کی تھی بیٹھ گئی۔ اس وقت حجاج بن یوسف آپ کے مقابلے کے لئے آیا۔ زید میں مقاومت اور مدافعت کی قوت نہ تھی مغلوب ہو گئے۔ اثنائے جنگ میں آپ کی پیشانی پر تیر مارا گیا جیسا کہ گذر چکا ہے۔

آپ کو سرزمین نہروان میں دفن کیا گیا اور قبر پر پانی بہایا گیا تاکہ قبر کی علامت باقی نہ رہے۔ حجاج کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے قبر کا پتہ چلایا۔ اور آپ کو قبر سے باہر نکال کر آپ کا سر تن سے جدا کر کے ہشام بن عبد الملک "والی کوفہ" کے پاس بھیجدیا۔ اور جسد کو سولی پر لٹکا دیا۔ یہ واقعہ ۱۲۱ھ یا ۱۲۲ھ میں پیش آیا۔ جسد مبارک اس وقت تک لٹکا رہا جب تک کہ ہشام مر گیا۔ اور ولید بن یزید بن عبد الملک اس کی جگہ بیٹھا۔ اور اس نے جسد کو دفن کیا۔ کہتے ہیں کہ جس زمانے میں زید رضی اللہ عنہ کو لٹکایا گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا گیا کہ اس کھجور کے درخت کے تنے کو ٹیکا لگائے ہوئے ہیں۔ جس پر زید رضی اللہ عنہ کا جسد لٹکایا گیا تھا۔ اور فرما رہے ہیں کہ "هٰکذا یفعلون بولدی" یعنی میرے فرزند کے ساتھ اس طرح کر رہے ہیں۔

صاحب صواعق محرقہ کہتے ہیں کہ فرقہ "امامیہ" حضرت زید کی امامت کے قائل ہو چکے ہیں اور ان کی تضاد بیانی کے عجائبات سے یہ بات ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اہل بیت سے جو شخص امامت کا دعویٰ کرے اور اس سے خوارق عادات ظاہر ہوں جو اس کی صداقت پر دلالت کریں تو اس کے لئے امامت ثابت ہے۔ اس کے باوجود زید اور اسحاق کو امام نہیں جانتے حالانکہ زید نے امامت کا دعویٰ کیا۔ اور ان سے خوارق عادات بھی سرزد ہوئیں۔ اور امام محمد کو امام منتظر جانتے ہیں۔ حضرت زید کے چار فرزند تھے یحییٰ، حسین، عیسیٰ اور محمد۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ذکر شریف

شاہ مدنی فخر صوفی رئیس القوم خواجہ حبیب عجمی

رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت "ابو محمد" ہے۔ آپ کا وطن اصلی فارس ہے۔ آپ خواجہ حسن بصری کے مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب کرامات کامل و ریاضت شاغل تھے۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ خواجہ حسن بصری کے مرید ہونے کے بعد اس تمام مال کو جو جمع کیا تھا راہ خدا میں صرف کر دیا۔ یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہا۔ دریائے فرات کے کنارے ایک صومعہ بنایا اور اس میں ریاضت اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ آپ کو عجمی اس لئے کہا جاتا ہے کہ قرآن ٹھیک نہ پڑھ سکتے تھے۔ ایک روز خواجہ حسن بصری شام کی نماز کے وقت ان کے صومعہ پر پہونچے۔ حبیب نماز شروع کر چکے تھے اور الحمد پڑھ رہے تھے۔ خواجہ حسن نے کہا کہ تمہارے پیچھے نماز درست نہیں اور تنہا نماز پڑھی۔ اس رات کو خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ الٰہی تیری کیا مرضی ہے۔ ارشاد ہوا میری مرضی حبیب کے پیچھے نماز پڑھنے میں ہے زبان درست کرنے میں اور دل درست کرنے میں بہت فرق ہے۔ کہتے ہیں کہ جب کبھی حبیب کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تو وہ زار زار روتے۔ پوچھا گیا کہ آپ قرآن کو نہیں سمجھتے پھر یہ رونے کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا میری زبان عجمی ہے لیکن میرا دل عربی ہے۔ آپ کے کمالات زیادہ سے زیادہ ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

آپ کی وفات سنہ ۱۵۶ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر "بصرہ" میں ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

رئیسِ اوتاد، پیشوائے اوتاد، گنجِ زہاد، کانِ ولا، گلشنِ تعبد، عبدالواحد ابن زید

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ خواجہ حسن بصری کے مرید اور خلیفہ دوم تھے۔ خواجہ کمیل ابن زیاد کے ہاتھ سے خرقہ پہنا۔ آپ کے کمالات اور خرق عادات بہت ہیں۔ امام عبداللہ یافعی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے چالیس سال تک نماز فجر عشاء کے وضو سے پڑھی۔ ریاضات، مجاہدہ، ترکِ تجرید اور ذوق و شوق میں آپ کے زمانے میں کوئی آپ کے مثل نہ تھا۔

روضۃ الریاحین میں ہے کہ ایک روز اہل قریش کے ایک شخص نے آپکے پاس آکر تنگی حال کی شکایت کی۔ آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا الٰہی میں تیرے نام کا وسیلہ لے کر سوال کرتا ہوں جو بلند ہے اور اپنے اولیاء سے جس کو چاہے تو اس نام کے وسیلے سے بلند کرتا ہے۔ اور اس برگزیدہ نام کو جس کے دل میں چاہے ڈال دیتا ہے۔ ہم کو نیک روزی دے۔ کہتے ہیں کہ اسی وقت آسمان سے سخت آواز آئی اور دینار و درہم اِدھر اُدھر گرنے لگے۔ اس شخص نے وہ درہم و دینار لے لئے۔ خواجہ نے کہا کہ اتنے ہی لو جو تمھارے لئے کافی ہوں۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ حلوہ لایا مگر خواجہ نے نہیں کھایا۔ اور نہ کھانے کا سبب یہ تھا کہ جبکہ دینار کا برسنا ان کی کرامت سے تھا تو دل نے نہ چاہا کہ اپنی کرامت سے غذا کھائیں کیونکہ ان کی غذا محنت و مشقت سے ہوتی ہے۔

آپ کی وفات ۲۷ صفر ۱۶۶ھ کو ہوئی۔ ایک روایت میں ۱۶۷ھ آیا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکرِ شریف

۱

عاشقِ جمالِ ازلی، قدوۂ اصحابِ ولی، شہیدِ تیغِ وصال خواجہ ابو الفتح علی الموصلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ موصل کے متقدمین بزرگوں سے تھے ایسے بیس مشائخوں کی صحبت سے مستفید ہوئے جو ابدال تھے جن کی ایک مثال بشر حافی ہیں۔ ایک روز بشر حافی کے گھر گئے اور کہا کہ کھانے کے لئے کوئی چیز ہو تو لاؤ۔ بشر حافی کھانا لائے تھوڑا کھا لیا ایک کمبل بچھائی تاکہ باقی کھانا اس میں ساتھ لے جائیں۔ ایک چھوٹی لڑکی نے دیکھ لیا اور کہا۔

یہ کھانا اپنے ساتھ اٹھا کر لے گئے۔ بشر حافی نے کہا کہ وہ تم کو یہ سکھانا چاہتے تھے کہ جب توکل درست ہو جاتا ہے تو پھر کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔ اسی وجہ سے شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ جب تجرید ٹھیک ہو جائے تو ملک سلیمان بھی معلوم نہیں ہوتا۔

نفحات میں ہے کہ بشر حافی سے پہلے سات سال عید اضحیٰ کے روز وہ گلیوں میں گزرتے تو وہ دیکھتے کہ لوگ قربانیاں کر رہے ہیں کہا الٰہی تو جانتا ہے کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے کہ تجھ پر قربان کروں۔ میں یہ رکھتا ہوں کہکر گلے پر انگلی رکھی اور گر پڑے۔

جب لوگوں نے دیکھا تو واصل بحق ہو چکے تھے۔ اور ان کے گلے پر ایک سبز لکیر نمودار تھی۔

آپ کی وفات سنہ ۲۲۰ھ میں واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکرِ شریف

۱

سرحلقۂ صوفیۂ اہلِ صفا امامِ باطن کوفی خواجہ ابوہاشم صوفی

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کبار مشائخ سے تھے۔ آپ کا اصل وطن "کوفہ" ہے۔ صوفی کے لقب سے مشہور تھے۔ سفیان کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ صوفی کیا ہوتا ہے جب تک کہ میں نے ابوہاشم صوفی کو نہ دیکھا تھا۔ آپ کے پیشتر بھی مشربِ صوفیہ رکھنے والے بزرگ گزرے ہیں جو زہد و ورع، نیک معاملت، توکل و محبت میں آپ اپنی نظیر تھے۔ لیکن آپ پہلے شخص ہیں جن کو صوفی پکارا گیا۔ آپ کے پیشتر کسی کو اس لقب سے پکارا نہیں گیا۔

لفظ صوفی کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ "صوفی" سے اہلِ صفا مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفی سے اہلِ صوف مراد ہیں۔ جو صوف کا لباس پہنا کرتے ہیں ان کو صوفی کہا جاتا ہے۔

شیخ شرف الدین منیری شرح آداب المریدین میں لکھتے ہیں کہ فقر کی انتہا تصوف کی ابتدا ہے۔ صوفی کاملان اہلِ ولایت اور محققین اولیاء ہیں کہ یہ اہلِ صفا ہیں۔ کہتے ہیں ان کے تین مدارج ہیں۔ ایک صوفی۔ دوسرا متصوف۔ تیسرا مستصوف۔

صوفی وہ ہے جو از خود فانی اور باقی بحق ہو یعنی جو طبائع کے مقتضیات سے نجات پا کر حقیقت سے جا ملے۔ متصوف وہ ہے کہ مجاہدات سے یہ درجہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اور مستصوف وہ ہے جو حظ و جاہ دنیا کے لئے خود کو ان کے مانند کرے اور صوفی و متصوف کے کام اور حصے سے خالی ہو۔

ابوہاشم صوفی کی وفات کی تاریخ نظر سے نہیں گزری لیکن آپ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے

مشکوٰۃ چہارم

ذکر شریف

گلدستہ باغِ نبوت نخلِ نورستہ گلزارِ ولایت مہرِ چمنستانِ خاتون

سیدنا امام موسیٰ الجون رضی اللہ عنہ

آپ بھی آئمہ اہل بیت عامہ سبعہ سے تھے صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ آپ کا رنگ قدرے سیاہی مائل تھا۔ آپ کی والدہ نے آپ کو "جون" کا لقب دیا تھا۔ آپ کے پیچھے دو فرزند تھے۔ اوّل عبد اللہ ثانی جن کو شیخ صالح کہتے ہیں اور "رضا" بھی آپ کا لقب تھا۔ مامون چاہتا تھا کہ آپ کو ولی عہد کرے۔ آپ نے انکار کیا۔ اور بھاگ نکلے۔ اور بیابان میں سکونت اختیار کی اور واصل بحق ہوئے۔

دوسرے فرزند ابراہیم اور ان کے بعد یوسف اخضر تھے۔ ان کے حالات آگے تحریر کئے جائینگے۔

صاحب تحفۃ الابرار کہتے ہیں اَلْجَوْنُ لَقَبُ مُوْسیٰ وَھُوَ مِنْ اَسْمَاءِ الْاَضْدَادِ یُطْلَقُ عَلَی الْاَبْیَضِ وَالْاَسْوَدِ وَھُوَ الْاَکْثَرُ فِی الْاِسْتِعْمَالِ وَالْمُرَادُ بِہٖ ھٰھُنَا لِاَنَّ مُوْسیٰ کَانَ اِسْمُ اللَّوْنِ وَکَانَتْ اُمُّہٗ ھِنْدُ بِنْتُ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا

صاحب صواعق محرقہ کہتے ہیں کہ مسعودی نے روایت کی ہے کہ زبیر نامی ایک شخص نے ہارون رشید کے پاس موسیٰ الجون کی بدگوئی کی۔ موسیٰ الجون ہارون کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اور اس شخص سے کہا کہ قسم لے کر کہہ کہ جو تو نے کہا درست ہے جب

اس شخص نے قسم کھانی شروع کی اور باللہ العظیم کہا تو موسیٰ الجون نے کہا اے امیر! میں جو طریقہ بتاؤں اس کے مطابق اس کو قسم دیجئے۔ ہارون نے کہا کہ آپ جس طرح کی قسم چاہتے ہیں بیان کیجئے۔ موسیٰ الجون نے اس شخص سے کہا کہ اس طرح کہہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے حول اور قوت سے بیزار ہو چکا ہوں۔ اور اپنی حول و قوت سے التجا کرتا ہوں کہ موسیٰ نے ایسا ایسا کیا اور کہا ہے۔ اس شخص نے پہلے انکار کیا۔ بعد میں اس طریقے کے مطابق قسم کھانی شروع کی۔ کہتے ہیں کہ ابھی قسم تمام نہیں کی تھی کہ اپنی جگہ گر پڑا۔ اس وقت ہارون نے موسیٰ سے کہا کہ آپ کے بارے میں اس نے جو کچھ کہا آپ اس سے مبرا و منزہ ہیں۔ اور عذر خواہی کی۔ اور بوقت رخصت خلعتِ فاخرہ عطا کی۔ اور آپ صحیح و سلامت اپنے گھر واپس تشریف لائے۔ سیدنا امام جعفر الصادق اور یحییٰ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی یہ حکایت منقول ہے۔ اور ابو بکر کی روایت میں ہے کہ جب موسیٰ الجون نے اس شخص کو قسم دی اور اس نے آپ کے کہنے کے مطابق قسم لی تو اس کے بعد موسیٰ نے فرمایا۔ اللہ اکبر خبر دی مجھے میرے باپ نے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا امیر المومنین علی علیہ السلام سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حول و قوت سے بری ہو کر اپنے حول و قوت کی قسم کھائے تو وہ جھوٹی قسم ہے۔ اس شخص کی عقوبت میں اللہ تعالیٰ عجلت فرماتا ہے اور تین روز سے زاید نہیں گزرتے۔ واللہ کہ میں یہ جھوٹ نہیں کہتا ہوں۔ اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا۔ اے امیر! کسی کو اس پر موکل کر۔ اگر تین روز گزر جائیں اور حادثہ پیش نہ آئے تو مجھ پر میرا خون حلال ہے۔ اس وقت ہارون نے کسی شخص کو اس پر مقرر کیا۔ ابھی اس دن کے عصر کا وقت بھی نہ گزرا تھا کہ زبیر مرض جذام میں گرفتار ہوا اور اس کے اعضاء متورم ہو گئے۔ اور ایسے ہو گئے جیسے کہ مشک میں ہوا بھری ہوئی ہو۔ اور تھوڑے سے ہی عرصے میں فوت ہو گیا۔ جب اس کو قبر میں رکھا گیا تو قبر بیٹھ گئی۔ اور اس سے بدبو آنے لگی۔ اس وقت قبر کو خس و خاشاک ڈال کر بھر دیا گیا۔ دوسری مرتبہ پھر بیٹھ گئی۔ جب یہ خبر ہارون رشید کو ملی تو اس کو اور تعجب ہوا۔ اس نے ہزار دینار موسیٰ الجون کے لئے بھیجے۔ اور اس قسم کا راز پوچھا۔ موسیٰ الجون نے ایک حدیث جس کو ان کے دادا حضرت علی علیہ السلام

نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی تھی نقل فرمائی۔ اور کہا۔ کہ جو شخص خدائے تعالیٰ کی تمجید و تعظیم کے ساتھ قسم کھائے تو اللہ تعالےٰ اس پر عذاب کرنے سے حیا کرتا ہے۔ اور جو شخص جھوٹی قسم کھاتا ہے اللہ تعالیٰ کی حول و قوت سے قسم کھانے میں تکرار کرتا ہے تو تین روز گزرنے کے قبل اللہ تعالےٰ اس پر عذاب فرمائیگا الغرض کمالات اور خوارق عادات امام موسیٰ الجون اتنے زاید ہیں کہ ان کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

آپ کی وفات زمانۂ ہارون رشید میں ۱۸۵ھ میں ہوئی۔ اور جبل ثور کے پاس دفن ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

* * *

ذکر شریف

سیدِ امجد قبلۂ ہمہ سیدنا امام محمد رضی اللہ عنہ

آپ کا لقب امام زکی ہے۔ آپ عبد اللہ المحض کے بڑے فرزند تھے۔ آپ کی کنیت ابو القاسم ہے۔ صاحب نفس ذکیہ بھی) کہا جاتا ہے۔ اکابر زماں آپ کو مہدی کہتے ہیں۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ آپ کا نام "محمد" تھا۔ کنیت ابو القاسم تھی اور آپ کے والد کا نام "عبد اللہ" تھا۔ مشہور حدیث میں آیا ہے کہ مہدی میرے فرزندوں سے ہوگا۔ اس کا نام میرا نام، اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام رہیگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا لقب ابو القاسم ہوگا۔ لہذا علمائے بنی ہاشم ان کے منتظر تھے۔ کہتے ہیں کہ امام زکی چار سال شکم مادر میں رہے۔ جب پیدا ہوئے تو ان کے دونوں

ہونٹھوں کے درمیان ایک سیاہ خال انڈے کے برابر تھا۔ جب آپ نے خروج کیا تو کہتے ہیں کہ امام مالک نے فتویٰ دیا کہ لوگ ان کے ساتھ خروج کریں۔ اور ان کو مدد دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں کہ وہ امام وقت ہیں۔

ابو جعفر دوانقی نے اپنی فوج روانہ کی اور آپ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مقابلے کے لئے نکلے۔ بالآخر دونوں میں جنگ ہوئی۔ اور "حجاز الزیت" میں شہید ہوئے۔ کہتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہوا تھا کہ آنحضرت علیہ السّلام نے فرمایا تھا کہ میری اولاد سے نفس الزکیہ حجاز الزیت میں مارے جائینگے۔ اسی بناء پر آپ کو نفس الزکیہ کا لقب دیا گیا۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند "ابی محمد عبد اللہ" اشتر الکابلی فرار ہو کر دریائے سند کی طرف چلے گئے۔ اور کابل میں شہید ہوئے۔ **ابو جعفر** رقیب کوفہ۔ ابو البرکات محمد۔ ابو طالب محمد شہدانی یہ سب بنی اشتر سے ہیں۔

صاحب **صواعق محرقہ** لکھتے ہیں کہ لقب محمد نفس زکیہ تھا۔ کیونکہ وہ ائمہ دین اور بنی ہاشم کے کبار سے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں لوگوں نے مدینہ میں ان سے بیعت کی منصور دوانقی جو عباسی خلیفہ تھا یہ خبر سن کر جنگ کے لئے فوج روانہ کی۔ اور اس مقابلے میں وہ شہید ہوئے۔ شیخ عبد الحق دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جب نفس ذکیہ یعنے محمد بن عبد اللہ المحض بن حسن مثنیٰ نے منصور عباسی پر خروج کیا بہت لوگوں نے ان کی بیعت کی منصور نے اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کو چار ہزار اشخاص کے ساتھ مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے جبل سبع پر آکر توقف کیا۔ اور محمد بن عبد اللہ المحض کو کہلا بھیجا کہ آپ کو اماں دیتا ہوں آجیئے۔ اور خلیفہ سے بیعت کیجئے محمد نے کہا **واللہ** عزت سے مرنا بخاری کرنے سے بہتر ہے۔ پس آپ اور آپ کے باقی ماندہ تین سو سے زاید اصحاب نے کامل غسل کیا اور خوشبو لگائی۔ اور پھر عیسیٰ اور اس کے لوگوں پر حملہ آور ہوئے۔ اور تین بار شکست دی۔ آخر میں کثرت اعداد سے تاب نہ لاکر مغلوب ہو گئے۔

سبط ابن جوزی ریاض الافہام میں لکھتے ہیں کہ عیسےٰ بن موسےٰ نے سر مبارک کو منصور دوانقی کے پاس بھیجا۔ اور بدن کو آپ کی بہن زینب اور صاحبزادی **فاطمہ** نے خفیہ طور پر

جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ آپ اسی مقام پر ہی دفن ہوئے۔ کہتے ہیں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی ذوالفقار آپ کے ساتھ تھی۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے اس کو آپ کے دست مبارک سے کھینچ کر منصور کے پاس بھیج دیا۔ اور وہ منصور سے ہارون رشید کے پاس پہونچی۔ کہتے ہیں کہ بروز جنگ آپ نے عبداللہ بن عامر سلمی سے جو آپ کے اصحاب سے تھے کہا تھا کہ ہمارے سر پر ابر سایہ کریگا۔ اگر وہ برسے تو ہماری فتح ہو اور اگر وہ ہمارے سروں پر سے گزر کر دشمن کی طرف چلا جائے تو سمجھنا کہ میرا خون احجار الزیت پر گر چکا ہے۔

عیسیٰ بن موسیٰ نے امام مالک کی بھی شدید ضرب لگائی کہ آپ نے امام محمد کی موافقت کی تھی۔ یہ روایت امام العزیزی نے کی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کا مشہد مدینے کے باہر جبل سلع کے مشرق میں ہے۔ اور اس پر عالی شان عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

* * *

ذکر شریف

عامل بہ طریقت عالم بہ حقیقت خواجہ ابو سلیمان داؤد بن نصر الطائی

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کبار مشائخ و سادات اہل تصوف سے تھے۔ اپنے زمانے میں نظیر نہ رکھتے تھے۔ علم ظاہر میں ابو حنیفہ کوفی کے شاگرد تھے۔ فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادہم بلخی کے ہم عصر تھے۔ صاحب تذکرۃ الاولیاء کہتے ہیں کہ آپ راعی کے جو سلمان فارسی کے اصحاب سے تھے مرید تھے۔ حبیب عجمی اور حبیب راعی ایک دوسرے کے ہم عصر تھے۔

ایک روز ایک شخص نے چند عربی ابیات پڑھیں جن کا مطلب یہ تھا کہ وہ کونسا بال اور کونسا منھ ہے جو مٹی میں نہیں ملا؟ وہ کونسا جسم ہے جو سپرد خاک نہیں

کیا گیا؟ ۔ اِن ابیات کے سُننے سے ان میں ایک عظیم تغیر پیدا ہوگیا صبر و قرار جاتا رہا اسی حال میں وہ امام اعظم کے درس میں گئے ۔ امام نے دیکھا کہ وہ پراگندہ حال ہیں دریافت کیا کہ کس سبب سے تمہارا یہ حال ہوگیا ۔ جواب دیا کہ دنیا سے میرا دم سرد ہوگیا ہے ۔ اور مجھ میں ایک ایسی چیز پیدا ہوئی ہے کہ جس تک میں کوئی راہ نہیں جانتا ہوں ۔ اور کسی کتاب میں اس کا مفہوم نہیں مل رہا ہے ۔ امام نے کہا خلق سے کنارہ کشی اختیار کرو ۔ اور تمامی امور اور مقاصد سے روگردانی کرلو ۔

یہ سُننے کے بعد آپ نے خانہ نشینی اختیار کرلی ۔ ایک مدت کے بعد پھر وہ درس میں حاضر ہوئے لیکن کوئی بات نہ کی ۔ اس طرح ایک سال گذر گیا ۔ آپ نے دیکھا کہ اس طریقے سے کشود کار نہیں ہو رہا ہے بالآخر حبیب عجمی کی خدمت میں گئے ۔ اور اس راہ میں آپ کو کشائش نظر آئی جس کی بناء پر اس راستے میں مردانہ وار قدم رکھا اور ریاضت شاقہ کھینچی ۔ یہاں تک کہ اپنے مقصود کو پہونچ گئے ۔ اور پیشوائے قوم اور رہنما طریقت ہوگئے ۔ یہاں تک کہ "معروف کرخی" نے آپ سے خرقہ لیا ۔

کہتے ہیں کہ جب امام محمد اور امام ابو یوسف میں کسی مسئلے میں اختلاف رونما ہوتا تو آپ کو حکم بناتے ۔ جب وہ دونوں آپ کے سامنے آتے تو آپ ابو یوسف کی طرف پیٹھ کر دیتے اور ان کا منہ نہ دیکھتے ۔ اور امام محمد سے ہمکلام ہوتے ۔ جب اس بارے میں پوچھا گیا تو کہا کہ محمد ابو یوسف کی مانند نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے منصب قضا قبول نہیں کیا جیسا کہ امام اعظم نے قبول نہ کیا تھا ۔ اور امام ابو یوسف نے قبول کرلیا ۔

منقول ہے کہ ہارون رشید آپ سے ملاقات کے لئے آیا اور بطور نذر دینار پیش کیا تو آپ نے قبول نہ کیا ۔ اپنے باپ کے ترکے میں بیس دینار پائے تھے ۔ تمام عمر بوجہ حلال ان ہی دیناروں پر بسر کی ۔ اور کسی کے محتاج نہ ہوئے ۔ جس روز میراث ختم ہوگئی وفات پائی ۔ جس شب میں وفات پائی آسمان سے ندا آئی ۔ اے اہل زمین! داؤد حق کے پاس پہونچ گیا ۔ اور حق اس سے راضی ہوگیا ۔ عزلت کا اس قدر میلان تھا کہ وصیت کی مجھے دیوار کے پیچھے دفن کرنا تاکہ کوئی میرے سامنے سے نہ گزرے ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ۔ آپ کی وفات ابو عبد اللہ دوانقی کے زمانۂ سلطنت میں ہوئی جس کا لقب مہدی تھا ۔ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۶۵ھ تاریخ وفات ہے ۔ رحمۃ اللہ علیہ ۔

ذکرِ شریف

مظہرِ سرِ علیم مخزنِ اسرارِ قدیم سیدنا ابراہیم بن عبداللہ المحض

(رضی اللہ عنہ)

آپ بھی ائمہ اہل بیت عامہ سے جلیل القدر تھے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ اور لقب ابراہیم تھا۔ صاحب روضۃ الشہداء کا بیان ہے کہ آپ کی قوت کا یہ عالم تھا کہ بھاگتے ہوئے اونٹ کی دم پکڑ کر اس کو اس کی جگہ پہونچا دیتے تھے۔ آپ اکابر علماء سے تھے دوشنبہ کی شب کو غرہ ماہ رمضان ۱۴۵ھ میں "بصرہ" میں خروج کیا۔ وہاں کے اکابرین نے آپ کی بیعت کی تھی۔ جیسے امام اعمش اور عباس منصور وغیرہ۔ یہ روایت بھی صحت کے ساتھ پہونچی ہے کہ ابوحنیفہ کوفی نے بھی آپ سے بیعت کی تھی۔ اور آپ کے خروج پر فتویٰ دیا تھا۔ اور آپ کی مدد کی تھی۔ اور اپنے فرزند حماد کے ذریعے چار ہزار درہم بھیجا۔ اور ایک مکتوب بھی لکھا کہ لوگوں کی امانتیں میرے پاس ہیں وہ میرے دامن گیر ہوں گے ورنہ میں آپ سے آملتا۔ اور آپ کو تقویت دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ مکتوب منصور دوانقی کے ہاتھ لگ گیا۔ جس سے وہ ابوحنیفہ پر برہم ہوا اور انھیں ایذا دی جو ان کی وفات کا سبب بن گئی

مرآت الاسرار میں ہے کہ ایک بوڑھیا ابوحنیفہ کے پاس آئی اور کہا کہ آپ نے فتویٰ دیا اور میرا بیٹا ابراہیم کے ساتھ خروج کیا۔ اور چلا گیا۔ یہاں تک کہ مار ڈالا گیا۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ کاش تیرے بیٹے کے بجائے میں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کی اہل بیت کے ساتھ انتہا درجہ محبت تھی۔

القصہ منصور دوانقی نے مقابلے کے لئے فوج بھیجی اور ابراہیم بھی بصرہ سے باہر نکل کر دوانقی کی فوج سے مقابلہ کیا۔ دوانقی نے ایک تیر ابراہیم کی پیشانی پر

مار انہیں سے وہ شہید ہوگئے۔ اور حجری میں جو فرات کا ایک قریہ ہے مدفون ہوئے۔ حسن نامی ایک فرزند کو چھوڑا۔ رضی اللہ عنہ۔

ذکر شریف

آفتاب کرم و احسان، منبع علم و عرفان، جوہر اعراض خواجہ فضیل بن عیاض

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ خواجہ عبد الواحد بن زید کے مرید اور خلیفہ تھے۔ نفحات میں ہے کہ آپ طبقۂ اولیٰ سے تھے۔ کنیت "ابو علی" تھی۔ اصل میں آپ کوفے کے رہنے والے تھے بعض نے خراسان بھی بتلایا ہے۔ شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں کہ وہ مشائخ کبار سے تھے۔ ریاضات اور کرامات میں رفیع الشان تھے۔ ابتدائی زمانے میں قطاع الطریق تھے۔ ایک روز اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک قافلے کے قریب پہنچے قافلے میں کسی نے یہ آیت پڑھی "اَلَمْ یَانِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُہُمْ لِذِکْرِ اللہ" یعنے کیا اس کا وقت نہیں آیا ہے تمہارے دل اللہ کے ذکر سے ڈرنے لگیں" آپ کے دل پر یہ آیت تیر کی مانند لگی۔ اور آپ نے رہزنی سے توبہ کر لی۔ اس کے بعد کوفہ آئے اور امام ابو حنیفہ کی صحبت اختیار کی۔ اس کے بعد مکہ گئے اور گوشۂ عزلت اختیار کیا۔ ہمیشہ کے لئے یاد الٰہی میں مستغرق ہوگئے۔

نفحات میں ہے کہ خواجہ فضیل کو ایک لڑکا علی نامی تھا جو زہد و عبادت میں اپنے باپ سے زیادہ تھا۔ خواجہ فضیل کو کسی نے تیس سال تک ہنستا ہوا نہ دیکھا۔ جس روز ان کے لڑکے کی وفات ہوئی تو تبسم کیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس تبسم کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا خدائے تعالےٰ اس کی موت پر راضی تھا میں نے بھی بموافق رضائے الٰہی مسکرا دیا۔

آپ کے کمالات و خوارق عادات اتنے زیادہ ہیں کہ قلم ان کو تحریر کرنے سے قاصر ہے آپ کی وفات ماہ محرم میں سنہ ۲۸۷ھ میں "مکہ" میں واقع ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جب قاری نے سورہ فاتحہ پڑھا تو آپ نے ایک چیخ ماری اور جان دے دی۔

"رحمۃ اللہ علیہ"

ذکر شریف

تاجِ دینِ ملت، شمعِ بزمِ ہدایت، امام وقت، استادِ ثوری خواجہ ابوسفیان ثوری

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ بزرگان روزگار سے تھے۔ شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں کہ آپ کا علوم ظاہر و باطن میں کوئی نظیر نہ تھا۔ مجتہدان یگانہ سے تھے۔ یعنی ابوحنیفہ، شافعی، مالک، حنبل اور سفیان ثوری۔

آپ کو ثوری اس لئے کہتے ہیں کہ ایک روز پہلے اپنا بایاں پاؤں مسجد کے زینہ پر رکھا اور آواز سنی کہ "اے ثور! ثوری نہ کر"۔ بمجرد یہ آواز سننے کے ہوش باختہ ہو گئے۔ گریہ وزاری شروع کی۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص جوان کا حج فوت ہو چکا تھا۔ اس نے آہ کھینچی سفیان ثوری نے کہا کہ میں نے چار حج کئے ہیں وہ تجھے دیتا ہوں یہ آہ مجھے دے دے۔ اس نے کہا میں نے دی۔ اس رات میں خواب میں دیکھا کہ آپ سے کہا جا رہا ہے کہ تمام اہل عرفات سے اچھا سودا کیا۔

کہتے ہیں کہ باپ سے میراث میں ہزار دینار ملے تھے۔ جب موت کا وقت

قریب آیا تو دو دینار نکالے تا کہ صدقہ دیں۔ لوگ حیران ہو گئے کہ سفیان ہمیشہ روزانہ گذر بسر سے عاجز تھے۔ یہ رقم کہاں رکھی تھی؟ سفیان نے کہا "یہ میرے دین کی پاسبان تھی۔ اگر نفس لباس و خوراک طلب کرتا تو اس رقم سے اس کو تسلی دیتا۔ ہر چند مجھے اس کی حاجت نہ تھی۔ پھر کلمۂ شہادت پڑھا اور جان جان آفریں کے سپرد کی۔ آپ کی وفات سنہ ۱۶۱ھ میں بوقت عصر واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

* * *

ذکر شریف

سلطانِ شریعت برہانِ فضیلت وارثِ علومِ عربی امام شافعی المطلبی
(رحمۃ اللہ علیہ)

کشف المحجوب میں ہے کہ آپ کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ آپ ثمرۂ شجرۂ مصطفوی ہیں۔ آپ کی ریاضات اور کرامات قید تحریر میں نہیں آسکیں۔ آپ کی تربیت باطنی سیدنا موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ تیرہ ۱۳ سال کی عمر میں فتوے دینے لگے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر صدی کے آغاز پر حق تعالیٰ ایک ایسے شخص کو پیدا کرتا ہے جس سے خلق میرے دین کو سیکھیں۔ ایسے ہی شخص "شافعی" ہیں۔ سفیان ثوری بھی کہتے ہیں کہ اگر شافعی کی عقل اور تمام مخلوق کی عقل کو وزن کریں تو شافعی کی عقل ان سب کی عقلوں سے بڑھ جائیگی۔ کہتے ہیں کہ شافعی کی عمر چھ ۶ سال کی تھی جبکہ ان کی والدہ کو ایک مشکل مسئلہ پیش آیا جس کو شافعی نے بلا تکلف حل کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے امام مالک کی شاگردی اختیار کی۔ امام مالک کے دروازے پر ٹھہرا کرتے اور جو فتویٰ باہر آتا اس کو دیکھتے اگر ان کی رائے کے مطابق نہ ہوتا تو پلٹ

دیتے اور کہتے کہ یہ مسئلہ اس طرح ہے۔ جب غور کیا جاتا تو شافعی حق پر نظر آتے۔ امام مالک خوش ہوتے اور ان پر فخر کرتے۔ شیخ ابوسعید کہتے ہیں کہ شافعی کہتے تھے کہ میرا علم تمام عالم کے علم میں پہونچا مگر صوفیوں کے علم میں نہ پہونچا۔ کہتے ہیں کہ باوصف اس علم کے ایک روز اثنائے درس میں دس دفعہ اٹھے اور بیٹھے۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو فرمایا کہ سید علوی زادہ دروازے پر کھیل رہا تھا جب کبھی وہ میرے سامنے آیا تو تعظیم کے لئے اٹھ گیا۔ یہ روا نہ تھا کہ فرزند رسول میرے سامنے آئے اور میں نہ اٹھوں۔ اہل بیت کے آداب اور محبت میں آپ اتنے بے اختیار تھے کہ لوگ آپ پر رفض کا گمان کرتے تھے۔ اور کہتے کہ ان کی ماں ام الحسن بنت حمزہ بنت قاسم بن حسین بن زید بن امام حسن علیہ السلام ہے۔ اہل بیت کی محبت اس درجہ تھی کہ آپ خود فرماتے ہیں

یا اہل بیت رسول اللہ حبکم ٭ فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظم القدر انکم ٭ من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ

یعنی اے اہل بیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری محبت خدائے تعالیٰ کی جانب سے قرآن میں فرض کی گئی ہے جس کو اس نے نازل کیا ہے۔ تمہاری قدر و منزلت کے لئے اس قدر کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس بیت کے معنے پہلی بیت کے موافق ہیں اور آل رسول پر وجوب صلوٰۃ پر دلالت کرتے ہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو شخص نماز میں آل محمد پر درود نہ بھیجے اس کی نماز کامل نہیں ہوتی۔

جب جہلاء نے آپ پر رفض کا الزام لگایا تو آپ نے یہ شعر کہا اور سنایا۔

ان کان رفضاً حب آل محمد ٭ فلیشہد الثقلان انی رافضی

اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رفض ہے تو دونوں جہان گواہی دیں کہ میں رافضی ہوں۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ایک بزرگ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آدم علیہ السلام نے وفات پائی ہے۔ اور لوگ چاہتے ہیں کہ جنازہ باہر لائیں۔ جب وہ بزرگ بیدار ہوئے تو کسی عزیز سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ اس عزیز نے کہا کہ خلق کے سب سے زیادہ کسی عالم کی وفات ہوگی۔ اسی روز شافعی کا انتقال ہوا

صاحب سفینۃ الاولیاء کہتے ہیں کہ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور لقب شافعی

اور نام محمد بن ادریس۔ اور ماں کا نام ام الحسن بنت حمزہ بن قاسم بن حسین بن زید بن امام حسن علیہ السلام۔

کہتے ہیں کہ جس روز امام اعظم کا انتقال ہوا اسی روز امام شافعی پیدا ہوئے۔ امام شافعی نے پہلے امام مالک کی شاگردی اختیار کی اس کے بعد جب عراق آئے تو امام محمد بن حسن شاگرد امام اعظم کی صحبت میں رہے۔ آپ کی ولادت ۱۵۰ سنہ ہجری اور وفات روز جمعہ سلخ ماہ رجب ۲۰۴ سنہ ہجری کو مامون رشید کے زمانہ سلطنت میں ہوئی۔ آپ کی قبر قراق مصر میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

سالک مسالک مالک ممالک رکن مناسک امام محمد مالک

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ۔ نام مالک بن انس رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ تمام علوم دین میں ائمہ اربعہ میں دوسرے امام ہیں جو ائمہ تابعین خاصہ تھے۔ آپ امام شافعی کے استاد تھے۔ صاحب مرأت الاسرار کہتے ہیں کہ چاہئے تو یہ تھا کہ ابو حنیفہ کے بعد امام مالک کی منقبت بیان کی جاتی اور اس کے بعد امام شافعی کے احوال رقم کروں لیکن اول یہ امر مانع ہوا کہ شیخ فرید الدین عطار نے آپ کے حالات جدا بیان نہیں کئے دوسرے یہ کہ مالک نے شافعی کی شاگردی پر بہت فخر کیا۔ پس یہی قدر ان کی تعریف کافی ہے کہ شافعی کے مانند وہ شاگرد رکھتے تھے۔ آپ کی وفات ۷ ربیع الثانی ۱۹۹ سنہ ہجری میں واقع ہوئی۔ ایک قول کے بموجب آپ نے ۱۷۷ سنہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی قبر بقیع میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

امامِ سنت، مقتدائے ملت، عالم اکمل، امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو محمد اور ابو عبد اللہ ہے۔ اور نام احمد بن حنبل ہے۔ آئمہ تابعین میں آپ چوتھے امام ہیں۔ آپ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب بغداد میں "معتزلہ" کا غلبہ ہوا تو امام کو اس لئے اذیت دی گئی کہ آپ نے قرآن کو "مخلوق" کہنے سے انکار کر دیا تھا۔ آخر آپ کو خلیفہ کے پاس لے گئے۔ محلسرا کے دروازے پر ایک فوجی تھا۔ اس نے کہا۔ "یا امام! ہرگز قرآن کو مخلوق نہ کہنا۔ مردانہ وار ہمت سے کام لینا۔ جس وقت کہ میں نے چوری کی تھی ہزار درّے مجھ پر مارے گئے تھے لیکن میں نے اقرار نہیں کیا۔ اور بالآخر مجھے چھوڑ دیا گیا۔ میں نے باطل پر اس طرح صبر کر کے رہائی پائی۔ آپ تو حق پر اولیٰ تر ہیں۔"

امام احمدؒ نے فرمایا اس کی یہ بات میری معاون ہوئی۔ الغرض آپ کو بھی باوجود کبر سنی کے مبتلائے عقاب کیا گیا۔ اور ہزار کوڑے لگائے گئے تاکہ آپ قرآن کو مخلوق کہیں لیکن آپ نے نہیں کہا۔ آپ کا اِزار بند کھول دیا گیا۔ اور ہاتھ باندھ دئے گئے۔ غیب سے ہاتھ نمودار ہوا اور اس کو باندھ دیا۔ جب یہ کھلی کرامت نظر آئی تو آپ کو رہا کر دیا گیا۔ اسی تکلیف سے آپ کی وفات واقع ہوئی۔

کہتے ہیں کہ حالت نزع میں ہاتھ سے اشارہ کرتے اور زبان سے کہتے کہ ابھی نہیں۔ ابھی نہیں۔ آپ کے فرزند نے پوچھا کہ ابّا جان کیا حالت ہے؟ فرمایا۔ خطرے کا وقت ہے دعا سے مدد کرو کہ اس وقت جو لوگ موجود ہیں ان

میں ابلیس بھی ہے کہ میرے برابر کھڑا ہوا ہے۔ میرے سر پر مٹی ڈال رہا ہے اور کہہ رہا ہے اے احمد! جان اور ایمان میرے لئے۔ اور میں کہہ رہا ہوں "نہ ہنوز۔ نہ ہنوز" ایک سانس بھی باقی رہنے تک خطرہ ہے۔ جب آپ کی وفات ہوئی اور جنازہ اٹھایا گیا تو سبز پرندے آکر جنازے پر خود کو گرانے لگے۔ چالیس گبر و یہود و ترسا یہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے اور زنار نکال کر پھینک دیا۔ اور کلمہ طیبہ پڑھنے لگے۔ کہتے ہیں کہ ریاضات اور کرامات میں آپ کی بڑی شان تھی۔ بہت سے مشائخ کبار جیسے ذوالنون مصری۔ بشر حافی۔ سری سقطی۔ معروف کرخی۔ کی صحبت پائی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اگر اس کا تعلق شرع سے ہوتا تو جواب دیتے۔ اور اگر اس کا تعلق حقائق سے ہوتا تو بشر حافی کے حوالے کر دیتے۔

آپ کی وفات سنہ ۲۶۳ھ میں معتصم باللہ کے قید خانے میں بتاریخ ۱۲ ربیع الاول اور ایک قول کے لحاظ سے سنہ ۲۴۱ھ میں ہوئی۔

آپ کا قبر شط بغداد کے کنارے ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

عالم بالتصرف منزہ از تکلف تابعیت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

آپ ائمہ تابعین عامہ سے تھے۔ نام یعقوب بن ابراہیم تھا۔ آپ کا وطن کوفہ تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جن کو قاضی القضاۃ کے لقب سے پکارا گیا۔ باوجود کہ قضا کے کام میں مشغول رہا کرتے ہر روز دو سو رکعت نفل پڑھتے۔ کہتے ہیں کہ بوقت رحلت آپ نے فرمایا کہ میں اپنے فتوؤں سے رجوع

کرتا ہوں بجز ان فتوؤں کے جو موافق کتاب و سنت ہیں۔ آپ کی وفات ۲۷ رجب سنہ ۱۷۳ھ کو ہوئی۔ آپکا مزار بھی بغداد میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

عالمِ علم الاحد، عاملِ اعمال بلاعدد، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی ائمہ عامہ سے تھے۔ آپکے والد کا نام حسن تھا۔ جو ولایت شام سے عراق آئے اور واسط کو وطن بنالیا۔ یہیں امام محمدؒ تولد ہوئے۔ "کوفہ" میں نشو و نما پائی آپکے والد امرائے وقت سے تھے۔ آپ امام اعظم کے شاگرد رشید ہیں۔ امام اعظم کے علم کو آپنے دنیا میں پھیلایا۔ معتبر تصانیف کے مصنف تھے۔ امام شافعی کے استاد تھے۔ سلطان المشائخ ملفوظ گنج شکر میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی آپ کے ہمرکاب رہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ:-

اگر میں آپ کی فصاحت کے پیش نظر کہوں کہ

"قرآن بلغت محمد بن حسن نازل ہوا ہے" تو اس طرح کہہ سکتا ہوں۔

آپ کی وفات ۱۴ جمادی الثانی سنہ ۱۸۹ھ کو ہوئی۔ قبر رے میں ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ ۔

⁂

ذکر شریف

-:-

عامل کار ہدایت کامل بارگاہ عنایت صوفی صافی

خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

آپ طبقہ اولیٰ سے تھے۔ خواجہ فضیل کی صحبت پائی تھی صاحب حال تھے نفحات میں آپ کو مریدان شیخ موصلی سے ہونا بیان کیا گیا ہے۔ آپ کا وطن مرو کا ایک موضع ہے۔ بغداد میں آکر مقیم ہوئے۔ آپ کے، توبہ کا سبب یہ تھا کہ ایک روز شراب کی مستی میں ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک کاغذ گرا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم منقوش تھا۔ آپ نے تعظیم کے ساتھ اس کو اٹھا لیا۔ بوسہ دیا اور جیب میں رکھ لیا۔ اسی رات کو ہاتف نے آواز دی کہ اے بشر حافی! تو نے میرے نام کو نیک اور بزرگ رکھا میں تجھے نیک اور بزرگ رکھتا ہوں۔ بشر حافی نے اسی وقت خم کو توڑ دیا۔ توبہ کی اور طریق زہد اختیار کیا۔ آپ کو حافی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ننگے پاؤں رہا کرتے تھے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ جوتا کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا کہ جس روز کہ میں نے آشتی کی با برہنہ تھا اب شرم آتی ہے کہ زمین جو اللہ کا فرش ہے اس میں جوتا پہن کر چلوں جبکہ بادشاہوں کے فرش پر جوتا پہن کر جانا آداب کے خلاف ہے۔ امام احمد حنبل اکثر آپ کے پاس جایا کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں نے کہا کہ آپ عالم اور مجتہد ہیں ایک شوریدہ حال کے سامنے جانا کس طرح مناسب ہے؟ فرمایا کہ علم کو اچھی طرح جانتا ہوں لیکن وہ خدا کو مجھ سے اچھا پہچانتے ہیں۔ چالیس سال کسی چوپائے نے بغداد کے کوچہ و بازار میں بول و براز نہیں کیا کہ کہیں بشر حافی کا اس پر پاؤں نہ پڑ جائے۔ ایک روز ایک بزرگ نے بازار میں مینگنی دیکھی تو چیخ ماری۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ جواب دیا کہ بازار

میں مینگنی پڑی ہے شاید بشر حافی نہیں رہے۔ جب خبر لی گئی تو معلوم ہوا کہ بشر حافی فوت ہو چکے ہیں۔ منتخب التواریخ میں ہے کہ شیخ ابو النصر بشر حافی سلطنت ابو العباس احمد بن متوکل علی اللہ کے زمانے میں بغداد میں فوت ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

* * *

ذکر شریف

شیخ شریعت و طریقت پیر حقیقت و معرفت خواجہ عبد اللہ بن مبارک

(رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ فرید الدین عطار لکھتے ہیں کہ آپ کو علماء کا شہنشاہ کہا جاتا ہے کہ علم و شجاعت میں بے نظیر تھے۔ بڑے بڑے مشائخین کی صحبت پائی تھی۔ آپ کے تصانیف مشہور اور کرامات مذکور ہیں۔ سفیان ثوری اور فضیل بن عیاض نے آپ کی ستائش کی۔ امام اعظم کے شاگرد تھے۔ آپ کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ آپ ایک لڑکی پر عاشق ہو گئے تھے۔ جب بیزار ہوئے تو جاڑے کے موسم میں اپنے معشوق کے مکان کی دیوار کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے۔ اور تمام رات اس کے انتظار میں گزر گئی۔ جب صبح کی نماز کے لئے اذان ہوئی تو دل میں کہا کہ اے مبارک کے بیٹے تجھ کو شرم کرنی چاہیے کہ اپنی خواہش کے لئے تمام شب مستغرق حال شوق رہا۔ اور اصل کام سے غافل رہا۔ دل میں یہ خیال آتے ہی توبہ کر لی اور عبادت الٰہی اور ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ آپ کی ماں باغ میں گئیں تو دیکھا کہ باغ کے سائے میں سو رہے ہیں۔ اور ایک سانپ نرگس کی ایک شاخ منہ میں پکڑ کر مکھیوں کو اڑا رہا ہے

کہتے ہیں کہ ایک روز عبد اللہ مبارک بلا تکلف تمام جا رہے تھے ایک سید زادے نے کہا کہ اے ہندو بچہ! یہ کیا معاملہ ہے کہ میں فرزند رسول ہوں لیکن میں تو میرے عدا سے عاجز اور قاصر ہوں اور تو اس درجے تک پہونچ گیا۔ عبد اللہ نے کہا اس لیے کہ جو تمہارے دادا نے کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ وہ تم نہیں کر رہے ہو۔ اس رات میں عبد اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ناخوش ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس طرح کیوں متغیر ہیں۔ فرمایا اس لئے کہ تم میری اولاد پر طعن کرتے ہو۔ عبد اللہ بیدار ہوئے اور اس سید زادے کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت چاہی۔ اس روز سے محبت اہل بیت میں عبد اللہ مشہور ہو گئے۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو اپنا سارا مال درویشوں کو دے دیا۔ وفات کے وقت آنکھیں کھولیں اور ہنسنے لگے۔ اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ماہ رمضان ۱۸۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔

(رحمۃ اللہ علیہ۔)

ذکر شریف

عارف علام، شیخ انام، قدوہ صوفیہ عطیۃ العلام، رحمۃ اللہ علیہ

آپ مقتدائے قوم، مشائخ قدماء، صاحب حال و مقامات عالیہ تبع تابعین سے تھے۔ خواجہ حسن بصری کے مرید تھے۔ صائم الدہر تھے۔ ایک دفعہ اپنے شیخ کے ہمراہ دریا کو گئے اور پانی پر چلنے لگے شیخ نے تعجب کیا اور کہا اے عطیہ یہ مرتبہ تم نے کس وجہ سے پایا فرمایا آپ تیس سال سے وہی کرتے ہیں جو فرماتے ہیں۔ اور میں وہ کرتا ہوں جو وہ چاہتا ہے

کہتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص عطیہ کے روبرو آیا اور کہا کہ اے شیخ! میں آپ سے کوئی چیز دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہا کہ بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ اس شخص نے کہا

کہ تازے کھجور چاہتا ہوں۔

اس وقت اس کا موسم نہ تھا۔ شیخ نے ایک طبل اس کے ہاتھ میں دے دیا جو تازے کھجوروں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ کی وفات سنہ ۱۱۶۰ھ میں واقع ہوئی۔

(رحمۃ اللہ علیہ۔)